امام احمد رضا

کی

عربی خدمات

ڈاکٹر شبنم خاتون

297.9924
ش 33 ا
159223

کتاب محل

Marfat.com

امام احمد رضا
کی
عربی خدمات

مؤلف

ڈاکٹر شبنم خاتون

کتاب محل

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ کتاب محل سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب	امام احمد رضا کی عربی خدمات
مؤلف	ڈاکٹر شبنم خاتون
سن طباعت	۲۰۱۷ء
قیمت	

2017-9924

١٥٩٤٢٣

کتاب محل

دربار مارکیٹ لاہور

0321-8836932

نئی و پرانی عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی کتب کا مرکز
ادارے کے پاس 100 سالہ پرانے نسخہ جات دستیاب ہیں

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں
مسودہ دیں تیار کتاب لیں

ادارہ وجاہت رسول قادری صاحب کا مشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کا مسودہ فراہم کیا۔

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ			۷
باب اول		بریلی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، تہذیبی، علمی ادبی اور مذہبی پس منظر	۱۳
باب دوم		احوال۔ سوانحی کوائف	۴۹
	(۱)	نسب اور خاندان	۵۱
	(۲)	ولادت، تعلیم وتربیت، نکاح واولاد واحفاد	۶۳
	(۳)	اساتذہ	۷۹
	(۴)	مشائخ	۷۹
	(۵)	تلامذہ	۸۷
	(۶)	معمولات واشغال واوراد	۸۸
	(۷)	خلفاء واہم مریدین	۹۰
	(۸)	معاصرین	۹۴
	(۹)	وفات	۱۰۹
باب سوم		دینی وعلمی خدمات	۱۱۳
باب چہارم		عربی زبان وادب میں مہارت	۱۵۱
باب پنجم		مولانا کی شہرت کے اسباب	۱۷۵
باب ششم		آثار۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی تصانیف	۲۰۹
باب ہفتم		احمد رضا بحیثیت عربی شاعر	۲۵۷
باب ہشتم		مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات	۲۹۱
باب نہم		احمد رضا اکابر علماء ودانشوروں کی نظر میں	۳۰۹
باب دہم		ماحصل	۳۲۵
	☆	عکس تقاریظ	۳۳۳

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

پیش لفظ

بریلی اتر پردیش کا ایک ایسا شہر ہے جو علمی و ادبی روایات کے اعتبار سے اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ بریلی (روہیل کھنڈ) کے نوابوں نے اس شہر میں علم و ادب کے چراغ روشن کرنے میں اپنا ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان نوابوں میں حافظ رحمت خاں کا نام سرِفہرست ہے۔ انہوں نے علم و ادب کو خوب ترقی دی جس کی وجہ سے بہت سے علماء، فضلاء، ادبا و شعرا پیدا ہوئے۔ اس شہر کو مزید عالمی شہرت بخشنے میں احمد رضا فاضل بریلوی کا ایک اہم کردار ہے۔ آج بریلی اور علامہ احمد رضا بریلوی عالم اسلام میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔

آپ چودھویں صدی کے عظیم المرتبت مفتی، مایہ ناز محدث اور شہرۂ آفاق فقیہ، بلند پایہ مصنف، مصلح قوم اور باکمال شاعر ہیں۔ آپ مصنف بھی تھے اور محقق بھی۔ اپنی پینسٹھ سال کی عمر میں مولانا بریلوی نے تقریباً ۵۵ علوم وفنون میں کثیر تعداد میں اپنی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ علامہ احمد رضا بریلوی کی حیرت انگیز ذہانت و فطانت کو دیکھ کر بعض دانشوروں نے انھیں عبقری شخصیت قرار دیا۔ یہاں تک کہ بعض علمائے عرب نے ان کے کلام کو حضور ﷺ کا معجزہ قرار دیا ہے شیخ محمد مختار بن عطار الجاوی (مکہ معظمہ) لکھتے ہیں:

''بیشک مصنف علام اس زمانے کے علمائے محققین کا بادشاہ اور اس کا کلام مبارک حق صریح ہے اور گویا حضور سید عالم ﷺ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے جو اس امام کے ہاتھ پر اللہ نے ظاہر فرمایا۔'' افسوس ہے کہ آج مسلم معاشرے کے ہر غلط رسم و رواج کام کو بریلوی مسلک سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ جس شرک و بدعت کے خلاف علامہ بریلوی برہنہ تلوار لیے کھڑے رہے اور تاعمر اس کی مخالفت کی اگر جاہل طبقہ شرک و بدعت کرتا ہے تو اس کو علامہ بریلوی کا پیرو کار کہا جاتا ہے۔ مولانا بریلوی نے عورتوں کے مزارات پر جانے کے خلاف فتویٰ دیا، مزارات پر چراغاں کرنے کے خلاف فتویٰ دیا۔ مردہ کے سوم، چہارم اور چالیسواں کا کھانا کھانے کے خلاف فتویٰ دیا۔ شادیوں میں بے جا رسومات اور فضول خرچی کے خلاف فتویٰ دیا۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر عرس غیر شرعی طریقے سے کرنے کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس طرح احمد رضا بریلوی نے ان تمام چیزوں اور رسم و رواج کے خلاف فتویٰ دیا جس میں ذرہ برابر بھی شرک و بدعت کا شائبہ نظر آیا۔

باب اول: زیرِ نظر تحقیقی مقالہ درج ذیل دس ابواب پر مشتمل ہے۔ بریلی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، علمی اور مذہبی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں بریلی کی مختصر تاریخ عہد قدیم یعنی مہابھارت کے عہد میں پانچال سلطنت سے لیکر مسلم حکمراں اور روہیلا سرداروں منجملہ حافظ رحمت خاں کے عہد میں بریلی کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز مختلف ادوار میں۔ یہاں کے

Marfat.com

مشہور و معروف مدارس علمی درس گاہوں، علمی مراکز محلے، نامور علما و فضلا اور ادباء و شعراء کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب دوم کا عنوان: سوانحی کوائف ہے۔ اس میں احمد رضا بریلوی کے حسب و نسب اور خاندانی پس منظر کا ذکر پوری تفصیل سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ کا تعلق کس خاندان سے تھا، آپ کے آباؤ اجداد کہاں کے رہنے والے تھے اور کس طرح وہ ہندوستان آئے اور شہر بریلی کو اپنا مستقر بنایا۔ اس کے علاوہ اس باب میں علامہ بریلوی کی شخصیت پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ان کے معروف اساتذہ کا ذکر کیا گیا ہے جن کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ان روحانی پیشواؤں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے راہِ سلوک میں آپ کی رہنمائی کی اور آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ آپ کے تلامذہ اور خلفاء کا بھی مفصل ذکر موجود ہے۔ اس کے علاوہ معاصرین کا بھی اس میں تفصیلی ذکر ہے۔

باب سوم: علامہ بریلوی کی ''دینی و علمی خدمات'' سے متعلق ہے۔ اہل علم واقف ہیں کہ علامہ بریلوی کو علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال حاصل تھا۔ ان کی سینکڑوں چھوٹی بڑی تصانیف سے پوری طرح ان کے تبحر علمی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یہ تصانیف مختلف النوع موضوعات پر محیط ہیں۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ان کی علمی خدمات کا ایک مکمل اور مفصل جائزہ پیش کیا جائے لیکن یہ موضوع اتنا وسیع اور پھیلا ہوا ہے کہ ایک تحقیقی مقالے کے ایک باب میں اس کی سمائی ممکن نہیں ہو پھر بھی کوشش کی گئی ہے کہ مختصر الفاظ میں جس قدر ممکن ہو۔ اس باب پر پوری توجہ دی گئی ہے کیونکہ میرے مقالے کے اصل موضوع سے اس باب کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ آپ کے دینی و علمی خدمات کا مکمل جائزے کے لئے کسی ایک باب کے مختصر صفحات متحمل نہیں ہو سکتے۔

علوم نقلیہ کے متعدد موضوعات سے قطع نظر صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

علوم عقلیہ میں علامہ بریلوی کو کس قدر مہارت حاصل تھی اس کا اندازہ ان موضوعات مثلاً ریاضی، تاریخ گوئی، علم توقیت، علم جفر، علم ہیئت اور علم تکسیر وغیرہ میں لکھے کتب و رسائل کی تعداد سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس میں مولانا کے سائنسی علوم پر تبحر کا اجمالاً ذکر پیش کیا گیا ہے۔

باب چہارم: ''عربی زبان و ادب میں مہارت ہے'' احمد رضا فاضل بریلوی کو عربی زبان و ادب پر کس قدر عبور حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علمائے عرب نے آپ سے کسی مسئلے پر استفسار کیا تو آپ نے عربی زبان میں ہی فی الفور تسلی بخش جوابات دیئے۔ فصیح و بلیغ عربی میں تسلی بخش جواب سن کر علمائے حرمین خود انگشت بدنداں ہو جاتے۔ علمائے حرمین کے کیے گئے تمام سوالات اور علامہ کے جوابات ''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) ''كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم'' (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) اور حسام الحرمین کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہیں۔ جس کو پڑھ کر علامہ بریلوی کی اس زبان پر مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس باب میں آپ کی ایسی بہت سی عربی تصانیف اور خطبات کا ذکر کیا گیا ہے جو عربی زبان و ادب کا شاہکار ہیں۔

باب پنجم: میں جو ''مولانا کی شہرت کے اسباب'' کے جائزہ پر مشتمل ہے ان اسباب کا ذکر کیا گیا ہے جن سے مولانا کو عالمی شہرت

Marfat.com

حاصل ہوئی ہے۔ سفرِ حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں آپ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے، علمائے حرمین شریفین کی طرف سے آپ سے کیا سوالات کیے گئے، آپ نے کس طرح سے تسلی بخش جوابات دیے۔ آپ کے جوابات کو دیکھ کر علمائے حرمین نے اپنی تصدیقات ثبت کیں، ان سب کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ آج دنیا بھر میں کہاں کہاں اور کون کون سے ادارے آپ کی عظیم شخصیت اور علمی کارناموں پر کام کر رہے ہیں مثلاً جامعہ ازھر میں آپ کے اردو کلام کا عربی ترجمہ ہو رہا ہے، آپ کی شخصیت اور علمی کارناموں پر Ph.D اور M.Phil کی سطح پر تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں۔ مولانا بریلوی پر اب تک کتنے تحقیقی کام ہو چکے، اور ہو رہے ہیں، ان سب موضوعات کا بھی احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب ششم کا عنوان: ''مولانا احمد رضا کی عربی تصانیف'' ہے۔ اس باب میں ۴۲ علوم وفنون پر ۲۸۲ عربی کتابوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب و رسائل اور حواشی و شروح شامل ہیں۔ جن پر مختصراً تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔ اور عدم دستیابی کے باعث کتابوں کے صرف اسماء لکھ دینے پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے۔ علامہ بریلوی کی بیشتر کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ اور بہت سی غیر مطبوعہ کتابیں عرب وعجم کے متعدد علماء کرام کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں جن تک رسائی بہت مشکل ہے۔ اس لیے ان کتب پر تبصرہ نہ ہو سکا، ان کتب میں بعض کتابیں ایسی ہیں جو پوری طرح سے کرم خوردہ ہیں پڑھی نہ جا سکیں۔

باب ہفتم: میں ''احمد رضا بحیثیت عربی شاعر'' کے طور پر علامہ بریلوی کی عربی شاعری کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مولانا بریلوی کو عربی زبان و ادب پر مہارت صرف عربی نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی عربی شاعری میں وہی برجستگی، سلاست اور روانی پائی جاتی ہے جو آپ کی اردو اور فارسی شاعری میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ تشبیہات و استعارات، محاورات، قرآنی آیات و احادیث کے فقروں یا ٹکڑوں کو اپنے کلام میں پیوست کرنے میں بھی مہارت حاصل تھی جس کے سبب بندش کی چستی میں کوئی ضعف پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس سے کلام کی تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

باب ہشتم: میں ''مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات'' اس باب میں مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر کس طرح سے عربی اثر انداز ہوئی ہے، ان کو بیان کیا گیا ہے۔ اور نمونے کے طور پر ایسے اشعار پیش کیے گئے ہیں جس میں عربی الفاظ، اقوال، ضرب الامثال، اور تراکیب وغیرہ کا استعمال ہوا ہے۔

باب نہم: ''احمد رضا اکابر علماء و دانشوروں کی نظر میں'' اس باب میں ہند و پاک اور عرب وعجم کے اکابر علماء اور دانشوروں کی وہ آرا شامل ہیں جن میں علامہ کی شخصیت اور علمی کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

باب دہم: ''ماحصل'' ہے۔ اس باب میں پورے تحقیقی مقالے کا نچوڑ پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ علامہ بریلوی کی دینی خدمات جتنی اہمیت رکھتی ہیں، ان کی علمی خدمات بالخصوص عربی زبان و ادب میں بھی لائق ستائش ہیں۔

مقالے کے آخر میں علامہ بریلوی مختلف علوم وفنون مثلاً علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، فصاحت و بلاغت، ہیئت و نجوم اور منطق و فلسفہ وغیرہ کتابوں اور رسالوں کی فہرست پیش کی گئی ہے جن میں مولانا کی تینوں زبانوں یعنی عربی، فارسی اور اردو تصنیفات کو شامل کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اب میں "من لم یشکر الناس لم یشکر الله" کے تحت ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتی ہوں جنہوں نے اس کام میں میری معاونت فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اشخاص کے شکریہ سے پہلے میں بارگاہِ ایزدی میں بصد شکر اپنی گردن خم کرتی ہوں جس کی مدد اور رحم و کرم کے بغیر قلم کو جنبش بھی نہیں دے سکتی تھی۔ اب میں اپنے استاد محترم پروفیسر ابو حاتم خاں صاحب کے حضور ارمغانِ تشکر پیش کرتی ہوں جنہوں نے اس موضوع پر اپنی زیر نگرانی کام کرنے کے لیے میری حوصلہ افزائی کی اگر آپ کی پدرانہ شفقتیں اور پرخلوص رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو شاید یہ مقالہ تکمیل کو نہ پہنچ پاتا۔ پروفیسر نسیمہ فاروقی (صدر شعبہ عربی) کی بھی میں انتہائی شکر گزار ہوں جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی نے میرے قدم کو رکنے نہ دیا بلکہ آگے بڑھنے کی ترغیب دی۔ اپنی مشفق پروفیسر رفعت جمال صاحبہ کی تہہ دل سے ممنون ہوں۔ ان کے لیے میرے پاس شکریہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ٹھیک ویسا ہی ہے جیسے والدین کا شکریہ ادا کرنا۔ میں صرف یہی کہوں گی کہ ان کی جھڑکیاں بھی میرے رخشِ قلم کے لیے مہمیز ثابت ہوئیں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں ڈاکٹر وزیر حسن صاحب کا جو وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ بس میں اپنے ان تمام محسنوں کے لئے یہی کہنا چاہتی ہوں خدا ان سب کو جزائے خیر دے اور ہر طرح کی مشکلات و آفات سے بچائے جنھوں نے وقتاً فوقتاً اس علمی کام میں مجھ سے تعاون کیا۔ اب میں اپنے ان تمام اساتذہ کرام کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اپنے مفید مشوروں کے ذریعہ میری حوصلہ افزائی کی جن میں صدر شعبہ فارسی شمیم اختر صاحبہ، صدر شعبہ اردو نسیم احمد اور ڈاکٹر عبد السلیم صاحب اور پروفیسر کمال الدین صاحب کی بے حد ممنون ہوں۔

میں پاکستان کے ان دانشوروں کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ سے متعلق اپنی قیمتی آرا، کتب و رسائل وغیرہ بذریعۂ ڈاک ارسال کر کے اس کام کی تکمیل میں معاونت کی۔ ایسے لوگوں میں سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) سرفہرست ہیں۔ انہوں نے میری فرمائش پر کتابیں، مقالات اور رسائل بھیج کر میری بھرپور مدد فرمائی۔ میں ان کی انتہائی شکر گزار ہوں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں مرحوم پروفیسر محمد مسعود صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر پاکستان) کا کہ انہوں نے کراچی میں ایک کانفرنس کے دوران مجھے اپنی قیمتی اور مفید آراء سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین۔ میں شکر گزار ہوں ظہور حسن ازھری صاحب (ڈین، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کی۔ انہوں نے بھی مجھے ابتدائی مرحلے مین اپنے مفید مشورے سے نوازا۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب کا بھی شکریہ ادا کرنا بے حد ضروری ہے جنہوں نے میری ضرورت کے تحت اپنی تمام مصروفیات کے باوجود اپنی کتاب "تذکرہ نعت گویانِ بریلی" بھیجا جس سے میں نے استفادہ کیا۔ "ایڈیٹر افکارِ رضا" زبیر احمد قادری نے بھی مواد کی فراہمی میں میری بہت مدد کی۔ جن کی میں انتہائی شکر گزار ہوں۔ ساتھ ہی ڈاکٹر محمود حسین (ریڈر بریلی کالج، بریلی)، اختر رضا ازھری، عبد السلام مدنی (شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، بنارس) کی بھی بے حد ممنون ہوں۔

میں اپنے استاد محترم مولانا امیر حمزہ مرحوم کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض عین سمجھتی ہوں۔ یہ وہ پہلی شخصیت ہے جن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور حروف ابجد کے پڑھنے سے لے کر قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کا درس لیا۔ جن کے سایۂ عاطفت

Marfat.com

میں رہ کر میں نے عربی زبان سیکھی۔ جنہوں نے فارسی میں گلستاں، بوستاں اور کریما جیسی معروف کتابیں پڑھائیں۔ ان کے بارے میں لکھتے وقت میری آنکھیں اشک ریز ہو رہی ہیں اور قلم میں لرزش پیدا ہو رہی ہے۔ بس میں یہی کہنا چاہوں گی کہ ایسی شخصیتیں کم پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے:

"آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے"

آخر میں میں اپنے والدین کے شکریہ کا محض فرض ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی مہربانیوں اور شفقتوں کے آگے لفظ شکریہ ویسا ہی ہے جیسے سمندر کے آگے ایک قطرہ:

"تری حیات کی ہر دوپہر میں خنکی ہو
ہر ایک رات میں قندیل ماہتاب جلے"

میں اپنے بڑے بھائی ریاض احمد کی بھی انتہائی شکرگزار ہوں جنہوں نے میری ہر طرح سے مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

پروف ریڈنگ میں سینٹرل ہندو سکول کی جن طالبات نے میری مدد کی وہ بھی میرے شکریہ کی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شادمانیوں اور کامرانیوں سے سرفراز کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

Marfat.com

—۱—

بریلی کا جغرافیائی، تاریخی، ثقافتی، تہذیبی،
علمی ادبی اور مذہبی پس منظر

Marfat.com

Marfat.com

بریلی اتر پردیش کا وہ ضلع ہے جو کبھی روہیل کھنڈ ریاست کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ ۱۷۴۱ء سے ۱۷۹۴ء تک ہندوستان میں روہیل کھنڈ نام کی ایک ریاست تھی۔ شاہجہاں پور، بریلی، پیلی بھیت، رامپور، مرادآباد اور بجنور اس ریاست کے تحت تھے جو آج بھی روہیل کھنڈ کے نام سے جانی جاتی ہے۔ شہر بریلی مہابھارت میں پانچالہ سلطنت کے ایک حصہ کی شکل میں ملتا ہے۔[1] پنچالہ پنچالہ دیش کی حکومت ہمالیہ کی وادی سے جنوب میں دریائے چنبل تک پھیلی ہوئی تھی۔ پنچالہ دیس دو حصوں میں منقسم تھا۔

۱-شمالی پنچالہ ۲-جنوبی پنچالہ

بریلی شمالی پنچالہ کا ایک علاقہ تھا۔[2] پنچالہ کا دارالسلطنت اہی چھترا تھا جس کو کنگھم نے پرگنہ سرولی (ضلع بریلی) میں رام نگر متعین کیا جو مرادآباد سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جنگلوں سے گھرے ہوئے اس علاقہ پر اہیر، بھومی ہار اور بھکس آباد تھے۔ محمود غزنوی نے جب ۱۰۲۱ء میں قنوج پر حملہ کیا تو وہاں کے کھیڑیا راجپوت اس علاقہ میں داخل ہوئے اور یہاں کے باشندوں کو نکال کر خود اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کا نام کھیڑ رکھ دیا۔ بدایوں اور سنبھل نام کی دو سرکاریں مسلم حکمرانوں کی قائم کردہ تھیں، ان پر بھی کھیڑیہ راجپوت کا قبضہ تھا۔ یہاں کی زمین اور امراء کی جاگیریں بھی ان کے قبضہ میں تھیں۔[3]

بریلی پر چودہ راجاؤں کی حکومت تھی۔ مہابھارت کے بعد یہ علاقہ جین دھرم سے متاثر ہوا۔ اہچ ہتر کا قلعہ، مورتیاں اور کھنڈرات اس بات کا ثبوت ہیں۔ بودھ عہد میں پنچالہ دیس پر راجہ چیت نے قبضہ کیا۔ کھدائی کے دوران اس کے نام کے سکے برآمد ہوئے تھے۔ بودھوں کے بعد اس پر گپت خاندانوں کا قبضہ ہوا۔ ایک چینی سیاح ہیوان سانگ Huientsang 625ء میں جب رامنگر آیا تو اس نے یہاں کا ایک تذکرہ تحریر کیا جس میں ایک ہزار بودھ بھکشو اور بودھوں کے دس مندر، نو برہمنی مندر اور تین سو جوگیوں کی نشاندہی کی۔[4]

۱۵۰۰ء میں کھڑیا ٹھاکر راجہ جگت سنگھ نے موجودہ آبادی بریلی سے پورب کی طرف موضع جگت پور آباد کیا۔ پھر ۱۵۳۷ء میں راجا کے دو بیٹوں بانس دیو بریلدیو نے بریلی آباد کیا اور انہیں کے ناموں سے بانس بریلی مشہور ہوا۔ تاریخی بیانات مختلف ہیں۔ کہیں پہ لکھا ہے کہ اکبر نے خان زمان کو حکم دیا کہ افغانوں کو مطیع کرو۔ اسی زمانے میں بریلی کی بنیاد پڑی۔ بریلدیو نے ۱۵۵۰ء میں بریلی کا قلعہ بنوایا جس کا کانچ کا کنواں مشہور ہے۔ قلعہ کا نام اسی نام پر ہے جو اب (شہر کہنہ) محلہ ہے۔ شہر جہاں آباد ہوا وہ اب پرانا شہر کہلاتا ہے۔ ان کھڑیا ٹھاکروں کا زمانہ ۲۰۔ ۲۲ برس تھا۔[5]

---

1 اخبار الصنادید جلد اول، نجم الغنی خاں۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص ۵۰

2 حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی۔ ص ۴۱

3 رامپور ڈسٹرکٹ گزیٹر (انگریزی) لکھنؤ ۱۹۷۴ء، ص ۱۴۔ ۲۰

4 بریلی گزٹ۔ ص ۱۴۸۔۱۴۹

5 تاریخ روہیلکھنڈ مع تاریخ۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ۱۹۶۳ء، ص ۲۱

Marfat.com

۱۵۶۸ء میں مغلیہ سلطنت کے سورماؤں نے بریلی پر قبضہ کرلیا۔کھٹریا ٹھاکروں پر غلبہ حاصل کرنے والے ہمایوں یا اکبر بتائے جاتے ہیں کہیں ہمایوں لکھا ہے کہیں اکبر۔بابر نے ہمایوں کو ممالک مشرقی ممالک کی فتح کے لیے مقرر کیا تھا اور وہ سنبھل (مراد آباد) میں رہتا تھا ممکن ہے کہ اس نے بریلی فتح کرلیا ہو۔کہیں لکھا ہے کہ ۹۷۷ھ میں اکبر کے ایک فوجی افسر الماس علی خان نے بریلی فتح کیا۔[1]

اسی سن میں حسین خاں کھٹریہ کے ایک اکبری امیر اودھ کے جاگیر دار تھے اور کانت گولہ اس کا صدر مقام تھا۔یہ پہاڑیوں سے زبردست شکست کھائے ہوئے تھے۔اس لیے انہوں نے پہاڑیوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کئی مرتبہ اکبر کے حکم سے ان پہاڑیوں پر حملہ کیا۔باسدیو اپنے بھائی ناگدیو کے ساتھ مارا گیا اور کھٹریوں کا قلعہ گرادیا گیا۔

۱۵۷۷ء میں کانت گولہ کے بجائے بریلی صدر مقام ہوا اور بریلی کا پہلا ناظم حکیم عین الملک شیرازی مقرر ہوا۔انہوں نے اپنے عہد نظامت میں بریلی کے قلعہ کو مستحکم کیا اور باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دی۔مرائی محلہ، مرزائی باغ، مرزائی مسجد عین الملک کی یادگار ہیں جن میں مرزائی مسجد شہر کہنہ محلہ گھیر جعفر خاں میں موجود ہے جو اکبر کے حکم اور عین الملک کے اہتمام سے ۱۵۷۹ء میں تعمیر ہوئی۔یہ سن تعمیر اکبری کی رو سے اور فیضی کی روایت کے مطابق ہے۔بریلی میں یہ مسجد سب سے پہلی مسجد ہے۔[2] عین الملک کے بعد بریلی کا صوبہ دار بہرمند خاں مقرر ہوا دور اکبری ختم ہونے سے پہلے بریلی ایک بڑے پرگنہ کا صدر مقام تھا۔[3] اکبر کے بعد جہانگیر نے فرید خاں کو بریلی کا صوبہ دار مقرر کیا، فرید خاں نے بریلی سے بائیس کلومیٹر دور فرید پور کے نام سے ایک قصبہ آباد کیا جو آج بھی موجود ہے۔۱۶۵۷ء میں راجا مکرند رائے بریلی کے گورنر مقرر ہوئے۔انہوں نے اپنے نام سے مکرنپور آباد کیا۔۱۶۶۷ء میں جامع مسجد بریلی اور شاہ دانہ ولی کا مزار بھی راجا ہی نے تعمیر کروایا تھا۔[4] جب حکومت ہند کی باگ ڈور اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ میں آئی تو راجا نے بادشاہ کے نام پر عالمگیری گنج بنوایا۔[5]

بریلی مختلف ادوار میں

دورِ جہانگیری:

شیخ فرید جہانگیر کے زمانہ میں گورنر مقرر ہوئے۔اصل نام شیخ فرید تھا۔جہانگیر نے نواب فرید خطاب دیا۔فرید پور کا قلعہ

---

[1] ایضاً، ص ۲۱۔۲۲

[2] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔مولوی عبدالعزیز خاں۔۱۹۶۳ء۔ص ۲۳۔مطبوعہ میران اکیڈمی کراچی

[3] ایضاً ص ۲۴

[4] بریلی گزٹ۔ص ۱۵۳۔

[5] بریلی گزٹ۔ص ۱۵۳

Marfat.com

شیخ فرید کا ہی بنوایا ہوا ہے۔

شیخ فرید کے بعد بریلی کے حاکم سلطان علی خاں وعلی قلی خاں مقرر ہوئے۔ جہانگیر کے زمانہ میں صوفی شاہ درویش نے شہر کہنہ میں جس جگہ سکونت اختیار کی وہ صوفی ٹولہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

دور شاہجہانی

بریلی سرکار بدایوں سے متعلق تھی۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بریلی صدر مقام ہو گیا۔ کٹھریا اور جنگھارے راجپوت پریشان کرنے لگے تھے۔ سب سے پہلا حاکم عبداللہ خاں ملیح آبادی اور راجا نانک چند کھتری ساکن دہلی ہوئے۔ ۱۶۵۷ء میں مکرند رائے حاکم بن گیا۔ کلیان رائے جہانگیر حاکم فرید پور کی وفات پر اس کا بھتیجا اسلام قبول کر کے مالک بن گیا۔ دھیان سنگھ وارث کلیان رائے نے بالغ ہونے پر اس کو فرید پور کے دربار میں قتل کرا دیا۔ مکرند رائے نے دربار دہلی کے حکم رہائی کے باوجود توپ کے منہ پر رکھ اڑا دیا۔ جب یہ خبر دہلی پہنچی تو مکرند رائے گرفتار کر لیا گیا اور اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے کٹوا دی گئیں۔ اس کے بعد بریلی کا حاکم محمد رفیع مقرر ہوا۔ اس کو بھی جنگھارے راجپوتوں نے پریشان کیا آخر کار خوردیہ دیوریا (بیلپور) کے پاس لڑائی ہوئی اس لڑائی میں راجپوتوں نے شکست کھائی اور دیوریا جلا کر زمین دوز کر دی گئی۔[1]

دورِ عالمگیری

عالمگیر کے زمانے میں نانک چند کھتری ساکن دہلی کا بیٹے مکرند رائے پھر بریلی کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے بریلی کے پچھم کی طرف ساکھو کا جنگل کٹوا کر نیا شہر آباد کیا۔ قدیم آبادی پرانا شہر اور یہ نیا شہر مشہور ہوا۔ مکرند رائے جامع مسجد اور شاہ دانا کا مقبرہ بنوایا۔ اور نومحلہ مکرند رائے کی شکار گاہ تھی جو پختہ چار دیواری سے گھری ہوئی تھی۔ کنور پور اور مکرند پور محلے خود اس کے اور اس کے بھائی بھتیجوں کے نام پر آباد ہوئے۔ نئے شہر کی جامع مسجد عہد عالمگیری کی پہلی تعمیر کردہ مسجد ہے۔

روہیلوں کا عروج وزوال

اورنگ زیب کے انتقال (۱۷۰۷) کے بعد مغل حکومت کمزور پڑ گئی۔ ملک میں ہر طرف لوٹ مار اور بدامنی کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ روہیلے جو اس علاقہ میں کثرت سے موجود تھے، انہوں نے اپنی ریاست قائم کر لی۔ روہیلہ سردار داؤد[2] بریلی پر قابض ہوا۔ اور کھٹیریہ راجپوتوں کی زمینیں اور امراء کی جاگیروں کو غصب کر لیا۔ بدایوں سنبھل جیسے تمام علاقوں پر روہیلوں نے قبضہ کر لیا اور کھٹیر کا نام بدل کر علی محمد خاں نے اپنے اباؤ اجداد کے نام پر روہیل کھنڈ رکھ دیا۔ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۷۴ء تک روہیلوں

---

[1] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۴۔۲۵

[2] تفصیل کے لیے دیکھئے اخبار الصنادید۔ جلد اول۔ ص ۶۱ تا ۸۴

Marfat.com

کی حکومت رہی[1]۔ اور اس کا صدر مقام بریلی تھا۔ روہیلے بہت جنگجو اور بہادر تھے اس لیے وہ دشمنوں کا مقابلہ بھی بہت دلیری سے کرتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک ایسی جگہ کو اپنی جائے پناہ بنا رکھا تھا جو جنگل سے گھری ہوئی تھی وہاں غنیم تک کا گزر مشکل تھا اور اگر وہاں دشمن پہنچ بھی جاتے تو لڑنا مشکل ہوتا یہی وجہ ہے کہ روہیلے خطرہ محسوس کرتے تو اپنی اولاد، خاندان اور خزانے کو وہاں پہنچا دیتے۔

دھیرے دھیرے داؤد خاں، علی محمد خاں کے قتل اور انگریزوں کے ساتھ مل کر حافظ رحمت خاں کو شہید کر دینے کے بعد ۲۴ اپریل ۱۷۷۴ء میں بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہوگیا۔ شجاع الدولہ نے پورے روہیل کھنڈ کو لوٹ کر تباہ کر ڈالا۔ ایک ہزار سے زیادہ دیہات جلا کر راکھ کر دیا، ساری فصلوں کو جلا دیا، ہزاروں مویشی نذرِ آتش ہو گئے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ روہیلوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی راہ پکڑلی۔ شجاع الدولہ اپنے کو ہلاکو اور چنگیز خاں سے زیادہ ظالم ثابت کرنے کے لیے گاؤں کے گاؤں جلا کر راکھ کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے بھی شجاع الدولہ کی بے ایمانی، جھوٹ اور انسانیت سوز حرکت کی مذمت کی۔[2] والی روہیل کھنڈ حافظ رحمت خاں کی وفات کے بعد اس شہر پر ایک طویل عرصہ تک نواب آصف الدولہ، شجاع الدولہ اور نواب سعادت علی خاں کا قبضہ تھا۔

روہ، روہیلہ اور روہیل کھنڈ

جن لوگوں کی روہیل کھنڈ پر حکمرانی تھی وہ دراصل افغانی تھے۔ افغانوں نے ملک روہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ روہ ایران اور توران کے درمیان ایک پہاڑی علاقہ تھا۔ اس کی شرقی یا غربی سرحد کشمیر سے، مغربی سرحد دریائے ہلمن سے جو "ہرات" کے پاس ہے، ملتی ہے اور شمالی حد کاشغر اور جنوبی حد بھکہ بلوچستان ہے۔ روہ کے رہنے والے لوگ روہیلے کہلائے۔

بریلی کا جغرافیہ

بریلی اتر پردیش کا وہ علمی و ادبی شہر ہے جس کو روہیل کھنڈ کی راجدھانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بریلی سطح سمندر سے نینی تال کی طرف ۶۵۸۷ فٹ بلند اور فتح گنج شرقی کی طرف ۲۵۲۰ فٹ بلند ہے۔

بریلی کا حدودِ اربعہ

شمال میں نینی تال، جنوب میں بدایوں، مشرق میں پیلی بھیت اور مغرب میں رامپور رقبہ پونے سولہ میل مربع۔

---

[1] تاریخ روہیلکھنڈ۔ ڈاکٹر مصطفیٰ حسین نظامی۔ مطبوعہ۔ لکھنؤ ۱۹۸۶ء

[2] Rohilawar Shuja uddaullah, Vol, 11, pages 248 to 252

Marfat.com

اراضی کشادہ و میدان

شمال سے جنوب کی طرف ڈھال اور اس کی ہموار سطح پر بہت سے دریاؤں کی گھاٹیاں ہیں۔ یہ ضلع جنوب و مشرق کی طرف سے بہت زرخیز ہے۔ بنجر بہت کم ہے۔ لکڑی افراط ہے اور پانی ہر جگہ بہت گہرائی پر موجود ہے۔ اور آبادی بھی کثیر ہے۔

تحصیلیں: بریلی، فرید پور، نواب گنج، آنولہ۔[1]

فصلیں: یہاں خریف اور ربیع کی مختلف فصلیں اگائی جاتی ہیں۔

خریف: باجرا، مونگ، ماش، تل، جوار، مکا، کپاس، گنا۔

ربیع: گیہوں، چنا، جو، ارہر، السی، سرسوں

دریا:

رام گنگا: (قدیم نام راہب) یہ ضلع کا سب سے بڑا دریا ہے۔ ہمالیہ پہاڑ سے نکل کر گنگا میں گرتا ہے۔ جنوبی حصہ کو سیراب کرتا ہے۔ مغرب سے جنوب مشرق کی طرف اس کی روانی آنولہ کی تحصیل کو میر گنج اور بریلی کی تحصیل سے جدا کرتا ہے۔

ارل: یہ دریا پرگنہ آنولہ سے گزر کر بدایوں میں رام گنگا سے جاملتا ہے۔

افسریا: نواب گنج اور فرید پور کی تحصیلوں میں ہو کر بہگل دریا میں گرتا ہے۔

دیوہا: دس میل نواب گنج کی حد پر اور پانچ میل فرید پور کی حد پر بہتا ہے۔

دوجوڑہ: کچھا اور غربی بہگل اور ڈکرا الکرا کے ملنے سے دوجوڑہ بریلی کے قریب بہتی ہے۔ اور میر گنج کی سرحد ہوتی ہوئی میران پور رام پور گنگا سے مل جاتی ہے۔

سنکھا: ضلع بریلی کے مغرب و شمال کی طرف بہتا ہے۔ فتح گنج غربی کے پاس اس پر ریل کا پل بنا ہے۔

ڈھورنیاں: یہ نواب گنج بھوجو پورہ میں بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں ملتی ہے۔

نکلیا: نواب گنج کے شمال سے نکل کر جنوب کی طرف بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں مل جاتی ہے۔

شرقی بہگل: یہ نواب گنج سے گزر کر شاہجہانپور کے ضلع میں رام گنگا میں جاملتی ہے۔[2]

مشہور مقام اور قبضے

پرگنہ اجاون: اکبر کے زمانہ میں یہ بڑا پرگنہ تھا۔ اور رام گنگا تک پھیلا ہوا تھا۔ لیکن اب سب سے چھوٹا پرہے اور جو کچھ بچا ہے

---

[1] تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی ۱۹۶۳ء ص ۲۱۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲

[2] تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۳۲

Marfat.com

اس کا نام سندھولی ہے۔

علی گنج: یہ علی محمد خاں کے نام پر ہے۔ اور بریلی آنولہ سڑک پر واقع ہے۔ مرزا حیدر بیگ خاں نائب آصف الدولہ نے بازار بنوایا اور حید رگنج نام رکھا۔

آنولہ: آنولہ کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نام پڑا۔ آنولہ پہلے بدایوں سرکار میں پھر مراد اباد میں پرگنہ منونہ کے نام پر تھا۔ ۱۸۰۶ء میں بریلی منتقل ہوا۔ یہ بریلی سے سترہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اترچھیڈی: اترچھیڈی کھیڑیوں کا بڑا قلعہ تھا ٹھاکر گڑھا س کے نام پر یہ قلعہ اٹھارویں صدی عیسوی میں تباہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ سعد اللہ خاں ولد علی محمد خاں نے دوسری گڑھی بنوائی۔ جس کے اب کچھ نشانات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ گڑھی کا رقبہ ۱۱۴ ایکڑ تھا۔ اترچھیڈی والے ٹھاکر اس کھڑک سنگھ کی اولاد ہیں جس نے سلطان دہلی کے چند معتمدوں کو حالت سفر میں قتل کرا دیا تھا۔ اسی لیے سلطان نے کھڑک سنگھ پر ایک سخت ہولناک حملہ کیا لیکن کھڑک سنگھ پہاڑوں کی طرف بھاگ گیا۔ ۱۳۹۹ء میں امیر تیمور یہ کے حملہ کے وقت کھڑک سنگھ کو پھر موقع مل گیا۔ اس نے اپنے ملک پر قبضہ کر کے اہروں کو شاہجہاں پور کی طرف بھگا دیا!

سعد اللہ گنج: یہ سعد اللہ خاں کا آباد کیا ہوا ہے دریا کے دوسری پار ہے۔

بہیڑی: ۱۸۴۳ء میں بہیڑی تحصیل قائم ہوئی۔ رام لیلا کا میلہ بہت دھوم دھام سے یہاں منایا جاتا ہے۔

پرگنہ بلیا: اس پرگنہ کو روہیلوں نے کرور میں شامل کر لیا تھا۔ ۱۸۱۴ء تک کرور میں رہا۔ اس کے بعد سلیم پور منتقل ہو گیا۔ ۱۸۲۸ء میں جب سہوان ضلع بنا تو بلیا ضلع بریلی میں شامل ہو گیا۔

پرگنہ چومحلہ: یہ پرگنہ چاچیٹ کے جنوب میں تھمنہ دوندے خاں کے پاس تھا۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ چاچیٹ کا یہ علاقہ ۱۷۷۴ء میں فیض اللہ خاں کی جاگیر میں شامل تھا۔ ۱۷۹۴ء میں یہ علاقہ نواب وزیر کی جاگیر ہوئی۔ ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس آگیا اس کے بعد چاچیٹ کا یہ علاقہ راجہ کاشی پور کے مورثوں کی جاگیر میں شامل ہو گیا۔ ۱۸۶۶ء تک اس کے پاس رہا۔ پھر انگریزوں نے بڑھے پور ریاست (بجنور) سے تبادلہ کر لیا۔

فرید پور: شیخ فرید نے عہد جہانگیر میں فرید پور کا قلعہ بنوایا اور فرید پور نام رکھا۔ پہلے رمپورہ نام تھا۔ شیخ فرید عہد جہانگیری میں بریلی کے گورنر تھے۔ یہ علاقہ ان کھیڑے ٹھگروں کا آباد کیا ہوا ہے جو بریلی سے نکال دیے گئے تھے۔ فرید پور پہلے پرگنہ کرور کا جزو تھا۔ لیکن جنوبی حصہ ایک علیحدہ پرگنہ بن گیا جو ٹسوا کہلایا۔ ۱۸۲۵ء میں ایک تحصیل ٹسوا فرید پور گئی۔ یہ بریلی سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔

فتح گنج شرقی: ۱۸۲۷ء میں بشپ ہیبر نے اس کچی چار دیواری کا تذکرہ کیا ہے جو فتح گنج کے گرد بنی ہوئی تھی۔ یہ اب نابود ہے۔ قصبہ کے باہر مغرب کی طرف ایک شاندار باغ ہے جو حافظ رحمت کے افسران کا لگایا ہوا بتایا جاتا ہے۔ روہیلہ اور شجاع الدولہ کی

---

[1] بریلی گزٹ۔

Marfat.com

جنگ کے بعد موضع لاہی کھیڑہ کا نام فتح گنج رکھا گیا۔

گینی: بریلی سے غرب کو دریائے رام گنگا کے کنارے واقع ہے۔

شیو پوری: یہ راجا کی شیو پوری کہلاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو کسی چوہان راجپوت نے بسایا تھا جس کا نام امید سنگھ تھا۔ بعد میں یہاں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

میر گنج: یہ قصبہ بریلی سے ۲۱ میل پر واقع ہے۔ ۱۸۶۳ء میں دونکا سے تحصیل یہاں آئی۔ اب یہاں سے بھی تحصیل ٹوٹ کر بریلی تحصیل میں شامل ہو گئی۔ روہیلوں کے زمانے میں صرف بازار کی وجہ سے آباد کیا گیا تھا۔ اس کو میر خان بابر نے آباد کیا تھا۔

ڈریاول: یہ علاقہ تحصیل بریلی سے پانچ میل پورب کی طرف واقع ہے۔

بہار: یہ بریلی سے تین چار میل پر شمال کی طرف سرکٹ پختہ کے کنارے واقع ہے۔ یہاں پر جیٹھ کے پہلے اتوار کو پیر بہوڑھ کا میلا لگتا ہے۔

نیک پور: شہر سے قریب جنوب کی طرف واقع ہے۔ یہ آبادی محمد مسیح کی بسائی ہوئی ہے۔ انتقال کے بعد محمد مسیح کو خیر اندیش خاں کا خطاب ملا تھا۔ اس سے پہلے آپ کا خطاب نیک اندیش خاں تھا۔ لہٰذا اسی وجہ سے اس علاقہ کا نام نیک پور ہے۔ اس کے علاوہ محمد مسیح نے ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا تھا جس کا نام خیر نگر تھا۔

سرولی: یہ قصبہ تحصیل آنولہ میں رام گنگا کے کنارے آباد ہے۔ سرولی کے مغرب میں زگن شاہ کا ایک مقبرہ ہے جو بہت تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس مقبرے کی تباہ شدہ دیواریں بے شمار بچھوؤں کا مسکن ہے۔ یہاں کے باشندوں کا عقیدہ ہے کہ شاہ صاحب کے فیض سے یہ بچھو بالکل نقصان نہیں پہنچاتے۔

فتح گنج غربی: یہ تحصیل بریلی میں رامپور روڈ پر واقع ہے۔ ۱۷۹۴ء میں جنگ روہیلہ اور فوج انگریزی امدادی نواب وزیر کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ بھٹونو گواں ملا کر فتح گنج بنایا گیا۔ یہاں ان پندرہ انگریز افسران کی یادگار مین کتبہ لگا ہوا ہے جو اس لڑائی میں مارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ نجو خاں بلند خاں روہیلہ سرداروں کا مقبرہ بھی ہے۔

سینتھل: یہ سید امان اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ انہیں کسی دہلی کی سلطان سے جاگیر ملی ہوئی تھی۔ یہاں چراغ علی شاہ درویش کا مقبرہ ہے جن کے مزار پر کاتک میں کئی روز تک، عرس و میلہ لگا رہتا ہے۔ یہ مزار پختہ ہے جسے ذوالفقار خاں ولد حافظ رحمت نے بنوایا تھا۔

نواب گنج: یہ بریلی سے ۱۸ میل کے فاصلے پر شمالی شرقی کونے پر ہے۔ ۱۸۱۵ء میں تحصیل بریلی سے ایک حصہ الگ کر کے یہ نئی تحصیل قائم کی گئی تھی۔ دسہرہ کے موقع پر یہاں بہت بڑا میلا ہوتا ہے۔ ۱۷۷۵ء میں نواب وزیر نے نواب گنج بازار بنوایا تھا۔ عہد آصف الدولہ میں نواب گنج آباد ہوا۔

رچھا: ایک راجپوت سردار رادھا جیت نے اس کو آباد کیا۔ یہاں جیٹھ کے مہینہ میں پیر بہوڑھ کا میلا ہوتا ہے۔ اس کے

Marfat.com

قریب ٹانڈہ ہے جسے بنجاروں نے اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بسایا تھا۔ پرگنہ رچھا روہیلوں نے بنایا تھا۔ فیض اللہ خاں والی رامپور نے اس پرگنہ کا کچھ حصہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ ۱۷۹۴ء میں رامپور سے اس پرگنہ کو الگ کر دیا گیا تھا اور اس پر نواب وزیر کا قبضہ ہو گیا۔ اور اس کو ضلع بریلی میں شامل کر دیا۔ ۱۸۲۵ء میں جب ایک شمالی قسمت بنائی گئی تو رچھا کو بریلی سے الگ کر دیا گیا لیکن ۴۲ ۔ ۱۸۴۱ء میں پھر اس کو بریلی میں شامل کر دیا گیا۔[1]

سرولی شمالی: سرولی پہلے پرگنہ بریسر کے نام سے مشہور تھا۔ اور مراد آباد کے ضلع میں شامل تھا۔ ۱۸۳۵ء میں بریلی میں شامل ہوا۔ سرولی شمالی میں پرگنہ اجاون کے کئی گاؤں شامل تھے ۱۸۶۰ء میں اس کا رقبہ کم ہو گیا اس کا ایک حصہ نواب رامپور کو بطور انعام غدر کے زمانے میں برطانوی حکومت کی قابل قدر خدمات کے صلہ میں دیا گیا۔

یہاں کے پانڈے برہمن اپنے کو ایک سورجی عورت کی اولاد بتاتے ہیں جس نے سرولی آباد کی۔ کہا جاتا ہے کہ کسی دہلی کے سلطان نے اسے یہ جاگیر دی تھی جو سورجی کی ان خدمات کا صلہ تھی جو اس نے سلطان کے لشکر کی رسد کی فراہمی میں مدد دی تھی اس وقت جب کہ سلطان نے کھیڑ پر حملہ کیا تھا۔

سردار نگر: یہ پانور راجپوتوں کی بستی تھی۔ ان کا قول ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ مہیپت سنگھ کو سات گاؤں جاگیر میں ملے تھے ان میں سے ایک گاؤں کرپانوں تھا۔ جو اب سردار نگر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر مہیپت نے اپنا قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ مہیپت کے بعد اس کے لڑکے پرتاپ سنگھ کے زمانہ میں اس پر یہاں کے چھوٹے۔ چھوٹے زمینداروں نے قبضہ کر لیا تھا۔ پرتاپ سنگھ اس وقت دہلی میں تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے زمینداروں کو یہاں سے نکال باہر کیا اور ایک دوسرا قلعہ سردار نگر کے جنوب شرق کی طرف بڈری کے نام سے تعمیر کرایا۔ اس کے ورثاء کا قبضہ اس پر اودھ کے عہد حکومت تک رہا اور اسی زمانہ میں اس کا استیصال کر دیا گیا لیکن آج تک بڈری اور سردار نگر کی کچھ چیزوں پر ان کے ورثاء کا قبضہ چلا آرہا ہے۔

شاہی: شاہی پرانی آبادی ہے۔ مسلمانوں نے اسے اکبر کے زمانے میں یا اس سے پہلے فتح کیا۔ پرانی یادگاروں میں صرف ایک مندر ہے۔ ۱۸۲۴ء تک یہاں تحصیل رہی۔ شاہی اکبر کے زمانے میں بھی پرگنہ تھا۔ ۱۸۲۵ء تک یہ علیحدہ تحصیل بن گئی۔

سشن گڑھ: بشپ ہبر نے ۱۸۲۴ء میں سشن گڑھ کو ایک پامال ویرانہ اور بے حقیقت موضع لکھا ہے۔ اور ایک برباد شدہ قلعہ کا نشان بتایا ہے۔ یہ قلعہ کٹھریوں کی پشت پناہ تھا۔ اس کے علاوہ سشن گڑھ کے راجگان اس میں مدتوں اقامت گزیں رہے۔ اب صرف ان راجاؤں کے خاندان کا نام باقی ہے۔ سشن گڑھ کا نام آج بھی اس قلعہ کے وجود کی شہادت دیتا ہے۔

سرمانواں: یہ وہ گاؤں ہے جس کے نام پر اس موضع کا نام پڑا۔ یہ کٹھریوں کا صدر مقام تھا۔ انگریزوں کے ورود کے وقت کٹھریہ راجہ اس علاقہ کے تعلق دار تھے۔ اب اس کا نام منصور پور ہے اور رامپور میں شامل ہے ۱۸۶۰ء میں جو ۲۱ مواضع نواب رامپور کو

---

[1] تاریخ بریلی گلزاری لال۔ ص ۲

١٥٩٢٢٣

Marfat.com

دیے گئے یہ ان میں سے ایک ہے۔ سرسانواں کے راجگان اکبر کے عہد حکومت میں ترک سکونت کر کے سشن گڑھ چلے گئے تھے۔ مگر روہیلوں کے زمانے میں انہیں کا قبضہ تھا۔ ۱۷۷۴ء میں نواب فیض اللہ خاں (والی رامپور) کی جاگیر میں شامل ہوا۔ انہوں نے متعدد مقامات اس میں سے نکال کر چومحلہ پرگنہ میں شامل کیا۔ ۱۷۹۴ء میں نواب وزیر نے اسے واپس لے لیا اور ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو دے دیا۔

شیر گڑھ: یہ چار گاؤں سے مل کر بنا تھا لیکن اب الگ الگ ہو گیا ہے۔ اس علاقہ میں کھیڑ آباد ہیں۔ ان چار گاؤں میں سے ایک پرانا گاؤں ہے جو کابر کے ہندوؤں کے قدیمی اقتدار کا گہوارہ کہلاتا ہے۔ ۲۵ فٹ بلند اور ۳۰۰ گز قطر، اس کے چاروں طرف ۵۰ سے لیکر ۱۰۰ فٹ تک چوڑائی کی کھدائی ہوئی ہے۔ چوٹی پر کسی مستطیل کی شکل کی عمارت کی بنیادیں بھی موجود ہیں۔ شیر شاہ نے کابر کے مشرق میں قلعہ شیر گڑھ کے نام سے ایک قلعہ بنوایا تھا۔

روایت ہے کہ یہ قبضہ راجپوتوں سے ۱۳۱۲ء میں چھینا گیا۔ جب کہ سلطان علاء الدین خلجی حدودِ ہند میں حکمران تھا۔ امیر خسرو دہلوی شاعر لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۰ء میں جلال الدین نے اس پر قبضہ کیا لیکن ہندوؤں نے اسے پھر واپس لیا۔ اور پھر علاء الدین نے دوبارہ اس کی تسخیر کی۔ اس کی واپسی فیروز شاہ کی زمانے میں ہوئی جب کہ کھیڑیوں کو شمال کی طرف بھگا دیا گیا۔ کھیڑیوں نے کابر میں پھر مقابلہ کیا۔ اور اس کے بعد جنگلوں میں لڑتے رہے۔ حتٰی کہ شیر شاہ نے ان کا خاتمہ کیا۔ شیر شاہ کی فوجیں خواص خاں کے زیرِ قیادت کھیڑیوں کے مقابل ہوئیں۔ خواص خاں کی یاد میں ایک خوبصورت تالاب شیر گڑھ کے جنوب میں خواص تال کے نام سے ہے۔

اسلام پور شیر شاہ کے لڑکے کے نام پر آباد ہوا۔ اس کے شمال میں ایک اتھلے پانی کی دھجیری سی ہے جو رام ساگر کہلاتی ہے اور شمال مغرب کی طرف ایک تالاب ہے جو رانی تال کہلاتا ہے۔

جنرل کننگھم نے ۱۸۶۳ء میں ہندو آثارِ قدیمہ کی تلاش کے سلسلے میں اس جگہ کی بھی تلاش کی مگر نویں اور دسویں صدی کے چند سکوں اور دو چھوٹے۔ چھوٹے پتھر کے بتوں کے علاوہ اور کچھ ساماں اس کے ہاتھ نہ لگا۔ ان بتوں میں ایک بت درگا کا تھا جو مہشا سر نامی دیو کو قتل کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور دوسرے بت کے خط و خال محو و نابود ہو چکے تھے۔

مقامی روایت کے مطابق کابر راجہ بین کا دار السلطنت تھا۔ اس کی رانی کیتکی یا سندری کے نام سے مشہور تھی۔ شیر گڑھ ۱۷۷۴ء میں فیض اللہ خاں کو دیا گیا۔ ۱۷۹۴ء میں وزیر اودھ نے لے لیا۔ اور پھر ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو مل گیا۔

منونہ: چوہانوں کے پاس چار گاؤں تھے۔ برحوذ دار پور، لال پور، شاہمیر پور اور منونہ خاص۔ ۱۸۶۸ء میں یہ چاروں گاؤں ضم کر دیے گئے۔

کیارہ: یہ جنگھارہ راجپوتوں کا صدر مقام تھا۔ یہ بریلی کی جنوبی سڑک پختہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے واقع ہے۔

گورگانوہ: یہ اہیروں کی بستی ہے جو اپنا مورث اعلیٰ پانڈوں کوروں کے گرو کو بتاتے ہیں۔ اور اسی گرو کے نام پر گورگانوں آباد ہوا۔

Marfat.com

حافظ گنج: ۱۷۵۵ء میں حافظ رحمت خاں نے اس علاقہ کو بسایا۔ یہاں پر حافظ الملک کی تعمیر کرائی ہوئی محل سرا، مسجد اور دو کانیں تھیں۔ ان نشانیوں میں محل سرا اب باقی نہیں ہے۔

رامنگر: یہاں ایک قلعہ ہے جو چھترپور کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام مہابھارت میں سلطنت شمالی پنچالہ کی راجدھانی لکھا ہے۔ درونا چاریہ نے یہاں کے راجہ دروپد پر فتح حاصل کی سنہ ۳۳۰ء سے بودھ راجاؤں کی حکمرانی ہوئی۔ پھر راجا چھونا کو الہ آباد کے سمندرگپت نے فتح کیا۔ اور اس وقت سے گپت خاندان فرمانروا رہا۔ پھر یہ سلطنت قنوج میں شامل ہوگئی۔ گیارہویں صدی میں بدایوں کے راٹھور راجاؤں کے قبضے میں آگئی۔ سنہ ۶۳۵ء اور اس کے صدیوں بعد تک یہاں جنگل تھا جس کو اہیروں اور گوجروں نے صاف کیا اور اہیروں نے یہاں گوالپاسدہ بسایا۔ مثلث شکل کی چار دیواری ۲ر۳۱ کے گرد جنوب میں رامنگر تک، شمال میں عالم پور کورٹ یعنی نصرت گنج تک اور پورب میں پپرپا تک۔ ہوس سانگ چینی سیاح (سنہ ۶۳۴ء) نے لکھا ہے کہ دس بودھ مذہب کے عبادت خانے مع ہزارہا بچاریوں کے اور نوشیوالے تھے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر فوریر نے لکھا ہے کہ رامنگر سے تھوڑی دور شمال کی طرف پارس ناتھ کا مندر ہے اس میں جین مذہب کی ننگی مورتیاں ہیں۔ اس کے علاوہ بادشاہوں اور راجاؤں کے سونے چاندی کے سکے بھی ملتے ہیں۔ چینی سیاح کا بیان ہے کہ سان پولا ایک تال ہے ناگ ہردے اس کا نام ہے اس جگہ بودھ نے ناگ راجہ کو تبدیل مذہب کے لیے سات دن تک لگاتار تلقین کی۔ اس کا بیان ہے کہ اشوک نے اس جگہ بہت بڑا استوپ بنوایا تھا۔ یہ جگہ ہندوستان کی متبرک جگہ تصور کی جاتی ہے۔ یہاں پر بہت سے ہندو خاندان کی حکومت رہی ہے۔

یہاں بعض سکے شروع زمانے کے پٹھانوں کے بھی ملتے ہیں۔ جئے ہو پر کو غیاث الدین تغلق کی ایک اشرفی ملی۔ غالباً تغلق یا فیروز تغلق نے اس قلعہ پر سنہ ۱۲۶۶ء میں قبضہ کیا۔ سنہ ۱۷۴۵ء میں علی محمد خاں نے اس قلعہ کو پھر سے بنانا چاہا لیکن کثیر رقم خرچ ہونے کی وجہ سے یہ خیال ترک کر دیا۔

اس قلعہ کی کھدائی سنہ ۱۸۳۳ء سے شروع ہوئی۔ ۶۳۔سنہ ۱۸۶۲ء میں جنرل کننگھم نے اس کا بغور معائنہ کیا۔ بھیم گنج زیادہ مشہور ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو فٹ زمین سے بلند ہے۔ اس کھدائی میں کتبہ ایسا برآمد ہوا جو گپت رسم الخط میں تھا۔ رام نگر سے شمال کی طرف جینیوں کا مندر ہے۔ چیت کے مہینے میں ملک کے مختلف اطراف سے جین لوگ بڑی تعداد میں یہاں آتے ہیں۔[1]

بعض تاریخی آثار

حویلی دیوان مانرائے: یہ حویلی روہیلہ گورنمٹ کے وزیر دیوان رائے کی تھی۔ اس حویلی میں شہزادہ عالی گہر (شاہ عالم بادشاہ دہلی) ۱۷۵۸ء میں بطور روہیلہ مہمان یہاں ٹھہرے تھے اور نواب عنایت خاں کی شادی اسی حویلی میں ہوئی تھی۔

گڑھی رو پہاڑ سنگھ: راؤ پہاڑ سنگھ بھی روہیلہ گورنمٹ کا وزیر تھا۔ ان کی بہت ہی عالی شان گڑھی تھی۔ اس کے محلات میں سے شاید

---

[1] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی۔ ۱۹۶۳ء ص ۴۳ تا ۵۴۲

Marfat.com

ہی کوئی محل باقی رہ گیا ہو۔ حالانکہ اس کی چار دیواری اور عظیم الشان پھاٹک اب کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ ان میں سے عہد روہیلہ کا صرف ایک محل باقی رہ گیا جو رفیع الدین خاں کے قبضہ میں تھا۔

پل ندی قلعہ: یہ قلعہ دیوان بہادر سنگھ کا بنوایا ہے جو بہتر حالت میں موجود ہے۔

مقبرہ شاہدانہ: اس مقبرہ کو عالمگیر کے گورنر مکرندرائے نے بنوایا تھا۔

پل دریائے سنکھا: وزیر حکومت اودھ نواب منظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں نے تعمیر کرایا تھا۔

پل دریائے بھگل: اس پل کو نواب مہدی علی خاں نے فتح گنج شرقی پر بنوایا تھا۔

انگریز فوجی قبرستان: بیالسویں رائل ہائی لینڈر جمیٹ کے جو سپاہی ۵۹ ۔ ۱۸۵۸ء میں مارے گئے تھے۔ یہ ان کا مدفن ہے۔ یہ قبرستان کچہری کمشنری سے قریب ہے۔

میدان جنگ فتح گنج غربی: ۱۴ اکتوبر ۱۷۹۴ء میں روہیلہ اور انگریزی فوج کے جنگ کی یادگار میں ہے۔ اس میں نجو خاں، بلند خاں جیسے روہیلہ سرداروں کا پختہ مقبرہ ایک احاطہ کے اندر موجود ہے۔ اور جو انگریزی فوج کے افسر قتل ہوئے ان کا مدفن بھی ان کے ناموں کے ساتھ ایک احاطہ میں ہے۔ اور وہاں ایک مینار بھی ہے۔

مقبرہ حافظ رحمت خاں: شہر سے غربی جانب باقر گنج خاں محمد خاں کے باغ میں راؤ پہاڑ سنگھ نے ۱۷۷۵ء میں مقبرہ کی تعمیر کی ابتداء کی۔ حافظ رحمت خاں کے بیٹے ذوالفقار خاں نے چھپر کھٹ بنوایا۔ اور بیٹی نے ۱۸۳۴ء میں مرمت اور پلستر کرایا۔ حافظ محمد یار خاں پر حافظ رحمت خاں نے دروازہ بنوایا۔ مسٹر کیڈل کمشنر نے ۱۸۹۱ء میں دوبارہ مرمت کرائی۔[1]

آنولہ

لال مقبرہ: رقبہ منونہ میں فتح خاں خانساماں کا مقبرہ ہے۔

علی محمد خاں کا مقبرہ: اس مقبرہ کو حافظ رحمت خاں نے بنوایا تھا جو نہایت مستحکم اور شاندار عمارت مع تالاب کے ہے۔

مشہور مسجدیں

مرزائی مسجد: بریلی میں اسلامی حکومت کے زمانے کی پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کو اکبر کے گورنر حکیم عین الملک شیرازی نے ۱۵۷۹ء میں بنوائی تھی۔ یہ مسجد مرزائی محلہ (گھیر جعفر خاں) شہر کہنہ میں موجود ہے۔ ۱۷۵۰ء میں حقداد خاں نے مرمت کرائی۔

تاریخ تعمیر: ساعی کار خیر عین الملک ساخت مسجد بامر اکبر شاہ
مومناں راست سال تاریخش ۔ فاسجد وخالصاً لوجہ اللہ

---

[1] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء۔ ص ۵۰

Marfat.com

مسجد جہان خاں: اس مسجد کو ۱۶۷۰ء میں جہاں خاں لودھی پٹھان نے محلہ لودھی میں تعمیر کرایا جو بلند کرسی پر نہایت مستحکم اور شاندار ہے۔ اس میں پختہ کنواں بھی ہے۔ جس وقت یہ مسجد تعمیر ہوئی اسی وقت نواب رحمت خاں روہیلہ کی حکومت ہوئی اور اس کے بیس سال بعد تک حکومت رہی۔

تاریخ تعمیر:

مسجد جہاں خاں کہ بپا کرد چوں خلیل
ابہر خدا بساختہ چوں کعبہ جلال
تاریخ آں زہجرت جستم خرد بگفت
ابو دست یک ہزار و صد و شصت و ہف [1]

مسجد چاند خاں: شفیع علی خان شیوخ کے مورث اعلیٰ چاند خاں آصف الدولہ کے زمانہ میں بریلی آئے انہوں نے اپنے ہی نام سے کٹرہ چاند خاں آباد کیا۔ اور مسجد چاند خاں بھی تعمیر کرائی۔ تاریخ تعمیر۔

بریں بنی چاند خاں بامراد بنا سجدہ گہ کرد بہر نماز
بعاجز رفیق و تمکیں شفیق خرد گفت مسجد گہ بیت العتیق

مسجد نو محلہ: قدیم مسجد چھوٹی تھی۔ بریلی کے نائب تحصیل دار مرزا نظیر بیگ کی کوشش سے اس مسجد کا اگلا دالان بنا۔ کچھ عرصہ کے بعد کلیتاً خاں بہادر سردار محمد رحیم داد خاں کی مالی امداد سے نہایت کشادہ اور شاندار مسجد مع پختہ احاطہ اور حوض کے تیار ہوئی۔ مسجد کے احاطۂ پختہ کے اندر مشرق کی جانب سادات نو محلہ کا خاندانی قبرستان ہے۔

مسجد شیعیان: یہ مسجد عہد آصف الدولہ میں باہتمام مرزا احسن رضا خاں تعمیر ہوئی۔

مسجد گوری بازار: بریلی کے گورنر بین الاسلام خاں نے اپنے عہد میں بازار قلعہ میں لب سڑک ۱۷۴۵ء میں تعمیر کرائی۔

جامع مسجد: مکرند رائے کھتری گورنر بریلی نے بازار قلعہ میں ۱۶۶۷ء میں عہد عالمگیر میں تعمیر کرائی۔

مسجد بی بی جی: حافظ رحمت خاں کی ماں نے اپنا مال و متاع فروخت کر کے محلہ بہاری پور میں یہ عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔

مسجد آزاد خاں: حافظ رحمت خاں کے پوتے (عظمت اللہ خاں کے بیٹے) نے چودھری محلہ سے قریب یہ مسجد بنوائی۔

مسجد دلیر خاں: اس مسجد کو دلیر خاں نے سرائے محلہ گلاب نگر کے دروازہ پر تعمیر کرایا۔

مسجد کیٹرہ: نواب ذو الفقار خاں کے لڑکے کے حافظ رحمت خاں کے پوتے نواب خاں بہادر خاں نے محلہ بھوڑ قانون گویان میں اس مسجد کی تعمیر کی۔

---

[1] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبد العزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۵۱۔

Marfat.com

مسجد کچہری: یہ مسجد کچہری جی کے سامنے لب سڑک ہے۔ چونکہ یہاں پر کوئی مسجد نہ تھی اس لیے لوگوں نے عام چندہ اکٹھا کیا۔ اور محمد خاں سوداگر لکڑی نے اپنی کیثر رقم خرچ کر کے یہ مسجد تعمیر کرائی۔

مسجد جنکشن: مولانا محمد رضا خاں نے خالصاً اپنے صرف سے اس مسجد کی تعمیر کرائی۔

مسجد سٹی اسٹیشن: یہاں پر نماز پڑھنے کے لیے کوئی مسجد نہ تھی۔ اس لیے لال محمد ٹھیکہ دار نے اس مسجد کی تعمیر کرائی۔

آنولہ

مسجد بارہ برجی: آنولہ روہیلہ پٹھانوں کی شوکت اور اقتدار کا گہوارہ تھا۔ ان کے عہد عروج میں سترہ سو مسجدوں کے منارے آسمان کی اونچائیوں کو چھوتے ہوئے نظر آتے تھے۔ انہیں مسجدوں میں سے یہ بارہ برجی مسجد امیر فتح خاں خانساماں کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔

مسجد احمد خاں: یہ شاندار مسجد نہایت مستحکم لب سڑک بارہ برجی مسجد کے پہلو میں ہے۔

مسجد بخشی: روہیلہ امیر بخشی سردار خاں نے محلہ کٹرہ پختہ میں مسجد تعمیر کرائی۔ اس مسجد کے صحن میں ان کی قبر بھی ہے۔

بریلی کے مشہور مندر

بریلی کے کچھ قدیم ترین مندر ہیں جو ہنود کے نزدیک انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ جیسے مندر ٹپیری، گنگا مندر، مندر چمپت رائے، مندر الکھ ناتھ۔ ٹھاکر دوارہ باغ پرگنان، منڈھی دودھا دھاری، مٹھ دیبی جی، پاول، مٹھ رائے سے دھوپا۔ مٹھ دیبی جی نیک پور، ٹھاکر دوارہ بلدیو جی۔ مندر بکڑیا ناتھ وغیرہ۔

اسلامی مدارس

روہیلاکھنڈ کے قدیم مدارس

جیسا کہ معلوم ہے کہ پہلے مسجدوں اور خانقاہوں میں تعلیم دی جاتی تھی پھر بعد میں درس و تدریس کے لئے عمارتیں بنائی جانے لگیں۔ چونکہ پورا اسلامی سرمایہ عربی زبان میں ہے اس لیے اسلامی علوم فنون اور عربی زبان جاننے کے لیے عربی مدارس کا ہونا ضروری سمجھا جانے لگا۔ اس طرح عربی مدارس قائم کیے جانے لگے۔ سب سے پہلے تاریخ میں علاء الدین خلجی کے عہد میں مدرسوں کا ذکر ملتا ہے۔

بدایوں اور روہیل کھنڈ عہد التمش سے ہی علم و ادب اور تعلیم و تعلم کا مرکز تھا۔ لیکن تاریخ دانوں نے اس وقت کی تعلیمی سرگرمیوں کو نظر انداز کر کے، صرف جنگ و جدل اور امور ملکی پر ہی توجہ دی۔ اس لیے قدیم تاریخوں میں شمس الدین التمش کے

Marfat.com

قائم کردہ مدرسہ کا ہی پتہ چلتا ہے جو ۶۲۰ھ میں بدایوں میں قائم ہوا۔ اس شہر کے دیگر مدرسوں کے بارے میں فرینکلن نے لکھا ہے:

''بدایوں کی قدیم عمارتوں کے منہدم اور ویران حصے جواب تک باقی ہیں وہ دراصل باغوں، مسجدوں، خانقاہوں اور قدیم مدرسوں کے آثار باقیہ ہیں۔''[1]

بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ مولوی حیدر علی لکھتے ہیں:

''اگرچہ شہر بانس بریلی بمقابلہ دہلی لکھنؤ، آگرہ، قصبہ ہے مگر بھی یہ قصبہ عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا۔''[2]

ابتدائے عہد اسلامی میں روہیل کھنڈ کی علمی اور تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی مبسوط مواد نظر نہیں آتا۔ عہد مغلیہ سے قبل بھی یہاں کی علمی سرگرمیاں پردہ خفا میں ہیں۔ روہیلوں کے عہد میں روہیل کھنڈ میں علوم کی اشاعت اور درس وتدریس کو بہت فروغ ملا۔ سید الطاف علی بریلوی اپنی کتاب ''حیات حافظ رحمت خاں'' میں لکھتے ہیں:

''حافظ الملک کے عہد حکومت میں روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء، فضلاء مساجد اور سرکاری مدارس میں درس وتدریس میں مشغول تھے۔ ہر ایک عالم یا فاضل کی اس کے علم وفضل کے موافق تنخواہ مقرر تھی۔ تمام مدرسوں میں کتب درسیہ بڑے بڑے علماء کے مشورہ سے حافظ الملک خود مقرر فرماتے اور طالب علموں کو مقررشدہ کتابیں حکومت کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ ملازمین کے علاوہ تمام طالب علموں کو بھی قیام وطعام کی سہولتوں کے ماسوا فرداً ایک سو روپیہ سالانہ بہ طور جیب خرچ بھی دیا جاتا تھا۔ جب طالب العلم فارغ التحصیل ہوکر درجۂ فضیلت کو پہنچ جاتے تو علماء وفضلاء اور طلباء ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر اور جلوس ترتیب دے کر اس کو حافظ الملک کے حضور میں لے جاتے۔ حافظ الملک ان تمام لوگوں کی دعوت کرتے اور دعوت کے بعد طالب علم مذکور کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار فضیلت باندھتے اور اس کو زمرہ علماء سے منسلک کرتے۔ نیز اسی روز سے جس قدر تنخواہ علماء کو دی جاتی تھی اتنی طالب علم کے لیے بھی مقرر کردی جاتی اور تعلیم وتعلم یا کوئی دوسرا کام جس سے اس کی طبیعت کو مناسبت ہوتی اس کے سپرد کردیا جاتا تھا۔ طالبانِ علم کی ایسی عدیم النظیر عزت وحرمت اور خاطرداری وہمت افزائی جیسی کہ حافظ الملک کرتے تھے شاید ہی کسی حکمران نے کی ہو۔''[3]

مدرسہ شاہجہانپور: ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرح روہیل کھنڈ میں بھی عربی مدارس قائم ہوئے۔ اس علاقہ کے اہم مدارس

---

[1] عہد شاہ عالم فرینکلن۔ ترجمہ ثناء الحق صدیقی۔ ایم۔ اے۔ شائع کردہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

[2] تاریخ روہیلاکھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز خاں۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۵۵

[3] الطاف علی بریلوی حیات وخدمات۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ ص ۵۱

Marfat.com

میں ''مدرسہ شاہجہاں پور'' ہے یہ مدرسہ حافظ رحمت خاں کا قائم کردہ ہے۔ مولوی ابوالحسنات بدری اپنی کتاب ''ہندوستان کی قدیم درسگاہیں'' میں لکھتے ہیں:

''حافظ رحمت خاں نے اپنی نوابی کے زمانہ میں روہیل کھنڈ کے مشہور شہروں کو رشک دہلی بنادیا تھا مولانا بحرالعلوم کو اصرار و التجا سے شاہجہاں پور بلوایا۔ ان کے لیے ایک خاص مدرسہ قائم کیا جس میں مولانا بیس برس تک مشغول درس و تدریس رہے''۔

مولانا بحرالعلوم حافظ رحمت خاں کے انتقال کے بعد نواب فیض اللہ خاں کے دربار سے منسلک ہوگئے اور مدرسہ عالیہ (رامپور) پرنسپل ہوئے۔

مدرسہ دارانگر: یہ مدرسہ دارانگر نجیب آباد میں نجیب الدولہ نے اس وقت قائم کیا تھا جب وہ محض ایک پرگنہ کے مالک تھے۔ انہوں نے اس چھوٹے سے علاقہ میں تقریباً ۹۰۰ نو سو عالم مفت تعلیم دینے کے لیے مقرر کیے تھے۔ اس مدرسہ کے مدرسین میں فرنگی محل لکھنو کے فارغ التحصیل علماء خصوصیات کے ساتھ شامل تھے۔ ان علماء میں ملاحسن فرنگی محلی اور ان کے استاد ملا کمال الدین سہالوی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ اسی طرح مولوی برکت اللہ الٰہ آبادی بھی مدرسہ کے اساتذہ میں شامل تھے۔

مدرسہ عالیہ رامپور: نواب فیض اللہ خاں (اولین حاکم ریاست رامپور) کا قائم کیا ہوا یہ مدرسہ ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مدرسہ کا شمار ۱۸۵۷ء سے قبل کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ اس تاریخی مدرسہ کا پہلا صدر مدرس نواب فیض اللہ خاں نے مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کو مقرر کیا تھا۔ بحرالعلوم کے رامپور سے چلے جانے کے بعد ممتاز عالم دین ملا محمد حسن اس کے صدر مدرس ہوئے۔ مدرسہ کی ایک شاندار تاریخ ہے۔ مدرسہ کے ایک پرنسپل مولوی ہدایت علی نے جنرل عظیم الدین خاں کے زمانے میں یہ کہہ کر اس وقت کے ڈھائی سو روپے ماہوار کے اعزاز کو ٹھکرا دیا کہ جہاں بے علم اہل علم کا معائنہ کریں وہاں خاکسار ہدایت علی کا کوئی کام نہیں، قصہ یہ تھا کہ جنرل عظیم الدین خاں، بحیثیت ایجنٹ جنرل ریاست مدرسہ کا معائنہ کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ جنرل صاحب بھی علوم متداولہ کے فارغ اور لائق آدمی تھے لیکن مولوی صاحب کے نزدیک وہ بحیثیت انسپکٹر مدرس نا اہل تھے۔[1]

یہ مدرسہ عالیہ عربی زبان و ادب کا بہترین اور بے مثال مرکز رہا ہے۔ یہاں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی خصوصاً معقولات کی تعلیم کے لیے ہندوستان بھر میں مشہور تھا اور ہندوستان کے ہر خطے سے طلباء یہاں پڑھنے کے لیے آتے تھے۔ مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا محمد طیب مکی، عبدالحق خیرآبادی، مفتی سعد اللہ مرادآبادی مولانا ظہور حسین رامپوری، مولانا ہدایت علی بریلوی، مولانا وزیر احمد رامپوری، مولانا عبدالسلام خاں رامپوری وغیرہ مدرسہ عالیہ کے نامور اساتذہ میں شامل ہیں۔

مدرسہ تکلی بھیت: ساڑھے تین لاکھ کے صرف سے تیار کیا ہوا جامع مسجد سے ملحق یہ مدرسہ حافظ رحمت خاں کا تعمیر کردہ ہے۔

---

[1] الطاف علی بریلوی حیات و خدمات۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۹۲ء ایجوکیشنل پریس کراچی۔ ص ۵۶

Marfat.com

ان مدارس کے علاوہ روہیل کھنڈ کے مشہور مدرسوں میں مراد آباد کا ''جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی'' اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ'' ہے جو مولانا قاسم نانوتوی کا قائم کیا ہوا ہے۔ مولانا کے ان دونوں مدرسوں سے ملک کی بہت سی نامور شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

بریلی کے مدارس

مدرسہ مصباح التھذیب: مولانا محمد احسن صاحب نے مقامی و بیرونی حضرات کی سعی سے ایک مدرسہ ''مصباح التھذیب'' کے تاریخی نام سے ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے۔ ان کے علاوہ مولوی یعقوب علی خاں، مظفر علی خاں، شیخ احمد حسن پنجابی، سردار احمد امروہوی اور مولوی عبدالقدیر وغیرہ مہتمم و مدرسِ اعلیٰ رہے ہیں۔

یہ مدرسہ دن بہ دن ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی دو شاخیں شہر کہنہ (بریلی) میں قائم ہوئیں۔ اس مدرسہ میں مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے۔ شہر کہنہ کے لوگ اس مدرسہ کی ترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ بعد میں بعض مسائل میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہوگئی۔ مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ مولوی محمد احسن نانوتوی نے عقائد اہل سنت کے امکان نظیر کے مسئلہ کو اٹھایا جس کی وجہ سے اختلاف شروع ہوگیا۔ مخالفت کرنے والوں میں مولانا نقی علی کا نام سرِفہرست ہے۔ انہوں نے اس مدرسہ کے جواب میں ''مدرسہ اہل سنت'' کے نام سے ایک دوسری درس گاہ قائم کی۔ اس مخالفت کے بعد یہ مدرسہ ''مصباح التھذیب'' کے نام سے ختم ہوکر ''مصباح العلوم'' کے نام سے دوبارہ وجود میں آیا۔

مدرسہ منظر اسلام: مولانا احمد رضا خاں نے یہ مدرسہ ۱۹۰۴ء میں قائم کیا۔ مولانا بریلوی نے بخاری شریف کے درس سے اس مدرسہ کا افتتاح کیا۔ مولانا ظفرالدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی جیسے دو طلبہ سے اس مدرسہ کی شروعات ہوئی۔ اب یہ ننھا پودا ایک تناور درخت بن کر اب تک بے شمار طلباء کو فیض پہنچا چکا ہے۔ اس مدرسہ میں درس حدیث علوم قرآنیہ اور دیگر علوم وفنون اسلامیہ کے علاوہ حفظ قرآن مجید اور تجوید و قرات بھی شامل نصاب ہیں۔

مظہر اسلام: مولانا احمد رضا کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی سرپرستی میں ۱۹۵۷ء میں مسجد بی بی مرحومہ بریلی میں مظہر اسلام کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا جس نے تعلیمی اور روحانی خدمات انجام دیں۔

مدرسہ سرائے خام: یہ مدرسہ اشاعت العلوم کے نام سے محمد یٰسین کا قائم کردہ ہے۔ آپ کا سلسلہ محمد نصیرالدین ہمایوں شاہ دہلی تک پہنچتا ہے۔ اس مدرسہ میں حدیث فقہ، منطق، تفسیر، اصولِ فقہ اور درس قرآن وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ اشفاقیہ قاضی ٹولہ: اس مشہور اسلامی درس گاہ کے بانی مولوی اشفاق احمد ہیں۔ جو شہر کہنہ (بریلی) کے مشہور رئیس تھے۔ یہاں تعلیمات دینی کا مکمل انتظام ہے۔

Marfat.com

بریلی کی علمی وادبی سرگمیاں

بریلی علم وادب کا وہ مرکز ہے جہاں مختلف علوم وفنون نے خوب ترقی پائی۔اس سرزمین پر شعراء ادبا اور عربی زبان میں مختلف علوم پر لکھنے والے مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے۔

دیکھا جائے تو روہیل کھنڈ کے پورے علاقہ نے ہی علم وادب خاص کر عربی ادب کے فروغ میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔یہاں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ پر بھی توجہ دی گئی۔منطق اور فلسفہ پر تو بہت سی نایاب کتابیں لکھی گئیں۔کون سا ایسا علم ہے جس پر یہاں کتابیں نہ لکھی گئی ہوں۔مثلاً علم قرآن وتفیر حدیث علم فقہ علم العقائد،علم تصوف،منطق فلسفہ،طب ہندسہ،لغت، صرف،نحو،عروض،بلاغت،شعر وادب اور تاریخ وتذکرہ وغیرہ۔

شمالی ہندوستان علم وادب کا گہوارہ تھا۔یہاں عربی فارسی اور اردو میں مختلف علوم وفنون پر ایسی ایسی کتابیں مل جائیں گی جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے۔یہاں کے مسلمان تعلیم میں دوسری قوموں سے کہیں آگے تھے۔انگریز جنرل سلیمن جو ٹھگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے،جنرل کو ہندوستانیوں سے زیادہ ملنے جلنے کا اتفاق ہوا۔جنرل اس زمانے کی شمالی ہندوستان کی تعلیمی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم اتنی قدر عام ہے جس قدر زادر ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا متصوی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیراعظم اپنی اولاد کو۔اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں وہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سیکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالبِ علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے۔دستارِ فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سقراط،ارسطو،افلاطون،بقراط،جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کرسکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم''[1]

روہیل کھنڈ وہ علاقہ ہے جہاں بڑے بڑے صاحب تصنیف علماء،فضلاء،ادبا،اور شعراء پیدا ہوئے۔پروفیسر ایوب قادری اپنی کتاب''اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ میں لکھتے ہیں:

یہ علاقہ (روہیل کھنڈ) اس اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ دہلی اور لکھنو کے وسط میں واقع ہے اور دونوں مرکزوں کی علمی وادبی روایات کا امین رہا ہے۔روہیل کھنڈ میں بدایوں،سہوان،آنولہ،امروہہ،سنبھل وہ مقامات ہیں جہاں مسلمانوں کے قدم ان کی ابتدائی فتوحات کے زمانے میں پہنچے اور علماء صوفیاء نے پوری خود اعتمادی اور عزم واستقلال کے ساتھ تبلیغی،تعلیمی اور تصنیفی ادارہ کی تشکیل کی۔جب اس علاقہ پر روہیلوں کا اقتدار قائم ہوا تو دوسرے بلاد وقصبات پیلی بھیت،

---

[1] تارے روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی۔مولوی عبدالعزیز خاں۔مطبوعہ،مہران اکیڈمی ۱۹۶۳ء ص ۲۷۹۔۲۸۰

Marfat.com

اوجھیانی، سہولی، شاہجہاں پور، رام پور، مراد آباد، نجیب آباد وغیرہ علوم اسلامی اور علماء و فضلاء کی تعلیمی سرگرمیوں کے مراکز بن گئے اور وہاں درس و تدریس اور تعلیم و تعلّم کے ہنگامے گرم ہوئے۔ روہیل کھنڈ کے قدیم شہر بدایوں کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''اسلام کے علم و فضل کا مرکب جب دہلی سے آگے نکلا تو اس کی پہلی منزل بدایوں معلوم ہوتی ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین بدایونی دہلوی وہ سیاح معرفت ہیں جنہوں نے بدایوں اور دہلی کی منزلوں کو ملا دیا۔[1]

بریلی جو عہد شاہجہاں کے وقت میں بھی روہیل کھنڈ کا مرکز تھا۔ یہاں فارسی شعراء، ادباء اور علماء بکثرت موجود تھے۔ مثلاً رفیع خاں باذل، حکیم عبدالرزاق، نواب ہدایت علی صاحب دیوان شاعر تھے۔ ڈاکٹر محمد ولی الحق انصاری لکھتے ہیں:

''پہلی ذی علم شخصیت جس کا بریلی سے تعلق ہے اور جس کے بارے میں ہمیں علم ہے وہ رفیع خاں باذل ہیں جو عہد شاہجہانی میں مختلف اوقات میں صوبہ دار رہے اور ۱۶۷۹ء میں مجموعہ بریلی کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ باذل ایک پرگو اور خوش گفتار شاعر تھے، غزلیات کے علاوہ ایک مثنوی ''حملۂ حیدری'' کے بھی مصنف تھے جو حقیقتاً ''معارج النبوت'' کی منظوم شکل ہے اور جس میں شاہنامہ کی طرز پر غزوات نبوی کو نظم کیا گیا ہے جس میں بقول بندرابن خوشگو اور شاہ نواز خاں چالیس ہزار اور بقول آزاد بلگرامی نوے ہزار اشعار شامل تھے۔[2]

روہیلا کھنڈ کے فرمانرواں حافظ الملک حافظ رحمت خاں کو علم و ادب سے خاصی دلچسپی تھی۔ وہ ایک سردار سپاہی کا بھی صاحب دیوان ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ خود حافظ الملک کو پشتو، عربی، فارسی اور اردو زبان پر قدرت حاصل تھی اور ان زبانوں میں وہ شعر بھی کہتے تھے۔ الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں:

''حافظ الملک پشتو و فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے، وہ شاعر ہی نہ تھے بلکہ صاحب دیوان شاعر تھے۔''[3]

ڈاکٹر لطیف حسین ادیب اپنی تصنیف ''چند شعرائے بریلی'' میں لکھتے ہیں:

''بریلی میں شاعروں کی کثرت ہمیشہ رہی ہے میرے اندازے میں یہ تعداد چار سو کے درمیان ہے۔''[4]

سید تعظیم علی نقوی نے اپنی کتاب ''تاریخ شعراء روہیل کھنڈ'' میں ۲۴۳ شعرائے بریلی کا احوال لکھا ہے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب، حافظ رحمت خاں کے اولاد میں نواب عبدالعزیز خاں عزیز کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس وقت بریلی میں اردو شاعری قریب ڈیڑھ سو سال پرانی ہو چکی تھی شعرائے لکھنؤ کے اثرات یا درباری شاعری کے

---

[1] اردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ ص ۲۵

[2] رسالہ معارف۔ اعظم گڑھ، ص ۱۱۹۔ ۱۲۰

[3] حیات حافظ رحمت خاں۔ الطاف علی بریلوی۔ مطبوعہ۔ نظامی پریس بدایوں، ص ۲۹۷

[4] چند شعراء بریلی۔ لطیف حسین ادیب۔ ص ۱۲۵

Marfat.com

اثرات راسخ ہو چکے تھے۔ اساتذۂ دلی کا اثر بڑھ رہا تھا۔ بریلی کے گلی کوچوں میں شعراء کا دور دورہ تھا۔ امراء و نوابین کے مکانات شاعری کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ نوابین روہیلہ میں نواب احمد خاں جوش، نواب سلیمان خاں اسد وغیرہ نوابین لکھنؤ میں نواب محمد عطا حسین عطا اور متوسلین میں کرامت علی خاں شہیدی، محسن علی خاں جوش، امیر الدین آزاد وغیرہ۔ مفتیان میں سلطان حسن خاں حسن قاضی، عبدالجمیل جنون وغیرہ ایسے سخن سنج اور سخن پرور شعراء تھے جنہوں نے بریلی میں اور بریلی کے باہر اردو شاعری کو فروغ بخشا۔"[1]

روہیل کھنڈ میں بہت سے عربی کے شعراء پیدا ہوئے ہیں جن کی شاعری دیکھ کر اہل عرب بھی رشک کرتے ہیں۔ روہیل کھنڈ کے ان شعراء کرام کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے عربی، فارسی دونوں زبان میں طبع آزمائی کی۔ ان شعراء کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد ناصر خاں حشمت رامپوری
۲۔ غلام حسین رامپوری
۳۔ غلام جیلانی رفعت رامپوری
۴۔ خلیل الرحمٰن بن محمد عرفان رامپوری
۵۔ محمد طیب عرب مکی رامپوری
۶۔ عبدالعلی بن مفتی زبیر رامپوری
۷۔ احمد خاں فاخر رامپوری
۸۔ شاہ نیاز احمد بریلوی
۹۔ رضا علی خاں بریلوی
۱۰۔ احمد رضا خاں بریلوی
۱۱۔ فیض احمد بدایونی
۱۲۔ مولوی محمد اعجاز احمد بدایونی
۱۳۔ فیض حق خیرآبادی
۱۴۔ فضل حق خیرآبادی
۱۵۔ مولوی اسماعیل مرادآبادی
۱۶۔ اعجاز علی امرہوی
۱۷۔ ظہور الحق بن ظہور الحسن
۱۸۔ عبدالجبار خاں آصفی
۱۹۔ حکیم الجبار خاں آصفی

بریلی کی سرزمین پر بھی بڑے بڑے پرگو شعراء پیدا ہوئے جنہوں نے تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کی۔ ان میں سے قابل ذکر درج ذیل ہیں۔

شاہ نیاز احمد نیاز: آپ کا شمار بریلی کے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ مسعود حسین نظامی نے شاہ صاحب کی سترہ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں دیوان نیاز، فارسی کا مجموعہ کلام اور قصائد عربیہ کا مجموعہ بھی شامل ہے۔ اس طرح شاہ نیاز صاحب نے اردو، فارسی کے علاوہ عربی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ آپ فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ۱۸۴۲ء سنہ ۱۲۵۰ھ کو بریلی میں انتقال ہوا۔

---

[1] چند شعراء بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ۱۲۵

Marfat.com

نمونہ کلام:

غزل ہماری پاتے ہیں کب شیخ و برہمن
اسلام وکفر سے مرے اپنا مقام ہے
مدرسے میں عاشقوں کی جس کی بسم اللہ
اس کا پہلا سبق یارو! فنا فی اللہ ہے
جسے دیکھنا ہی محال نہ تھا، اس کا نام ونشاں کہیں
سو یہ ایک ذرہ نے عشق میں ہمیں اس کا جلوہ دکھا دیا
جبھی جا کے مکتب عشق میں سبق مقام فنا لیا
جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ صاف دل سے بھلا دیا

محبت: نواب محبت خاں نام تخلص محبت۔ حافظ رحمت خاں کے فرزند تھے۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو اور پشتو زبان میں طبع آزمائی کی۔ آپ جرأت کے شاگرد تھے۔[1] اردو کے نامور شعراء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ محبت نے ایک مثنوی ''اسرارِ محبت'' (۱۱۹۷ھ/ ۸۳۔ ۱۷۸۲ء) کے نام سے لکھی جو بہت مشہور ہوئی۔ انہوں نے فارسی کا آمد نامہ بھی لکھا ہے۔ نواب آصف الدولہ محبت کے قدر دانوں میں تھے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب لکھتے ہیں:

''نواب محبت خاں محبت خاص طور سے شعراء کے سرپرست تھے اور مربی سخن کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔''[2]

نمونہ کلام:

جس کو تری انکھوں سے سروکار رہے گا
بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا
عاشقوں میں سے مجھے لکھا تو نے آج چہرا میرا بحال ہوا
آپ کچھ غیروں کو چھپ چھپ کے رقم کرتے ہیں
یہ ہو جھوٹ تو ہم ہاتھ قلم کرتے ہیں

سرشار: نام سید غلام غوث عرف عبدالصمد اور تخلص سرشار۔ شاعری میں نواب عبدالعزیز خاں عزیز کی شاگردی اختیار کی۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی۔ دیوان غیر مطبوعہ اور انتہائی ضخیم ہے۔

شہیدی: منشی کرامت علی خاں نام۔ بعض تذکروں میں عبدالرسول خاں نام بھی ملتا ہے۔ آپ مصحفی اور شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد تھے۔ نظم اور نثر دونوں صنف پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ شہیدی صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ کا دیوان طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

نالاں: مرزا محمد جان نام اور نالاں تخلص تھا۔ ان کے والد بانس بریلی کے صوبہ دار تھے۔ آپ کو بچپن سے ہی شعر و شاعری کا

---

[1] تاریخ روہیلا کھنڈ مع تاریخ بریلی۔ مولوی عبدالعزیز بریلوی۔ ۱۹۶۳ء ص ۲۹۴
[2]

Marfat.com

شوق تھا۔ مصحفی ”تذکرہ ریاض الفصحاء“ میں لکھتے ہیں:

”پیش ازیں لالہ موجی رام موجی تخلص کہ او ہم شاگرد فقیر است چندے مشورہ کردہ دو سال مشاعرہ ہم نمودہ حالا بہ فقیر رجوع تمام دارد عمرش بست و سہ سالہ خواہد بود ہے۔“[۱]

مصحفی نے نالاں کے تیرہ اشعار نقل کیے ہیں۔

نمونہ کلام:

وصل کی شب مجھے کیا یار نے سونے نہ دیا — دیدۂ مسائل دیدار نے سونے نہ دیا
گرچہ افسانے سے نیند آئی ہو مجھ کو لیکن — قصۂ عشق دلِ زار نے سونے نہ دیا

جوہر: دیوالی سنگھ جوہر بریلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ ”عمدۂ منتخبہ“ میں ان کا یہ شعر نقل ہے:

سوار نقرہ کا دریا سے کون گزرا ہے
ہلال پکڑے ہے جس کی رکاب درتہ آب

مصروف: نواب خاں بہادر خاں نام تخلص مصروف۔ آپ بہت پایہ کے شاعر اور نثر نگار تھے۔ شاعری میں جرأت کے شاگرد تھے۔ مصروف صاحب دیوان شاعر ہیں۔ لیکن ان کا دیوان ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں تلف ہوگیا۔ لیکن کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ مصروف کے دیوان کا ایک نسخہ حسرت موہانی کے ذخیرۂ کتب لکھنؤ یونیورسٹی میں موجود ہے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب کا بیان ہے کہ دیوان محفوظ ہے۔[۲]

ہمعصر تذکرہ نگاروں نے بھی نواب خاں بہادر خاں مصروف کی بے پناہ شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کا ذکر اپنے تذکروں میں کیا ہے۔ عبدالغفور نساخ اپنی کتاب ”سخن شعراء“ میں لکھتے ہیں۔

”مصروف تخلص نواب بہادر ولد نواب ذوالفقار خاں ابن حافظ رحمت خاں صوبہ دار کھیڑ باشندہ بریلی صاحب دیوان گزرے۔“[۳]

نواب خاں بہادر خاں کی ایک غزل جو ’حیاتِ حافظ رحمت خاں‘ اور ’تذکرۂ شمیم سخن‘ میں ملتی ہے وہ درج ذیل ہے:

”تا حشر خیال نہ میرا کرے گا دل — تو اس کو مل گیا تو مرا کیا کرے گا دل

---

۱ تذکرہ ریاض الفصحاء۔ مصحفی۔ مطبوعہ۔ نئی دہلی ۱۸۹۵ء۔ ص ۳۴۱

۲ ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد زرب خان، بہادر خاں شہید۔ مؤلف۔ سید مصطفیٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۶۶ء۔ ص ۱۷۳

۳ تذکرہ سخن شعراء۔ عبدالغفور نساخ۔

Marfat.com

جان وجگر تو نام کو باقی نہیں رہے
کیونکر اب اس کی زلف سے سودا کریگا دل

جان وجگر کے واسطے دیکھو کہ دوستو
کن کن خرابیوں کو نہ برپا کریگا دل

شانے کی طرح اور بھی ہو جائے گا چاک چاک
جیوں جیوں کہ اس کی زلف سنوار کرے گا دل

مصروف دیکھ! پیروی دل نہ کیجیو
میری طرح سے تجھ کو بھی رسوا کرے گا دل

شاعر کے علاوہ آپ اعلیٰ درجہ کے مصنف بھی تھے۔ افسوس ہے کہ آپ کی تصنیفات میں سے صرف ایک کتاب ہی عوام تک پہنچی اور وہ ہے ''مقاصد الصالحین''۔

وحشت: نام مرزا باقر علی خاں وحشت تخلص۔ بریلی کے رئیس خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ ''تذکرہ ریاض الفصحاء'' میں آپ کا ذکر ملتا ہے۔

نمونہ کلام:

''نقش شیریں کھود دینا یہ کوہ کن کی رمز ہے
یعنی سنگین دل نہ سمجھے کوئی پتھر سے جدا

گور لگ لگ کر لگے کیوں کر نہ دے وحشت فشار
ایک مدت ہم رہے آغوش مادر سے جدا

حیدر: نام نواب حیدر حسین خاں بن نواب حافظ یار خاں بن نواب ذوالفقار بن نواب حافظ رحمت خاں۔ آپ کو دنیاوی عیش وآرام، جاہ ومرتبت سے نفرت تھی۔ فقر وفاقہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے چالیس سال تک دہی کا پانی پی کر مجاہدۂ نفس کیا۔ اور آج بھی ''دہی والے میاں'' کے نام سے مشہور ہیں۔ بریلی کے ہی بزرگ شاہ دانا ولی (متوفی ۱۳۳۰ء) سے روحانی نسبت حاصل تھی۔ آپ کو شعر وشاعری سے گہری دلچسپی تھی۔ انہوں نے نعتیہ اور متصوفانہ شاعری کی ہے۔ آپ نے ایک 'میلاد نامہ' بھی لکھا ہے۔ بریلی مقبرۂ حافظ رحمت خاں کے جنوبی دروازے کے سامنے آپ کی کچی قبر مرجع خلائق ہے۔[۱]

{نعت}

نمونہ کلام:

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

محمد فی الحقیقت آفتاب لا زوالی ہے
اسی کے نور کا دونوں جہاں کو پرتو جانے

محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

ھوالاول ھوالآخر ھوالظاھر ھوالباطن
اسی کو ابتدا سمجھے اسی کو انتہا جانے

وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم میں
غریق قلزم عرفاں ہو تو جب یہ ماجرا جانے

۱۔ تذکرہ نعت گویان بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب۔ مطبوعہ ۱۹۹۸۶ء۔ ص ۴۶۔ ۴۷

Marfat.com

احد نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
نہوے وحدتوں کو بہرہ اس مضمون سے حیدر مری رمزِ سخن البتہ وحدت آشنا جانے

نامی: نام میاں نثار احمد، نامی تخلص ہے۔ آپ نے اردو کے علاوہ فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

نمونۂ کلام:

وہ جو نقش پا کی طرح رہی تھی نمود اپنے وجود کی سو کشش نے دامن یار کی اسے بھی زمیں سے مٹا دیا
افسانہ مرے درد کا اس یار سے کہ دو فرقت کی مصیبت کو دل آزار سے کہہ دو

معظم: نام محمد معظم عباسی۔ تخلص معظم۔ آپ کم گو شاعر تھے۔

نمونۂ کلام:

چشم و سیاہ کے دور میں شام و سحر ہوں بے قرار مجھ کو کہاں کو چاہیے لیل و نہار ہو نہ ہو
معظم تو کہے تھا دل نہ دوں پھر کیوں دیا تو عبث ناحق کرے تھا، مفت میں تقریر کیا عبث

احسن: نام مفتی سلطان حسن خاں۔ آپ مولوی احمد حسن خاں کے بیٹے اور مفتی حبیب الحسن خاں کے پوتے تھے۔ بریلی کے عمائد و امراء میں آپ کا شمار تھا۔ احسن مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے اور شاعری میں علامہ بسم اللہ بسمل کے شاگرد ہوئے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی نے رسالہ معارف (اعظم گڑھ) میں لکھا ہے:

"احسن کا کلام بھی دستیاب نہیں مفتی صابر حسن شیوا عثمانی نے ایک غزل کا اور دو اشعار نعت کے عنایت کیے ہیں"۔

غزل:

بت ہی پتھر نہ کیوں ہوا احسن اچھی صورت پہ پیار آتا ہے

نعت:

تمہارے فضل میں سب سے میرا یہ حق فائق ہو نہیں امت میں بدکردار مجھ سا یا رسول اللہ
مدینہ کی گدائی ہو کہیں سلطان کو حاصل ملے بہر حسن اس کو یہ حصہ یا رسول اللہ

وحشی: قاضی عبدالرحمٰن نام وحشی تخلص۔ آپ کی ایک غزل "گلدستہ نہال سخن" جون ۱۹۱۷ء میں بریلی سے شائع ہوئی۔ جس میں قاضی صاحب کے نام کے ساتھ تلمیذ غالب بھی تحریر ہے۔

معزا:

چاٹ یہ حضرت واعظ کو پڑی ہوتی کی ہم اگر جام تو وہ خالی سبو کرتے ہیں

Marfat.com

آپ جو چاہیں کہیں آپ کی بیجا بھی بجا　　　غیر کیوں آپ کی باتوں پہ رفو کرتے ہیں

مہاراج: راجہ ہلاس رائے نام مہاراج تخلص۔قاسم نے اپنے مجموعہ''نغز''میں آپ کا نام نہلاس رائے لکھا اور اس کے حاشیہ میں بہلاس بھی تحریر کیا ہے۔بریلی کے ممتاز لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔حافظ رحمت خاں کے دیوان سے آپ کا تعلق تھا۔ مہاراج صاحب دیوان شاعر تھے۔اور دیوان ریختہ طبع ہو چکا ہے۔

نمونۂ کلام:

آرام کا ہے کون سا اسباب فلک پر　　　عیسیٰ کو بھی آئی نہ کبھو خواب فلک پر
مکھڑے کو جو دیکھا ہے کبھورات کو تیرے　　　رہتا ہے کھلا دیدۂ مہتاب فلک پر

شائق: نام نظرالدین احمد، شائق تخلص ہے۔آپ کے نام میں اختلاف بھی ہے''عمدۂ منتخبہ''کے مصنف نے''نظرالدین''لکھا۔[۱] تو قدرت اللہ شوق''نظیر الدین''لکھتے ہیں اور انہیں علام محی الدین اویسی کا بیٹا بتاتے ہیں۔آپ کا کلام طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

نمونۂ کلام:

اگر اس طرح سے ہمیشہ کو میری چشم سے تری رہی　　　تو مزارعوں کو یہ مژدہ دو کہ تمہاری کھیتی ہری رہی

بسمل: نام شاکر علی، تاریخی نام غلام بسم اللہ (۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) اور تخلص بسمل ہے۔آپ کی پیدائش میرٹھ میں۔تعلیم و تربیت مارہرہ میں اور ملازمت و سکونت بریلی میں رہی۔بسمل نے غالب کی شاگردی اختیار کی۔آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔آپ کا دیوانِ غزلیات طبع نہیں ہوا۔اور جو کلام محفوظ تھا وہ سب آگ کی نذر ہو گیا۔تذکروں میں آپ کے کچھ اشعار کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ بسمل کا ایک مجموعۂ نعت بھی ہے جو''نالۂ بسمل''کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

غزل:

شب وفورِ اشک سے گردوں کفِ سیلاب تھا　　　دورۂ چشم کو اک حلقۂ گرداب تھا
واں رخِ پرُ نور تھا صبحِ امیدِ زندگانی　　　یاں ہر اک داغ جگر خورشید عالمتاب تھا

نعت:

مثال بید مضمون کانپتا ہوں خوفِ عصیاں سے　　　خیالِ روزِ محشر سامنا ہے روزِ محشر کا

۱۔ عمدۂ منتخبہ ص ۳۷۲

Marfat.com

غلام خاص ہوں روزِ جزا مجھ کو یہ دعویٰ ہے | کہ حال خستہ جاں سے بانٹ لوں حصہ برابر کا
نہ روکے مجھ کو رضواں حکم ہو دربارِ عالی سے | ثنا خواں ہوں علی و فاطمہ شبیر و شبر کا

نادان: نام مولوی محمد بخش۔ تخلص نادان۔ پہلے آپ کا تخلص استاد تھا لیکن شہیدی کے حلقہ شاگردی میں آنے کے بعد نادان تخلص ہوا۔ آپ علوم درسی میں ماہر اور عروض و قافیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ قادر بخش صابر نے ''گلستانِ سخن'' میں آپ کے تین شعر نقل کیے ہیں:

''بارِ احسان تو رہا قاتل کا گردن پر مری
کب سبکدوشی ملے گی فی تن سے سر جاتا رہا
پھر اہی زندان میں بعد رہائے
زنجیر میں انداز ہی زلفوں کے شکن کا
جب خواب میں ملنے کا کہا حال تو بولا
جا وی نہ اولٹ خواب کی تعبیر کسی کی[۱]

حافظ عزت اللہ عباسی: آپ ایک نازک طبع اور خوش نویس شاعر تھے۔ کلام بلند اور اظہار پر قدرت حاصل تھی۔ کلام کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

''تری ہی کچھ پڑی نہیں، یہ زلف پیش پا | اہل زمیں پر اتری ہے بالا سے یہ بلا

رباعی:

اس گل میں جو ہم نے میرزائی دیکھی | کچھ اور ہی طرح کی دلربائی دیکھی
ہم نامی سے جس کی مصر میں خوبی کے | کرتے یوسف کو بادشاہی دیکھی

ناصر: نام ناصر الدین احمد۔ ولد خواجہ طفیل علی۔ مولد۔ قصبہ سہارنپور ضلع مہارن پور۔ آپ بلند پایہ صوفی، شاعر اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں التنقیح الادق فی اصلاح تحقیق الحق، موج کوثر، لمعہ برق جلال، ترانہ ناصر، خزینہ رحمت فردوس شہادت، مناقب صابر، نغمۂ عشق، فغان ناصر، مباحثہ رائے پور دربارہ مولود، شجرہ طیبہ، مثنوی پیکر، حشر و نشر، مباحثہ اعظم گڑھ منظوم، چمنستان نعت، دیوان نعتیہ، طنطنۂ صولت، مجموعہ مکتوبات ناصر فارسی (غیر مطبوعہ) کلام معشوق چشتی یعنی دیوان فارسی (غیر مطبوعہ) مسدس ناصری اردو (غیر مطبوعہ) تنبیہ وہابیہ (غیر مطبوعہ) کلیات اردو (غیر مطبوعہ) کلیات فارسی (غیر مطبوعہ)۔

آپ نے نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔ جو نہایت بلند و بالا ہے۔ ۱۴ رمضان ۱۳۲۶ھ / ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے عزیز دوست احمد رضا بریلوی نے جسدِ خاکی کو قبر میں اتارا۔ مسجد نو محلہ میں آپ کا مدفن ہے۔

۱۔ گلستانِ سخن۔ قادر بخش سخن۔ ص ۴۴۹

Marfat.com

نمونۂ کلام:

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول ﷺ کا سرمہ لگائیں ہم
جالی پکڑ کے روضۂ گردوں جناب کی
سب حالِ دل رسولِ خدا کو سنائیں ہم
آنکھیں ملیں کبھی درِ اقدس پہ اور کبھی
آنکھوں سے اپنی خون کے دریا بہائیں ہم
سجدہ کریں ہم آپ کی محراب کی جگہ
قدموں کی جا پہ لختِ جگر کو بہائیں ہم
احوالِ دل کہیں کبھی حجرے کے سامنے
منبر کے سامنے کبھی غوغا مچائیں ہم
لبیک کو زبان پہ کبھی لائیں شوق سے
صلی علیٰ کا غل کبھی رو کر مچائیں ہم
تم دیکھو یا نہ دیکھو مگر مثل شمع بزم
جل جل کے جاں کو خاک میں اپنی ملائیں ہم
سوزِ غمِ رسول ﷺ کے وہ دل جلے ہیں ہم
اک آہِ آتشیں سے سقر کو جلائیں ہم[۱]

جنون: قاضی عبدالجلیل نام اور جنون تخلص ۱۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ جنون غالب کے مشہور شاگرد ہیں۔ آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں فارسی عربی کی تعلیم کی تکمیل کی جنون کو تاریخ گوئی میں ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے اشعار صرف تذکروں میں ہی ملتے ہیں۔

نمونۂ کلام: نہ سہی لطف و عنایت ستم و جور سہی، غم تو یہ ہے کہ نہیں حال کا پرسا کوئی"۔

سید مفتی سید احمد خاں: سید صاحب کے والد کا نام سید کرامت علی تھا۔ یہ جنون کی اہلیہ کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ نے علوم مروجہ کے ساتھ فن طب کی تحصیل بھی کی تھی۔ سید صاحب کو غالب کے شاگرد ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔

نمونۂ کلام:

قسم ہے تجھے اے نسیم سحر
مری بے کسی پر ذرا رحم کر
میرا نہیں کوئی پیغامبر
مدینے میں ہوئے جو تیرا گزر
تو میری طرف سے زمیں چوم کر
یہ کہنا بدرگاہ خیر البشر
نبی الورٰی یا نبی الورا
بہیں حالِ ما یا نبی الورٰی

احمد خاں: آپ کا وطن بریلی تھا، ملا شفیع کے صاحبزادے تھے۔ آپ انتہائی خوش اخلاق اور زندہ دل شاعر تھے۔

---

۱ تذکرہ نعت گویانِ بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب۔ ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۷۔ ۱۲۸

نمونۂ کلام:

دین و دل لے چکے مدت ہوئی خوباں ہم سے　　　آہ کس چیز کے ہیں پھر یہ خوایاں ہم سے

قاضی نورالحق: نام قاضی نورالحق، تخلص منعم تھا۔ آپ بریلی میں قاضی کے عہد پر فائز تھے۔ ساتھ ہی آپ عالم فاضل بھی تھے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر مع شانِ نزول لکھی ہے۔ قاضی صاحب فارسی گو شاعر بھی تھے۔ عربی، فارسی قصیدے اور متعدد مثنویات اور تین دیوان غزلیات ہیں۔ آپ کو ''عمدۃ الشعراء'' کا بھی خطاب ملا تھا۔ ''عمدۂ منتخبہ'' کے مصنف کے مطابق قاضی صاحب کا ایک ہی شعر دستیاب ہو سکا۔

نمونۂ کلام:

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل میں گڑی ہے　　　ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہے

جذب: نام میر عزت اللہ عرف میر بھکاری، جذب تخلص ہے۔ بریلی کے معززین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کو مختلف علوم وفنون سے آگاہی حاصل تھی۔ جذب کو فن شاعری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ آپ کے اشعار نہایت دلکش ہوتے ہیں۔ عمدۂ منتخب، مجموعہ نغز، گلستان سخن جیسے تذکروں میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

نمونۂ کلام:

وہاں صفائی ہے خودنمائی ہے　　　یہاں میری جان کی صفائی ہے
اے فلک مجھ سے اتنی بے رحمی　　　یہ ترے دل میں کیا سمائی ہے
جو کہ حلقہ بگوش نتھ کے ہیں　　　ناک میں ان کی جان آئی ہے
ہوں مسلمان بندۂ کافر　　　کچھ عجب طرح کی خدائی ہے

جذب چل دیکھ آستانۂ یار
ہم ہیں اور واں کی جبہہ سائی ہے[1]

اویسی: شاہ غلام محی الدین اویسی سرہند (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ بعد میں انہوں نے ترکِ وطن کر کے بریلی میں سکونت اختیار کی۔ قدرت اللہ شوق نے تذکرہ ''طبقات الشعراء'' میں اویسی کو مرد فاضل وانشاء پرداز قابل اور صاحب طبع رسا کہا ہے۔ شوق کے مطابق آپ نے عربی وفارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ 'طبقات الشعراء' کی تالیف کے وقت اویسی قرآن شریف کی تفسیر نظم میں لکھ رہے تھے۔[2]

---

[1] مجموعۂ نغز۔ قدرت اللہ قائم۔ جلد اول، مطبوعہ۔ دہلی ۱۹۷۳ء

[2] تذکرہ طبقات الشعراء۔ قدرت اللہ شوق۔ مطبوعہ لاہور۔ جنوری ۱۹۶۸ء

Marfat.com

نمونۂ کلام:

اس آفتاب سے چہرے پہ زلف ہے کالی — پناہ سوختگاں مد ظلہ العالی
تین روز عید بھی قربان کیا نہ میرا دل — ہزار حیف یہ ذی الحجہ بھی گیا خالی

مرزا غلام علی عشرت: نام میر غلام علی، عشرت تخلص۔ آپ کے والد کا نام میر معظم علی تھا جو بریلی کے باشندے تھے۔ عشرت مرزا علی لطف کے شاگرد تھے۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب نے عشرت کی چار تصانیف (۱) پدمات. (۲) ریاض الحسین، (۳) سحر البیان اور (۴) دیوانِ غزلیات کا ذکر کیا ہے۔ عشرت کی مثنوی ''پدماوت'' کی شہرت نے آپ کو حیاتِ دوام بخشی۔ عشرت نے اس مثنوی کو ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں مکمل کیا۔ عشرت کی ایک طویل مثنوی ''ریاض الحسین'' ہے جس میں واقعاتِ کربلا کا تفصیلی ذکر ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء میں تصنیف کی گئی۔ عشرت کی ایک نثری داستان ''سحر البیان'' جو ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵ء میں لکھی گئی جس میں شہزادہ یوسف شاہ اور شہزادی حسن آرا کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔ عشرت کے دیوانِ غزلیات کا نسخہ رضا لائبریری میں موجود ہے۔

نمونۂ کلام:

جس کو چاہے تو بٹھا پاس بلا کر اپنے — مجھ سے ظالم نہ خفا ہو، میں اٹھا جاتا ہوں
میں وہی ہوں کہ بناتا تھا سدا روتوں کو — اب یہ مشکل ہے کہ ہنستوں کو رلا جاتا ہوں
تمہارے زعم میں خادم جو ہم یہیں کے نہیں — تو سمجھو بندۂ درگار پھر کہیں کے نہیں
کئے ہیں سجدے ترے در پہ یہاں تلک ہم نے — کہ داغ مٹتے قیامت تلک جبیں کے نہیں

حقیقت: میر شاہ حسین نام اور حقیقت تخلص تھا۔ سید عرب شاہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ سید عرب شاہ نے آنولہ (بریلی) میں سکونت اختیار کی اور وہیں حکیم میر محمد نواز کی بیٹی سے عقد کیا اور بریلی میں ہی ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں حقیقت پیدا ہوئے۔ حقیقت پندرہ برس کی عمر میں لکھنؤ گئے اور وہیں جرأت کے تلامذہ کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ اور انہیں سے شعر کی اصلاح لیتے تھے۔ آپ کا کلام نہایت دلکش اور پرکشش ہے۔ آپ صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء میں مدراس میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ مثنوی نگاری کی حیثیت سے آپ کا بلند مقام ہے۔ حقیقت نو ۹ کتابوں کے مصنف ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- تحفۃ العجم
۲- خزینۃ الامثال
۳- صنم کدۂ چین، مطبوعہ لکھنؤ ۲۴ جنوری ۱۸۴۷ء
۴- تذکرہ احبا
۵- مثنوی ہیرامن طوطا۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۵۲ء
۶- ہفت نسخہ

Marfat.com

۷- مثنوی بہشت گلزار۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۰ء ۸- جذب عشق (قلمی)
۹- دیوان (قلمی) یہ نسخہ کراچی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
"خزینۃ الامثال" آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔

نمونۂ کلام:

دلا! اب دونوں مل کاٹیں گے اوقات آہ و زاری میں
ہوئے بیمار ہم بھی لے تری تیمارداری میں
غم عشق دل کو جلائے گیا اک آتش سی تن میں لگائے گیا
حقیقت وہ کھینچنے جدھر تیغ تھا ادھر میں بھی سر کو جھکائے گیا

مولانا احمد رضا خاں، احمد رضا خاں نام۔ تخلص رضا۔ پیدائش ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء آپ بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ آپ نے ہر صنف میں نعت کہی ہے۔ (آپ کی شاعری کا تفصیلی ذکر اس مقالے میں موجود ہے۔)

نمونہ کلام:

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے باغِ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
حرماں نصیب ہوں تجھے امید گہ کہوں جانِ مراد و کانِ تمنا کہوں تجھے
اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں اے جانِ جاں میں جانِ تجلی کہوں تجھے
اس مردہ دل کو مژدہ حیات ابد کا دوں تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

حسن: نام حسن رضا خاں فرزند مولانا نقی علی خاں۔ پیدائش ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ / ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء۔ آپ صاحب دیوان شاعر تھے۔ شعر و شاعری سے آپ کو فطری مناسبت تھی۔ آپ داغ کے شاگرد تھے۔ داغ آپ کو "پیارے شاگرد" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ حسن کی غزلوں کا عام رنگ وہی ہے جو ان کے استاد داغ کا تھا۔

ایک گلدستہ "بہار بے خزاں" اور ایک ہفتہ وار اخبار "روز افزوں" کے نگراں تھے۔ یہ دونوں جرائد آپ کے شاگرد میر محمود علی عاشق اور حمد بریلوی نکالتے تھے۔ آپ کا دیوانِ نغز "ثمر فصاحت" اور دیوان کلام نعت "ذوق نعت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے آٹھ نو رسائل و کتب اردو فارسی زبان میں نثر و نظم پر مشتمل ہیں۔ نعت گوئی میں آپ نے بہت شہرت پائی۔ یہی وجہ ہے "ذوق نعت" کے پچیس ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔

Marfat.com

نمونہ کلام:

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دست تمنا کی لاج رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

ادھر بھی توسن اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچہ دل صدقہ باد دامن کا
امیدوارِ نسیم بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو ہر رہگزار ہم بھی ہیں

جو سر یہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں[1]

غزل:

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پا بجولاں لے چلا

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے
بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لے چلا

کی ہیں کس کمبخت دل کے جزب نے گستاخیاں
کون بے پردہ انہیں سوئے شبستاں لے چلا

دل کو جاناں سے حسن سمجھا بجھا کر لائے تھے
دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے جاناں لے چلا

اشفاق:

نام محمد اشفاق علی۔ آپ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی (متوفی ۱۸۹۲ء) کے شاگرد تھے۔ اشفاق بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔

نمونہ کلام:

لکھوں کس طرح نعت مصطفیٰ کیا میرا رتبہ ہے
خدا قرآن میں تعریف ان کی آپ کرتا ہے

مزارِ احمد مرسل پہ پہنچوں وہ بھی دن آئے
یہی ہے آواز دل کی یہی میری تمنا ہے

شبیہ پاک احمدؐ سامنے ہو جان جب نکلے
الٰہی میری آنکھوں کی یہی تجھ سے تمنا ہے

برے اعمال ہیں اشفاق کے کچھ شک نہیں اس میں
شفیع المذنبین ہے ذاتِ حضرت یہ سہارا ہے[2]

---

[1] چند شعراء بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ ص ۱۴۱ تا ۱۵۶

[2] گلدستہ کمال دہلی۔ جنوری ۱۹۱۲ء

Marfat.com

تحسین:

نام تحسین رضا خاں۔ آپ مولانا حسن رضا خاں کے نبیرہ ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی کی تحصیل کی۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد مدرسہ منظہر اسلام میں مدرس ہو گئے۔ اس کے بعد آپ اسی مدرسہ کے صدر مدرس ہوئے۔ آپ نے نعت گوئی کو پسند کیا اور اسی فن میں طبع آزمائی کی۔ ۱۳ اگست ۲۰۰۷ء کو ناگپور میں سڑک حادثے میں فوت ہوئے۔

نمونۂ کلام

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے — درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشنِ عام ہے
عظمتِ فرقِ کونین کیا جانے کوئی — جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے
آ رہے ہیں وہ سرِ محشر شفاعت کے لیے — اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے
تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن — ہاتھ میں تیرے عنانِ گردشِ ایام ہے
روئے انور کا تصور زلفِ مشکیں کا خیال — کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے
دل کو یہ کہہ کر رہِ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں — آگئی منزل تری بس اور دو اک گام ہے
ساقیِ کوثر کا نام پاک ہے وردِ زباں — کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

شیوا: نام مفتی صابر حسین۔ ولد مفتی عماد الحسن محو (متوفی ۱۹۲۶ء)۔ آپ کو نعت گوئی سے بے حد شغف تھا۔ بریلی کے نعتیہ مشاعروں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ ریڈیو پر بھی آپ کا نعتیہ کلام براڈ کاسٹ ہوتا تھا۔

نمونۂ کلام:

آپ کے عشق نے جس کو اپنا بنا لیا آپ کی آرزو میں جو کام آ گیا
اس کو اِک مستقل زندگی مل گئی اس کو لطفِ بقائے دوام آ گیا
خلوتِ عرش سے فرش پر آج وہ انبیاء و رسل کا امام آ گیا
جس کے قبضے میں کل کائنات آ گئی جس کے زیرِ نگیں ہر نظام آ گیا
فرض تصدیق و تعمیل فرمان اب آرزو کا تقاضہ و فور ادب
جب کسی نے ترا نام نامی لیا میرے لب پر درود و سلام آ گیا
ان کے جلوؤں سے کونین معمور ہے فرش سے عرش تک عالم نور ہے
خاتم الانبیاء جلوہ فرما ہوئے یا ستاروں میں ماہ تمام آ گیا

Marfat.com

وہ کہاں اور توصیف خیر البشر وہ کہاں اور نعت شہ مرسلین
یہ سعادت بھی اپنی جگہ کم نہیں مدح خوانوں میں شیوا کا نام آ گیا

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ شعرائے بریلی کی ایک طویل فہرست ہے جن میں قابل ذکر نام یہ ہیں۔ اکرم، امیر، قلندر جویا، حلم حامی حیران، خیر خواہاں دانش، رواں، سوز سوزن عشرت محتشم اور جوش وغیرہ۔

بریلی میں نوابوں کی سرپرستی میں شعر و شاعری کو بڑا فروغ ملا۔ بریلی کے مذہبی علماء کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہاں مختلف علوم و فنون کی بھی سرپرستی ہوئی۔ بہت سے دینی رسائل اور مذہبی کتابیں بھی وجود میں آئیں۔ اس طرح بریلی میں نثری کام بھی خوب ہوا۔ مختلف علوم و فنون پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔ روہیل کھنڈ کے حوالے سے سب سے پہلی نثری کتاب ''خلاصۃ الانساب'' بتائی جاتی ہے جس کے مصنف حافظ الملک حافظ رحمت خاں تھے۔ یہ کتاب ریاست روہیل کھنڈ کے بانی نواب علی محمد خاں روہیلہ کے عہد میں لکھی گئی تھی۔[1]

احمد رضا بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں مختلف علوم و فنون پر کتب و رسائل لکھ کر نثری خدمات انجام دیں۔ مولوی محمد احسن بریلی کالج میں مدرس کی حیثیت سے ملازم تھے، انہوں نے بھی متعدد کتابیں لکھیں۔

میں چند نثر نگاران بریلی کا ذکر ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے دینی و ادبی نثر میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی شاہکار تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ مولانا نقی علی خاں۔ الکلام الوضح فی تفسیر الم نشرح (تفسیر)[2]
۲۔ محمد حسن بریلوی۔ الصلوٰۃ الحمدیہ (علم تصوف)
۳۔ محمد حسن بریلوی۔ اصل الاصول (فارسی رسالہ)
۴۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر المین[3] (علم الکلام والعقائد) تصدیقات علمائے حرمین۔ فتاویٰ رضویہ
۵۔ شاہ نیاز بریلوی۔ رسالہ فی الجزر الاصم (منطق و فلسفہ)
۶۔ محمد حسن بن ابی الحسن بریلوی۔ غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء
۷۔ مفتی سلطان حسن بریلوی۔ شرح الرسالہ فی اجوبۃ الشبہات
۸۔ مفتی سلطان حسن بریلوی۔ شرح صابطۃ التہزیب

---

[1] الطاف علی بریلوی حیات و خدمات۔ سید مصطفےٰ علی بریلوی۔ مطبوعہ ۱۹۹۲ء ایجوکیشنل پریس کراچی، ص ۵۲
[2] مولانا نقی علی خاں کی مختلف علوم پر پچیس کتابیں ہیں جس کی فہرست پہلے باب میں موجود ہے۔
[3] احمد رضا خاں بریلوی کی ۵۵ علوم و فنون پر تقریباً ہزار کتابیں ہیں جس کی فہرست اس مقالہ کے آخر میں موجود ہے

Marfat.com

۹۔ حسین علی القائینی البریلوی۔الحاشیہ علی شرح الرسالۃ القطبیہ

۱۰۔ مولوی قطب الحسن بریلوی۔الفوائد المتفرقہ (نعت صرف ونحو اور عروض و بلاغت)

۱۱۔ شاہ نیاز بریلوی۔الشجرۃ النقشبندیہ (تاریخ وتذکرہ)

۱۲۔ محمد سلطان حسن بن احمد بریلوی۔احقاق الحق

۱۳۔ سید احمد بریلوی۔تکملہ فہرست المخطوطات العربیہ

۱۴۔ عبداللہ بریلوی۔فہرست المخطوطات العربیہ

۱۵۔ قطب علی تنہا۔سکندر نامہ حصہ اول (۱۷۸۰ء)

۱۶۔ قدرت اللہ شوق۔تاریخ عالم جہاں نما (۱۷۸۵ء)

۱۷۔ قدرت اللہ شوق۔طبقات الشعراء ۱۷۹۶ء (تذکرہ شعرائے اردو)

۱۸۔ قدرت اللہ شوق۔تکملۃ الشعراء ۱۸۰۴ء

۱۹۔ نواب محمد مستجاب خاں۔گلستانِ رحمت (حالات حافظ رحمت خاں)

۲۰۔ نواب سعادت یار خاں۔گل رحمت ۱۸۳۳ء

۲۱۔ نواب اللہ یار خاں۔ہندوستانی پشتو لغت

۲۲۔ محمد نذیر الدین حسن شائق۔عطر بہار ۱۸۰۷ء

۲۳۔ نواب مؤدت خاں۔اسعد الاخبار بذکر سید الابرار ۱۸۲۳ء

۲۴۔ مولانا رحم علی بریلوی۔تذکرہ الشعراء

۲۵۔ حکیم غلام امام۔مصباح المجربات ۱۸۳۳ء

۲۶۔ کندن لعل اشکی۔نزہت الناظرین

۲۷۔ نواب محمد حسن خاں۔تاریخ روہیل کھنڈ ۱۸۳۴ء

۲۸۔ نواب غلام مصطفی مست۔پیام حق

۲۹۔ منو لعل فلسفی۔ساکن فلسفی ۱۸۳۳ء

۳۰۔ مفتی عنایت احمد بریلوی مرتبہ۔رسالہ علم الفرائض اور ملحقات الحساب (اولین نثری کتب)

۳۱۔ سید الطاف علی بریلوی۔حیات حافظ رحمت خاں

۳۲۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔چند شعراء بریلی

زم بھی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

Marfat.com

۴۳۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب۔ تذکرہ نعت گویانِ بریلی

یہ فہرست یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آج بھی بلند پایہ کتب و رسائل منظرِ عام پر آرہے ہیں۔

نثر نگاران بریلی کی اس مختصر فہرست سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بریلی کی زمین علم و ادب کے شائقین سے بھری پڑی ہے۔ بریلی جہاں دینی علوم کا مرکز ہے وہیں یہ شہر دیگر علوم و فنون کا گہوارہ بھی ہے۔

Marfat.com

۲

احوال، سوانحی کوائف

(۱) نسب اور خاندان

(۲) ولادت، تعلیم و تربیت، نکاح و اولاد و احفاد

(۳) اساتذہ

(۴) مشائخ

(۵) تلامذہ

(۶) معمولات و اشغال و اوراد

(۷) خلفاء و اہم مریدین

(۸) معاصرین

(۹) وفات

Marfat.com

Marfat.com

نسب نامہ احمد رضا خاں بریلوی

سعد اللہ خاں — شجاعت جنگ بہادر

↓

سعادت یار خاں وزیرِ مالیات

↓

محمد اعظم خاں — معظم خاں — مکرم خاں

↓

حافظ محمد کاظم علی خاں

↓

امام العلماء کاظم علی خاں — حکیم تقی علی خاں

↓

مولوی نقی علی خاں

↓

مولانا احمد رضا خاں بریلوی — مولانا حسن رضا خاں — مولانا محمد رضا خاں

↓

مولانا حامد رضا خاں — مولانا مصطفیٰ رضا خان

نام ونسب اور خاندان

احمد رضا بریلوی ۱۸۵۶ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام "محمد" رکھا گیا اور آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں نے "احمد رضا" تجویز کیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہوئے۔ مولانا بریلوی کا تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲/ ۱۸۵۶) ہے۔ بعد میں احمد رضا بریلوی نے اپنے نام کے ساتھ "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ کیا۔ علامہ بریلوی اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"خوف نہ رکھ رضا ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
ترے لیے امان ہے، ترے لیے امان ہے"[1]

"البریلویہ" کے مصنف احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

"ان کا نام محمد رکھا گیا، والدہ نے امّن میاں والد نے احمد میاں اور دادا نے احمد رضا خاں، لیکن وہ ان میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام عبد المصطفیٰ رکھا اور اسے بالالتزام استعمال کرتے تھے۔" (ترجمہ)[2]

احسان الٰہی ظہیر کی یہ بات "وہ کسی نام پر راضی نہ ہوئے" مجھے کسی طرح بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اظہر من الشمس ہے کہ مولانا بریلوی جب بھی دستخط کرتے اپنا نام "احمد رضا" ہی لکھتے۔ یہاں تک کہ اپنا تخلص بھی "رضا" رکھا۔ مثلاً

"اے رضا وصفِ رخِ پاک سنانے کے لیے نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو"
"اے رضا جان عنادل ترے نغموں کے نثار بلبلِ باغِ مدینہ ترا کہنا کیا؟"

امام احمد رضا نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے۔ مولانا بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں (۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا رضا علی خاں (۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء) اپنے عہد کے جلیل القدر علماء و عرفاء میں شمار کیے جاتے تھے۔[3] احمد رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) میں ان دونوں حضرات کا ذکر اس طرح کیا ہے "احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا"[4] آپ کے خاندانی پس منظر پر مختصراً روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

احمد رضا بریلوی کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ شاہانِ مغلیہ کے دور میں لاہور آئے اور مختلف معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ سعید اللہ خاں "شجاعت جنگ" کے خطاب سے نوازے گئے تھے، مغلوں کے دورِ حکومت میں سلطان محمد نادر شاہ کے ہمراہ لاہور سے دہلی آئے اور یہاں ان کی ذکاوت، فطانت، سیاسی شعور و بصیرت کی وجہ سے ان کو "شش ہزاری" کے بلند منصب پر فائز کیا گیا۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ مولانا بریلوی کے جد امجد سعید اللہ خاں کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے موضوعات زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے۔ جو ان کی نسل میں آج بھی موجود ہے۔[5]

---

[1] حدائق بخشش۔ حصہ اوّل۔ احمد رضا بریلوی۔ صفحہ ۶۴

[2] البریلویہ۔ احسان الٰہی ظہیر۔ ص ۱۳

[3] تذکرہ علمائے ہند۔ رحمٰن علی۔ مطبوعہ کراچی۔ ۱۳۸۱ھ ص ۹۸، ۱۹۳، ۵۳۱

[4] حدائق بخشش۔ احمد رضا خاں۔ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ کراچی۔ ص ۵۸

[5] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۴۷۔ ۲۰۰۳

Marfat.com

سعادت یار خاں

سعادت یار خاں محمد سعید اللہ خاں کے بیٹے تھے جو سلطان محمد شاہ کے یہاں وزیر مالیات کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی دیانت داری کو دیکھتے ہوئے سلطان نے ضلع بدایوں کے کئی مواضع جاگیر میں دیے جو آپ کے بعد بھی آپ کے ورثاء کے قبضہ میں تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد انگریزوں نے اس جاگیر کو ضبط کرلیا اور ریاست رامپور میں ضم کردیا۔ [۲]

شہنشاہِ وقت نے سعادت یار خاں کو ان کی شجاعت اور فن سپہ گری میں بلند مقام کو دیکھتے ہوئے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیج دیا جہاں ان کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کامیابی کو دیکھتے ہوئے سلطنت نے آپ کو بریلی کا صوبہ دار بنانے کا فرمان جاری کیا لیکن افسوس کہ اس وقت آپ بستر مرگ پر پڑے ہوئے زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ سعادت یار خاں نے اپنے دورِ وزارت میں دہلی میں دو نشانیاں چھوڑیں۔ ایک بازار سعادت گنج دوسرا سعادت نہر۔ لیکن اب یہ دونوں نشانیاں حوادث روزگار کے دست ستم کی شکار ہوگئیں۔ [۳] آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے بیٹے اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خاں۔

محمد اعظم خاں

محمد اعظم خاں سلطان محمد شاہ کے وزیرِ مالیات سعادت یار خاں کے فرزند تھے۔ آپ بھی دربارِ مغلیہ سے وابستہ تھے اور اہم عہدوں پر فائز تھے۔ لیکن اعظم خاں کی طبیعت سلطنت کے کاموں میں نہ لگی کیونکہ آپ رشد و ہدایت، عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کے بحرِ بیکراں میں غوطہ زن تھے۔ اس لیے آپ نے امورِ سلطنت سے سبکدوشی اختیار کر کے عبادت و ریاضت کی راہ اپنا کر ساری عمر یادِ الٰہی میں گزار دی۔ آپ کی ہی وہ ذات ہے جس نے قندھار کے اس خانوادہ میں علم و فضل اور زہد و تقوی کی قندیل روشن کی۔ اعظم خاں نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خاں اور زوجہ ثانیہ سے چار صاحبزادیاں تھیں۔

اعظم خاں تارک الدنیا ہونے کے بعد دہلی کی سکونت ترک کر کے بریلی کے محلہ معماران میں قیام پذیر ہوئے۔ جس جگہ آپ نے قیام کیا وہ جگہ شہزادہ کے تکیہ کے نام سے مشہور ہوئی اور اسی تکیہ کے گوشہ میں آپ کا مدفن بھی ہے۔ ابراھیم خوشتر ''تذکرۂ جمیل'' میں لکھتے ہیں:

''اعظم خاں نے منصب وزارت سے سبکدوش ہو کر زہد ریاضت کی وادی میں قدم رکھا اور ملک کو چھوڑ کر مالک الملک کو

---

[۱] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۴۷۔ ۲۰۰۳

[۲] سیرت اعلیٰ حضرت۔ مرتبہ: حسنین رضا خاں۔ مطبوعہ، مکتبہ مشرق بریلی، ص ۴۱

[۳] مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی و ادبی کارنامے۔ ڈاکٹر محمد حسن، ص ۴۷

Marfat.com

اپنانے کی ادھمی اور سمندانی مثال ایک بار پھر پیش کی اور حکومت کی کرسی سے الگ ہو کر قبرستان کو اپنا مسکن بنایا۔[1] آپ صاحب کرامت بزرگوں میں سے تھے۔ آپ ہی احمد رضا بریلوی کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔

کاظم علی خاں

کاظم علی خاں محمد اعظم کے بیٹے تھے جو ضلع بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کی وجہ سے آپ سلطنت اودھ سے وابستہ ہوگئے تھے۔ اپنے منصب کی کما حقہ ادائیگی اور کارہائے نمایاں انجام دینے کی وجہ سے آپ کو سلطنت اودھ کی طرف سے ضلع بدایوں کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ دوسو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں ہمہ وقت رہتی تھی۔ سلطنت کی طرف سے آٹھ گاؤں آپ کو جاگیر میں ملے تھے۔ جس میں سے دو گاؤں کاظم علی نے اپنے متعلقین کو دے دیے تھے۔ بقیہ چھ گاؤں آپ کی جاگیر میں رہے۔ آپ کی جاگیریں درج ذیل گاؤں میں تھی:

۱۔ اسھیب ۲۔ نہوڑ ۳۔ تقی پور ۴۔ کرتولی ۵۔ مرزاپور ۶۔ نگلا[2]

یہ گاؤں معافی دوامی تھے اور نسل درنسل آپ کے خاندان کے پاس رہے۔ قانون خاتمہ زمینداری ۱۹۵۲ء کے نفاذ کے بعد یہ جاگیریں ضبط کرلی گئیں۔[3]

مولانا کاظم علی خاں ایک دیندار اہل سنت و جماعت کے فرد تھے۔ آپ حضرت مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی سے سلسلہ رزاقیہ میں بیعت تھے۔[4] مولانا کاظم علی خاں کو اپنے پیر و مرشد سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ ایک ایسے عاشق رسول تھے جن کے رگ و ریشے میں عشق رسول پیوست تھا اور یہی عشق رسول آپ کی نسل میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا کاظم علی خاں ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد مبارکہ بڑے التزام سے منعقد کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے''[5] کاظم علی خاں نے تین شادیاں کی تھیں۔ زوجہ اولیٰ سے دو فرزند مولانا رضا علی خاں اور تقی علی خاں، اور ایک بیٹی زینت بیگم عرف موتی بیگم تھیں۔ زوجہ ثانیہ سے تین لڑکیاں بدر النساء، صدر النساء، اور قمر النساء تھیں۔ زوجہ ثالثہ سلونی بیگم تھیں ان سے ایک بیٹا تولد ہوا جن کا نام جعفر علی خاں تھا۔ یہ لاولد فوت ہو گئے تھے۔

---

[1] تذکرہ جمیل۔ ابراہیم خوشتر۔ ص ۹۴

[2] مقدمہ تفریق کلکٹری، ضلع بدایوں بہ اجلاس سرجارج لارنس منفصلہ ۲۰ جولائی ۱۸۶۲ء

[3] سیرت اعلیٰ حضرت، ص ۱۴

[4] مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی اعلیٰ حضرت کے پیر طریقت حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے استاد تھے۔

[5] فتاویٰ رضویہ۔ جلد دوم۔ احمد رضا بریلوی۔ ص ۳۰۲

Marfat.com

امام العلماء مولانا رضا علی خاں

مولانا رضا علی خاں بریلوی مولانا محمد کاظم علی خاں کے فرزند اکبر تھے۔ آپ کا شمار اس وقت کے جید علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ایک ایسے ولی کامل تھے جن سے بہت سی کرامتیں صادر ہوئیں۔

رضا علی خاں کی ولادت بریلی میں ۱۲۲۴ھ میں ہوئی اور بعمر باسٹھ سال ۲ جمادی الاول ۱۲۸۶ھ کو وصال ہوا۔[1] آپ کی قبر بریلی بہاری پور سول لائن کے قبرستان میں ہے۔ مولانا کے مختصر حالاتِ زندگی مولوی رحمان علی "تذکرہ علمائے ہند میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن محمد سعادت یار خاں بہادر بریلی (روہیل کھنڈ) کے بزرگ ترین علمائے کرام اور قوم افغان بڑھیچ سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے۔ مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن مرحوم ومغفور سے علوم درسیہ حاصل کر کے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۲۴۷ھ کو سند فراغ حاصل کر کے مشار الیہ من الاماثل والاقران اور مشہور اطراف وزمان ہوئے۔ خصوصاً فقہ وتصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پر تاثیر تقریر فرماتے۔ آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ خصوصاً نسبت کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع، تجرید وتفرید آپ کی خصوصیات سے تھے۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بڑھیچ ایک گروہ افغان کا ہے ان کو روہیلہ بھی کہتے ہیں۔"[2]

امام العلماء کو اجازت وخلافت اور سند حدیث مولانا خلیل الرحمٰن اور ان کو فاضل محمد سندیلوی سے اور ان کو ملک العلماء بحر العلوم ابو العیاش محمد عبد العلی لکھنوی سے تھی۔ آپ کے اوصاف کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنتِ نبوی آپ کے رگ رگ میں خون بن کر دوڑ رہی ہو۔ آپ سلام کرنے میں ہمیشہ سبقت کرتے، لوگوں کو معاف کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے۔ آپ پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کیا لیکن مولانا رضا بریلوی نے اس کو معاف کر دیا یہاں تک کہ ایک کنیز نے آپ کے آٹھ سالہ لڑکے محمد عبد اللہ خاں کو جان سے مار دیا لیکن آپ نے اس کو بھی معاف کر دیا۔ زہد وتقوی اور قناعت آپ کی زندگی کا اہم حصہ تھی۔ انہوں نے کبھی شرک وبدعت کو برداشت نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اس کے خلاف برہنہ تلوار لیے مقابلہ کو نکل پڑتے۔ بدعت سے متعلق ایک واقعہ آصف الدولہ کے عہد میں پیش آیا۔ بریلی کے جامع مسجد میں مشرق کے جانب ایک سہ دری تھی جس میں کچھ لوگوں نے تعزیہ اور علم رکھنا شروع کر دیا تھا لیکن سلطنتِ آصف الدولہ کے خاتمہ کے بعد کلیم مرزا جان بیگ جامع مسجد کے متولی ہوئے تو اس سہ دری کو مقفل کر دیا جہاں تعزیے اور علم رکھے جاتے تھے۔ پھر حکیم مرزا حسین جان بیگ کے انتقال کے بعد

---

[1] تذکرہ علماء ہند، رحمن علی۔ مطبع۔ نول کشور لکھنؤ، ص ۷۰

[2] تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی خاں۔ مطبوعہ، نول کشور لکھنؤ نومبر ۱۹۱۴ء

Marfat.com

مرزا مولوی مطیع بیگ جامع مسجد کے متولی ہوئے انہوں نے مولانا رضا علی خاں کی رائے پر سہ داری سے تعزیے اور علم ہٹوا کر اس سہ داری کا نام نبی خانہ رکھ دیا۔ جسکی وجہ سے بہت سے لوگ ناراض ہو گئے اور فتنہ برپا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ متولی مطیع بیگ کو سب نے بدعقیدہ کہنا شروع کر دیا یہی نہیں بلکہ دوبارہ سہ دری میں علم اور تعزیے رکھنے کی کوشش کی جانے لگی۔ اس فتنے کو فرو کرنے کے لیے رضا علی خاں نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ متولی نے تعزیے اور علم ہٹوا کر بالکل صحیح کیا اور وہ بد عقیدہ نہیں بلکہ صحیح العقیدہ ہیں۔ اور امام العلماء اس سہ دری میں ہر جمعرات کے دن محفل میلاد منعقد کرتے۔ اس طرح آپ نے بدعت کے خلاف آواز اٹھائی۔

امام العلماء رضا علی خاں نے جمعہ اور عیدین کے لیے عربی زبان میں خطبات تصنیف کیے جو ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں آج بھی جمعہ اور عیدین کے دن پڑھے جاتے ہیں۔ ان خطبات کو امام العلماء کے شاگرد محمد حسن علمی نے ترتیب دے کر خطبات علمی کے نام سے شائع کیا۔ خطبات میں اردو کے منظوم خطبات محمد حسن علمی کے ہیں۔ خطبات علمی کے اختتام پر محمد حسن علمی اپنے استاد و مرشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو امیدواری جناب باری عزاسمہ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم مقلب بہ رنگ عالی خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو یعفو جرائم وعصیاں اور فیضان توفیق اور احسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد و مولا عالم علم زمانی مقبول بارگاہ سبحانی، اسرار معقول و منقول، کاشف استار فروع و اصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق مصدر احسان و مظہر امتنان، مولانا و مخدومنا لوی زماں مولوی رضا علی خاں کو بیچ دونوں جہاں کے رحمت خاصہ میں اپنے رکھ کر رفعی مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یارب العالمین''۔[1]

مولانا رضا علی خان کی ہی وہ شخصیت ہے جو حکومت اور منصب کی رنگین اور عیش و آرام کی دنیا کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کے لیے زہد و قناعت اور فقر و درویشی کی راہ پر گامزن ہوئی۔ اور انہیں سے احمد رضا خاں بریلوی کے خاندان میں حکومت اور منصب کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

مولانا رضا علی خاں ایک ایسے مجاہد جنگ آزادی بھی تھے جو نہ صرف خود جنگ آزادی کے متوالے سپاہی تھے بلکہ اپنی پر اثر تحریر و تقریر سے بھی لوگوں کو خصوصاً مسلمانوں کو جنگ آزادی کے دہکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑنے کے لیے للکارا۔ اس وقت انگریزوں کی ناپاک حکومت کو ختم کرنے کے لیے ایک جہاد کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں امام العلماء رضا علی خاں سرفہرست تھے۔ اس جہاد کمیٹی کا مسلمانوں میں اس قدر اثر ہوا کہ وہ ہندوستان کو آزاد کرانے اور انگریزی حکومت کی بیخ کنی کے لیے شہادت کا جام پینے کو تیار ہو گئے۔ اس طرح آپ نے انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فوج تیار کر دی جس سے انگریزوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ ''ترجمان اہل سنت'' کراچی کے جنگ آزادی نمبر (ماہ جولائی ۱۹۷۵ء) میں لکھا ہے:

---

[1] ترقیمہ خطبات علمی، مؤلفہ محمد حسن علمی / حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری۔ ص ۸۸۔۸۷

Marfat.com

''آپ (مولانا رضا علی) جنگِ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔عمر بھر فرنگی اقتدار کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔آپ بہترین جنگجو اور بے باک سپاہی تھے۔لارڈ ہسٹنگ آپ کے نام سے کانپتا تھا۔جنرل ہڈسن جیسے برطانوی جزل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپیہ مقرر کیا تھا۔مگر اپنے مقصد میں عمر بھر ناکام رہا۔جب آپ نے برطانوی حکام کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ میں نقب زنی کر کے پچیس گھوڑے چوری کر لیے کیونکہ آپ نے اپنے تمام گھوڑے مجاہدین آزادی کو انگریزوں کی پناہ گاہ پر شب خون مارنے کے لیے مفت دیے تھے۔[1]

اس طرح دیکھا جائے تو امام العلماء رضا علی خاں نے بہت ہی جرأت اور بے باکی سے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے نہ تو اپنی جان کی پرواہ کی اور نہ مال و دولت سے محبت رکھی۔آپ کی آبائی جائداد کو انگریزوں نے جہاد کرنے کے جرم میں ضبط کر لی تھی اور یہ ضبط شدہ جاگیر انگریزوں نے نواب رامپور کو ان کی مدد کرنے کی وجہ سے بطور انعام دے دیا۔مولانا رضا علی خاں کی یہ جائداد موضع تحصیل ملک ضلع رامپور کے نزدیک تھی۔اس میں ایک بہت بڑا دھنیلی بھی تھا۔مولانا کی جائداد ضبط ضرور کر لی گئی لیکن مولانا کو قتل کر دینے کا ہڈسن کا خواب پورا نہ ہو سکا۔جب بھی انگریز سپاہی آپ کو تلاش کرتے کرتے مسجد کے پاس پہنچتے تو آپ مسجد میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کا کرشمہ دیکھئے کہ وہ کس طرح اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے،انگریز سپاہی مولانا کو تلاش کرتے ہوئے مسجد میں پہنچتے تو وہ مولانا کو دیکھ نہ پاتے ان کو اللہ رب العزت اندھا بنا کر لوٹا دیتا۔

اس طرح دیکھا جائے تو علما کی ایک بہت بڑی جماعت سر پر کفن باندھے انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل پڑی تھی۔لیکن افسوس ہے کہ آج ان کو ہندوستان کی تاریخ سے مٹا دیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے جدامجد امام العلماء رضا علی خاں کی ولادت،ختم درس اور وصال کے متعلق مندرجہ ذیل تاریخیں کہی ہیں۔

"جدّی کان عالماً	لم یر مثله النظر
بهجة جل من مضی	حجة کل من عنبر
بان یر مزه الزُّبُر	دان نر مُرِه الزُّمر
قلت لطائف سرٍ	طَیُفُ جمالِه اسحر
تعلم عام اذوُلِدٍ	سیّدنا الرضا الاَبرُ
قال رأیت انجماً	قلت نظرت قال دو
قلت فکیت تهتدی	قال اضاء نا القمر ۱۲۲۴

---

[1] ترجمان اہل سنت،کراچی۔جنگ آزادی نمبر۔جولائی ۱۹۷۵ء

Marfat.com

قلت ختام درسه — قال اخار الدُرَ ۱۲۴۷

قلت فعامُ نقله — قال محجّل اغرّ ۱۲۸۲[1]

مولانا نقی علی خاں

مولانا نقی علی خاں مولانا رضا علی خاں کے فرزند اور مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی کے والد ماجد تھے۔ آپ کی ولادت جمادی الآخر ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے درج ذیل تواریخ ولادت لکھی ہے۔

۱۔ جاء ولی نقی الشباب علی الشان ۱۲۴۶ھ

۲۔ رضیّ الاحوال بهی المکان

۳۔ هوجل محققی الافاضل

۴۔ شهاب المدققین الاماثل

۵۔ قمر فی برجِ السرف

۶۔ بریٔ من الخسوف الکلف

۷۔ افضل سُبّاق العلماء

۸۔ اقدتد حّذاق الکرما

مجاہد جنگ آزادی

مولانا نقی علی خاں ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جن کو اپنے ملکِ عزیز سے نہایت محبت تھی یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان پر انگریزوں کے اقتدار کو ذرا بھی برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ انگریزی اقتدار کو ہندوستان کی سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے انہوں نے قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ اس وقت علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کمیٹی بنائی تھی اور اس کمیٹی میں مولانا رضا علی خاں کے ساتھ ساتھ مولانا نقی علی خاں بھی تھے۔ مولانا نقی علی خاں انگریزوں سے جنگ کرنے کے لیے مجاہدین کو گھوڑے پہنچاتے تھے۔ علماء کے اس جہاد کا اثر بریلی میں اس قدر ہوا کہ انگریز مسلمان سے شکست کھا کر بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے چندہ شاہ حسینی "شمس التواریخ" میں لکھتے ہیں:

"مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی و قلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے۔ انگریز مولانا کی علمی وجاہت و دبدبہ سے بہت گھبراتا تھا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹ء ص ۱۵

Marfat.com

مولانا نقی علی خاں کا ہند کے علماء میں بہت اونچا مقام تھا۔ انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں''۔[1]

مولانا نقی علی خاں کو جملہ علوم وفنون کی تعلیم اپنے والد رضا علی خاں سے حاصل ہوئی اور والد کے ہی زیرِ تربیت آپ پروان چڑھے جس کی وجہ سے آپ میں زبردست تقویٰ اور پرہیزگاری کے اوصاف موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عمیق علم اور فہم وذکاوت جیسے اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ شجاعت، سخاوت، علوہمت، مروت، ہمدردی، صدقات وخیرات وغیرہ اوصاف آپ کو ورثہ میں ملے تھے۔ عشق رسول اور سنتِ رسول کے آپ پیکر صادق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے گستاخانِ رسول کے تعاقب میں گریز نہیں کیا۔ انہوں نے مناظرہ دینی کا عام اعلان کیا جو ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء کو ''اصلاح ذات بین'' کے تاریخی نام سے شائع ہوا۔ مولانا نقی علی خاں علم کے سمندر کے وہ گوہر نایاب تھے جن کے تبحر علمی کے سبھی قائل تھے اور سبھی آپ کے آراواقوال کی قدر کرتے تھے۔ صاحبِ نزھۃ الخواطر عبدالحیٔ رائے بریلوی لکھتے ہیں:

''الشیخ الفقیہہ، نقی علی ابن رضا علی، بن کاظم علی، بن اعظم شاہ، بن سعادت یارخاں الافغانی البریلوی احد الفقہا الحنفیہ اسند الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان الشافعی''۔[2]

آپ کے جملہ اوصاف کے بارے میں میں مولانا ھدایت علی بریلوی فرماتے ہیں:

''مجمع مکارم اخلاق، منبع جود اشفاق، قبول بارگاہِ رب العالمین، مداح سید المرسلین، ہادی امت رسولِ خدا، بحرِ امواجِ علم صدق وصفا، افضل علماے زماں، مولوی نقی علی خاں، ابن مولوی محمد رضا علی خاں بریلوی ہیں ان کی تعریف میں زبانِ قلم لال ہے۔ انسان سے ان کی خوبیوں کا بیان محال ہے۔[3]

نبیرۂ حافظ نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی اپنا خیال تقریظ کی شکل میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا رضا علی خاں کے نخل کمال سے ایک گل تازہ کھلا، چمن علم فصاحت وبلاغت بھی پھلا پھولا یعنی انہوں نے نسخہ آب وتاب موسم بہ لب لباب معروف بہ ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' تالیف کیا ہے۔ یہ رنگ برنگ مضامین رنگین سے میدان بیان کو خجلت دہ باغِ رضوان بنا دیا ہے۔ گلہائے وعظ وپند کی شگفتگی سے عین الیقین ہوتا ہے کہ یہ کتاب گلستان بلکہ رنگین عبارت کی روش کھلتا ہے کہ واقعی عین گلستاں ہے اور شگفتگی میں سراسر ہم پلہ بوستاں ہے''۔[4]

بیعت وخلافت اور حج وزیارت

۵ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ میں مولانا نقی علی خاں نے اپنے فرزند اکبر مولانا احمد رضا خاں اور مولانا عبدالقادر بدایونی کے ساتھ

---

[1] شمس التواریخ۔ مولفہ۔ چندہ شاہ حسینی۔ ص ۹۵ ناشر: امجدی بک ڈپو ناگپور

[2] نزھۃ الخواطر۔ عبدالحیٔ رائے بریلوی۔ ص ۵۔۹

[3] تقریظ دوم بر سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ ص ۵

[4] تقریظ دوم بر سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ ص ۵

Marfat.com

مارہرہ حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروری سے شرف بیعت حاصل کیا اور تمام سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل کی ۔ اسی نشست میں مولانا احمد رضا خاں بھی شاہ آلِ رسول مارہروی سے بیعت ہوئے ۔ احمد رضا فاضل بریلوی اس بیعت وخلافت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''پنجم جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق پرست آقائے نعمت، دریائے رحمت سید الواصلین، سند الکاملین. امام زمانہ، حضور پرنور سیدنا ومرشدنا مولانا ماوٰنا، ذخرنی لیومی وغدی، حضرت سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وافاض علینا من برکاتہ ونعماہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل وسند حدیث عطا فرمائی ۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان کے برکات سے شرف یاب ہوا ۔ والحمد اللہ رب العالمین ۔ [1]

شدید علالت کے باوجود ۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین طیبین کے لیے روانہ ہوئے ۔ مولانا احمد رضا خاں بھی ہمرکاب تھے ۔ مکہ مکرمہ میں سید احمد زین بن دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) سے مکرر سند اجازت حدیث لی ۔ [2]

مولانا نقی علی خاں کو مختلف علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی ۔ جیسے علم قرآن ۔ علم تفسیر ۔ حدیث ۔ اصول حدیث ۔ سلوک ۔ تصوف ۔ مربعات ۔ نظم عربی ۔ نثر فارسی ۔ تلاوت مع تجوید ۔ اصول فقہ ۔ تاریخ ۔ لغت ۔ ادب (مع جملہ فنون) تکسیر ۔ فلسفہ ۔ سیر ۔ علم جفر ۔ نظم فارسی ۔ نثر اردو ۔ علم معنی وبیان ۔ جدل مہذب ۔ اخلاق ۔ اسماء الرجال ۔ بدیع ۔ منطق ۔ ہئیات وحساب ۔ علم فرائض. علم زائچہ ۔ نظم اردو ۔ خط نسخ ۔ فقہ حنفی ۔ مناظرہ ۔ ہندسہ ۔ علم العقائد والکلام ۔ علم نحو علم صرف ۔ معنی وبیان ۔ قرأت ۔ علم توقیت ۔ نثر عربی ۔ خط نستعلیق ۔ فقہ جملہ مذاہب ۔ ان علوم وفنون کے علاوہ آپ منطق وفلسفہ کے بھی ماہر تھے ۔ ان جملہ علوم وفنون میں آپ کی بہت سی تصانیف مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہیں ۔ مولانا احمد رضا بریلوی مولانا نقی علی خاں کی تصانیف کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''تصانیف اس جناب کی کہ سب موئد دین وموکد یقین ہیں ۔ تیس کے قریب ہیں'' [3]

مولانا نقی علی خاں کی درج ذیل ۲۵ تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ قابل ذکر ہیں ۔

مطبوعہ تصانیف

۱۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت ۔ محمد ظفر الدین بہاری ، ص ۹۳

[2] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ۔ ص ۱۶

[3] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ۔ پروفیسر محمد مسعود احمد

Marfat.com

۲۔ الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح

۳۔ سرور القلوب فی ذکر المحبوب

۴۔ جواہر البیان فی اسرار الارکان

۵۔ ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ

۶۔ فضل العلم و العلماء

۷۔ احسن الوعا لآداب الدعا

۸۔ ازاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد و القیام

غیر مطبوعہ تصانیف

۱۔ وسیلۃ النجاۃ

۲۔ تزکیۃ الایقان ردّ تقویۃ الایمان

۳۔ ازالۃ الاوہام

۴۔ الراوایۃ الرویۃ فی الاخلاق النبویہ

۵۔ الکوکب الزہر فی فضائل العلم و آداب العلماء

۶۔ التمکن فی تحقیق مسائل التزیّن

۷۔ لمعۃ النبراس فی آداب الاکل و اللباس

۸۔ نہایۃ السعادۃ فی تحقیقِ الہمۃ و الارادۃ

۹۔ تشوق الاوّاہ الی طرق محبۃ اللہ

۱۰۔ خیر المخاطبہ فی المحاسبہ و المراقبہ

۱۱۔ النقاوۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ

۱۲۔ عین المشاہدۃ لحن المجاہدۃ

۱۳۔ ارشاد الاحباب الی آداب الاحستاب

۱۴۔ اجمل الفکر فی مباحث الذکر

۱۵۔ ہدایۃ المشتاق الی یسر الانفس والآفاق

۱۶۔ اقوی الذریعہ إلی تحقیق الطریقۃ و الشریعۃ

۱۷۔ الکوکب الزہراء فی فضائل العلم و آداب العلماء

Marfat.com

مندرجہ بالا ۲۵ تصانیف کے علاوہ اور بھی غیر مطبوعہ تصانیف ہیں جو دستیاب نہ ہوسکیں۔ ''مولانا نقی علی خاں حیات اور علمی وادبی کارنامے'' کے مصنف ڈاکٹر محمد حسن نے ''اصلاح ذات بین'' کا اضافہ کر کے ۲۶ کتب کی فہرست درج کی ہے۔

وصال۔ ۵۱ سال کی عمر میں ۳۰ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ شبِ جمعہ میں والد ماجد کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔ احمد رضا بریلوی اپنے والد ماجد کے سفر آخرت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سلخ ذیقعدہ پنج شنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ کو اکیاون برس پانچ ماہ کی عمر میں بعارضۂ اسہال دموی شہادت پا کر شب جمعہ اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے کنار میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھ کو اعضائے وضو پر پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالتِ بیہوشی میں نماز بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہوگیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔''[1]

احمد رضا بریلوی نے اپنے والد ماجد کی درج ذیل تاریخ وفات بھی لکھی ہے۔

۱۔ کانہ نہابت جمع العظماء۔ ۱۲۹۷

۲۔ خاتم اجلۃ الفقھا۔ ۱۲۹۷

۳۔ امین اللہ فی الارض ابدا۔ ۱۲۹۷

۴۔ ان فقد فتلك حکمۃ بھا یھتدیٰ۔ ۱۲۹۷

۵۔ ان موتۃ العالم موتۃ العالم۔ ۱۲۹۷

۶۔ وفاۃ عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام۔ ۱۲۹۷

۷۔ خلل فی باب العباد لا یسند الی بوجد القیام۔ ۱۲۹۷

۸۔ یا غفور۔ ۱۲۹۷

۹۔ کمّل لہ ثوابك یوم النشور۔ ۱۲۹۷

۱۰۔ امنحۃ جنۃ اعدت للمتقین۔ ۱۲۹۷

۱۱۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و الہ اھلہ اجمعین۔ ۱۲۹۷

---

[1] جواہر البیان۔ مولانا نقی علی خاں۔ تقدیم مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۲۰۸

Marfat.com

احمد رضا خاں بریلوی کی تعلیم و تربیت:

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو علم و ادب کا گہوارہ تھا۔ ایک ایسا گھرانا جو علم و ادب کا تناور درخت تھا جس سے مختلف علوم و فنون کی شاخیں نکلتی تھیں، ایک ایسا گھرانا جہاں احکام شریعت پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ لہٰذا ایسے ماحول میں جس بچے کی پرورش ہو وہ بچہ یقیناً دوسرے بچوں سے الگ نظر آئے گا۔ اس گھرانے کی تعلیم و تربیت کا ہی اثر تھا کہ آپ نے صرف چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کر لیا تھا اور چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بہت بڑے مجمع میں میلاد شریف پڑھا اور پھر امام العلماء رضا علی خاں بریلوی کے باغ کا یہ ننھا پودا اپنی فطری فطانت اور ذکاوت کی بنا پر تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی (۱۲۸۶ء) کی کم عمری میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کر چکا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ بریلوی خود تحریر فرماتے ہیں:

"و ذالك المنتصف شعبان ۱۲۸۶ الف و مائتين و ست و ثمانين و انا اذا ذاك ابن ثلث۔ عشر عام و عشرة اشهر و خمسة ايام فى هذا التاريخ و فرضت على الصلوة و توجهت الى الاحكام"

آپ کی ذہانت اور فطانت کی بات یہیں پر نہیں ختم ہوتی بلکہ اس چھوٹی سی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو فاتحہ فراغ ہوئی اور اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کو دکھایا جو بالکل صحیح تھا۔

احمد رضا بریلوی کا قوتِ حافظہ بہت تیز تھا۔ علامہ بریلوی خود اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتب پڑھتا تھا۔ جب سبق پڑھا دیا کرتے تھے تو ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے' احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن، مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی"۔[1]

مولانا بریلوی کا قوتِ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ "انہوں نے ایک ماہ میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔"[2] محدث بریلوی نے ایک دن اور رات میں "تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" کی دو جلدیں دیکھ مولانا وصی احمد محدث سورتی کو واپس کر دیں اور انہوں نے فرمایا کہ ملاحظہ فرمالیں تو بھیج دیں۔ احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ لکھ دوں گا اور مضمون

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ص ۲۳۔ ۲۴

[2] مولانا نسیم بستوی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی۔ مطبوعہ۔ مکتبہ نبو ۲ لاہور ص ۲۔ ۱۰۱

Marfat.com

توان شاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔"[1]

"البریلویہ" کے مصنف احسان الٰہی ظہیر محدث بریلوی کی قوتِ حافظہ پر ضرب لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ غائب دماغ تھے، یاد داشت کمزور اور نسیان غالب تھا۔ ایک دفع عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، کچھ دیر بعد ہاتھ چہرے پر پھیرا تو عینک مل گئی۔"[2]

احسان الٰہی ظہیر کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ جب انسان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تو اس کی توجہ آس پاس کی کئی چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ امام مسلم (صاحب صحیح مسلم) ایک حدیث کے تلاش کرنے میں اس قدر منہمک ہوئے کہ پاس رکھی ہوئی کھجوروں کی بڑی مقدار تناول فرما گئے اور یہی حادثہ ان کے وصال کا سبب بن گیا۔ عینک کی طرف توجہ نہ ہونے کو غلبہ نسیان کی دلیل بنانا اور تحقیق مسائل کے دوران صرف سالن کھا لینے اور روٹی کی طرف نظر نہ جانے سے آنکھ کے بے نور ہونے پر استدلال، کسی طرح معقول نہیں ہے۔[3]

احمد رضا فاضل بریلوی کی بسم اللہ خوانی کے وقت ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو علامہ بریلوی کی ذہانت کی زبردست دلیل ہے۔ استاد نے جب آپ کو ابتدائی قاعدہ شروع کروایا، تو الف، باء تاء، پڑھاتے ہوئے جب لام الف (لا) پر پہنچے تو احمد رضا خاموش ہو گئے، استاد نے جب کہا پڑھو لام الف، تو انہوں نے کہا کہ یہ دونوں پہلے ہی پڑھ لیے۔ دوبارہ کیوں؟ آپ کے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں پاس ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، سب سے پہلے جو الف پڑھا گیا ہے، وہ دراصل ہمزہ ہے۔ الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتداء مشکل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی ابتداء میں لام ملا کر پڑھا جاتا ہے تا کہ الف، حالتِ سکون میں پڑھا جا سکے اس پر ذہین صاحبزادے نے عرض کیا کہ پھر لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ باء، تاء وغیرہ کوئی اور حرف ملا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ جدّ امجد نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، بچہ کو دعائیں دیں اور فرمایا:

"لام اور الف میں صورۃً خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے لا یالا اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام یعنی یہ اس کے بیچ میں اور وہ اس کے بیچ میں۔"[4]

احسان الٰہی ظہیر نے اپنی کتاب "البریلویہ" میں اس باریک نکتہ پر بھی انگلی اٹھائی اور اظہارِ تعجب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں:

"ان عجمیوں سے کوئی پوچھے کہ الف اور لام میں صورۃً اور سیرۃً کون سا اتفاق ہے جسے تین چار سال کے

---

[1] اعلیٰ حضرت بریلوی۔ نسیم بستوی۔ مکتبہ نبویہ لاہور، ص ۸۲

[2] البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔ عبدالحکیم شرف قادری۔ ص ۹۶

[3] ایضاً، ص ۹۷

[4] اعلیٰ حضرت بریلوی۔ نسیم بستوی۔ مکتبہ نبویہ۔ لاہور۔ ص ۲۶

Marfat.com

بچے نے سمجھ لیا اور جسے لسانیات کے معلم اور ماہر نہیں سمجھ سکے۔'' (ترجمہ)

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب ''البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' میں احسان الٰہی ظہیر کے اس اعتراض کا معقول جواب دیتے ہوئے لکھا:

''لام اور الف میں صورۃً مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے لا اسے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ لام بصورت الف اور الف بصورت لام لکھا گیا ہے اور سیرۃً ''مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا رسم لا (ل ا م) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حروف تہجی کا پہلا حرف 'ا' ہے اس کا اسم الف (ا ل ف) ہے اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان صورۃً اور سیرۃً مناسبت ہے، لہذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا، تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لا یہ وہ باریک نکتہ تھا جو امام احمد رضا نے بچپن میں سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں''۔

مولانا ظفرالدین بہاری آپ کے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک مولوی صاحب حضرت کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز کسی آیہ کریمہ کا بار بار ایک لفظ انہیں بتاتے تھے۔ مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے اور آپ زیر پڑھتے تھے۔ یہ کیفیت حضور کے جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب قطب الوقت نے دیکھ کر حضور کو اپنے پاس بلایا، اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی۔ زیر کی جگہ زبر لکھ دیا تھا، اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہو گیا تھا .... حضور سے حضرت جد امجد نے فرمایا کہ مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا کہ اس طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا ....[1]

بچپن سے ہی آپ کو پڑھنے کا انتہائی شوق تھا۔ علامہ بریلوی کے بھانجے جناب علی محمد خان صاحب فرماتے ہیں:

''ہماری والدہ ماجدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی بھی پڑھنے میں ضد نہیں کی۔ خود سے برابر پڑھنے کو تشریف لے جایا کرتے تھے، جمعہ کے دن بھی چاہا کہ پڑھنے کو جائیں مگر والد صاحب کے منع فرمانے پر رک گئے، اور سمجھ لیا کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کی بہت اہمیت کی وجہ سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ باقی چھ دن پڑھنے کے ہیں۔''[2]

مولانا بریلوی کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ آپ نے چوتھائی کتاب سے زیادہ کبھی نہیں پڑھا چنانچہ احسان حسین صاحب۔ جو عربی کی ابتدائی تعلیم میں محدث بریلوی کے ہم سبق تھے، فرماتے ہیں:

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ حصہ اوّل۔ ظفرالدین بہاری۔ ص ۱۱۲

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفرالدین بہاری۔ ص ۱۱۳

Marfat.com

''اعلیٰ حضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے بھی چوتھائی کتاب سے زیادہ نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کر کے سنا دیا کرتے تھے۔[1]

مولانا رضا بریلوی نے مرزا غلام قادر بیگ سے میزان، منشعب کی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے درسیات کی تکمیل کی اور مولانا عبدالعلی ریاضی داں سے شرح چغمنی کے چند سبق پڑھے۔

اس طرح مولانا رضا بریلوی اپنی حیرت انگیز فطری ذکاوت کی وجہ سے بہت جلد فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ آپ کو ۵۵ علوم فنون میں مہارت حاصل تھی جس کا ذکر انہوں نے ''الاجازۃ الارضویہ لمبجل مکتہ البہیّہ'' میں کیا ہے۔ ان تمام ۵۵ علوم وفنون کی تفصیلات مولانا احمد رضا بریلوی نے اس عربی سند واجازت میں دی ہے جو حافظ کتب الحرم مولانا سید اسمٰعیل خلیل مکی کو عنایت فرمائی۔ ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو زبانی اجازت دی۔ ۶ صفر ۱۳۲۴ھ کو سند کا مسودہ تیار کیا ۸ صفر ۱۳۲۴ھ کو مبیضہ تیار ہوا اور اس سند کا تاریخی نام ''الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیّہ'' رکھا۔[2] اس سند میں مولانا بریلوی نے درج ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ علم قرآن	۲۔ علم حدیث	۳۔ اصول حدیث	۴۔ فقہ حنفی
۵۔ کتب فقہ جملہ مذاہب	۶۔ اصول فقہ	۷۔ جدل مذہب	۸۔ علم تفسیر
۹۔ علم العقائد	۱۰۔ علم نحو	۱۱۔ علم صرف	۱۲۔ علم معانی
۱۳۔ علم بیان	۱۴۔ علم بدیع	۱۵۔ علم منطق	۱۶۔ علم مناظرہ
۱۷۔ علم فلسفہ	۱۸۔ علم تکسیر	۱۹۔ علم ہیئت	۲۰۔ علم حساب
۲۱۔ علم ہندسہ			

مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں مولانا بریلوی لکھتے ہیں:

اکیس علوم وفنون ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہٗ الماجد سے حاصل کیا۔[3] پھر اس کے بعد دس علوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے اپنے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا پت علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے۔'' پھر درج ذیل دس علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ قرأت	۲۔ تجوید	۳۔ تصوف	۴۔ سلوک

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ مرتبہ: مولانا بدرالدین احمد قادری، ص ۸۱

[2] الاجازت الرضویہ لمجبل مکتہ البہیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی

[3] ایضاً، ص ۳۰۱

Marfat.com

۵۔اخلاق ۶۔اسماء الرجال ۷۔سیر ۸۔تواریخ

۹۔لغت ۱۰۔ادب مع جملہ فنون[1]

پھر چودہ علوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں ان علموں کی بھی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی افادہ بخش استاد سے حاصل نہیں کیا، نہ پڑھ کر، نہ باہمی گفتگو سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''[2]

وہ چودہ علوم یہ ہیں:

۱۔ارثماطیقی ۲۔جبر و مقابلہ ۳۔حساب ستینی ۴۔لوغارثمات

۵۔علم التوقیت ۶۔مناظرہ و مرایا ۷۔علم الکر ۸۔زیجات

۹۔مثلث کروی ۱۰۔مثلث مسطح ۱۱۔ہیئت جدیدہ ۱۲۔مربعات

۱۳۔جفر ۱۴۔زائچہ

''وہ چودہ علوم جو فقیر کو محض نظر و فکر سے حاصل ہوئے ہیں، ان کے ساتھ یہ پانچ بھی شامل ہیں۔

۱۔فرائض ۲۔حساب ۳۔ہیئت ۴۔ہندسہ ۵۔تکسیر

''تو گویا یہ انیس علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی''۔ پھر اس کے بعد مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی تعلیم کسی استاد سے حاصل نہیں کی ہے۔

۱۔نظم عربی ۲۔نظم فارسی ۳۔نظم ہندی ۴۔نثر عربی ۵۔نثر فارسی

۶۔نثر ہندی ۷۔خطِ نسخ ۸۔خطِ نستعلیق ۹۔تلاوت مع تجوید ۱۰۔علم فرائض۔

ان علوم و فنون کے ذکر کے بعد علامہ بریلوی لکھتے ہیں:

''اللہ کی پناہ میں نے یہ بات فخر اور خوامخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کی بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے، میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ ان میں اور ان کے علاوہ دیگر حاصل کردہ فنون میں بہت بڑا ماہر ہوں۔''[3]

نکاح

احمد رضا فاضل بریلوی کا عقد مسنون ۱۲۹۱ھ میں شیخ فضل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی ارشاد بیگم سے ہوا۔ ''شیخ فضل

---

[1] الاجازت الرضویہ لمجبل مکتہ البھیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی

[2] الاجازت الرضویہ لمجبل مکتہ البھیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی

[3] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ صفحہ: ۲۸۔۲۹۔۳۰

Marfat.com

حسین صاحب نواب رامپور نواب کلب علی خاں صاحب بہادر مغفور کے یہاں اعلیٰ عہدہ پر معمور تھے۔"[1]

آپ کی شادی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ "یہ شادی مسلمانوں کے لیے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر بھجوادی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔ چنانچہ ان حضرات نے بھی غلط رسم ورواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہو گئے اور بڑی تعریف کی"۔[2]

اولاد واحفاد

احمد رضا محدث بریلوی کے دو صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں تھیں۔

صاحب زادے

۱۔ مولانا حامد رضا خاں بریلوی ۲۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

صاحب زادیاں

۱۔ مصطفائی بیگم ۲۔ کنیز حسن ۳۔ کنیز حسین
۴۔ کنیز حسنین ۵۔ مرتضائی بیگم

مولانا حامد رضا خاں

مولانا احمد رضا بریلوی کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا بریلوی تھے۔ آپ کی پیدائش شہر بریلی میں ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو عظیم المرتبت، روحانی، علمی اور زہد وتقویٰ کا مظہر تھا۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کا نام "محمد" رکھا جو تاریخی نام ہے اور عرفی نام حامد رضا رکھا۔ اور حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لفظ "محمد" کے بانوے ۹۲ عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعداد سے تجزیہ کیا جائے تو عدد تیرہ سو باسٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر دلالت کرتے ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہی ہوا۔[3]

درس وتدریس:

اپنے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی سے درسیات کی تکمیل کی اور علوم معقول ومنقول سے فیضیاب ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ ص ۹۷۔ ۹۸

[2] مجدد اسلام۔ نسیم بستوی۔ مطبوعہ: نور بک ڈپو کانپور۔ ص ۳۳۔ ۳۴

[3] ماہنامہ سنی دنیا۔ بریلی۔ جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۲۱

Marfat.com

میں جب آپ والد ماجد کے ساتھ ''زیارت حرمین شریفین'' کے لیے گئے تو وہاں مکہ مکرمہ میں شیخ العلی حضرت علامہ محمد سعید صاحب اور مدینہ منورہ میں حضرت علامہ سید احمد برزنجی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ حضرت علامہ خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''فقہ حنفی'' کی سند عطا فرمائی۔

عربی زبان وادب پر مولانا حامد رضا کو دسترس حاصل تھی۔ عربی نثر اور نظم میں آپ کا منفرد اسلوب تھا۔ مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی آپ کی عربی زبان پر دسترس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کیے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف واطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس وسلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔''[1]

اسی طرح ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگو ہوئی۔ بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول وعرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا'' آپ کو عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان پر یکساں عبور حاصل تھا۔ آپ انیس ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے مولانا ایک طویل مدت تک دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں درس حدیث وتفسیر دیتے رہے ہیں۔ آپ شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی اور خاص طور سے بیضاوی کا درس دینے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے تبحر علمی کے بارے میں مولانا حسنین رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں تھے۔''[2]

بیعت وخلافت: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری مارہروی سے شرف بیعت واجازت حاصل کیا اور والد ماجد سے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔ آپ ۲۳ سال تک والد ماجد کے جانشین رہے۔ حجۃ الاسلام نے بیعت کا آغاز والد ماجد احمد رضا خاں بریلوی کے وصال سے چند روز قبل کیا۔ احمد رضا بریلوی بیعت کے لئے آنے والوں سے خود فرماتے:

''ان کی بیعت میری بیعت ہے ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے، جو ان کا مرید ہوا، میرا مرید ہوا، ان سے بیعت کرو۔''[3]

آپ کے لاکھوں مریدین ہیں جو ہند وپاک اور بیشتر ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جو آپ کی بزرگی و برتری کے شاہد ہیں۔ حجۃ الاسلام کی عظمت کے قائل خود فاضل بریلوی بھی تھے جنہوں نے وقتاً فوقتاً اس بات کا اشارہ بھی کیا ہے:

---

[1] فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ ص ۸۲

[2] تذکرۂ جمیل۔ ص ۱۲۶

[3] تذکرۂ جمیل۔ ص ۱۰۹

Marfat.com

''انا من حامد و حامد رضا منّی کے جلووں سے

بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضا تم ہو'' [1]

''حامد منّی و انا من حامد

حمد سے حمد کماتے یہ ہیں'' [2]

ایک مرتبہ کسی نے احمد رضا کو دعوت دی لیکن کسی وجہ سے آپ دعوت میں نہ جا سکے اور اپنے فرزندِ اکبر حامد رضا کو بھیج دیا۔ اور دعوت دینے والے سے کہا:

''حامد رضا کو بھیج رہا ہوں، یہ میرے قائم مقام ہیں، ان کو حامد رضا نہیں، احمد رضا ہی سمجھنا'' [3]

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کے چچا حسن رضا کو بھی بھتیجے کی عظمت کا اعتراف تھا۔ آپ ایک قصیدہ میں اظہار خیال کرتے ہیں:

''حامد رضا، عالم علم ھدیٰ

نو گل گل زارِ جناب رضا

حسن بہارش زخزاں دور باد

چوں آب وجد ناصر و منصور باد'' [4]

حج و زیارت: مولانا حامد رضا کو دو مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی مرتبہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۲۳ھ میں گئے اور دوسری مرتبہ ۱۳۳۴ھ میں حج و زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

تاریخی کارنامے: آپ نے کچھ تاریخ ساز کارنامے بھی انجام دیے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پر ضرب کاری لگانے والے آپ ہی تھے اور آپ نے زمانہ اپنے بے شمار دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک فریبی کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ مولانا نے اس کے رد میں ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' رسالہ تصنیف کیا۔ پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ''گناہ بے گناہی'' میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''۔۔۔۔بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں کانپور سے مسئولہ یا موصولہ ایک استفتاء کے جواب میں قادیانیوں

---

[1] معارف رضا ۱۹۹۱ء ص ۶۲،۷

[2] معارف رضا ۱۹۹۱ء۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۲۹۵

[3] خلفائے محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ ص ۶۱

[4] ایضاً، ص ۶۲

Marfat.com

کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا ''الصارم الربانی علی اسراف قادیانی''[1]

قادیانی تحریک کی طرح انہوں نے بہت سی تحریک کا مقابلہ کیا جیسے تحریک خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریکِ ہجرت، تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک شدھی سنگھٹن وغیرہ۔

شاعری: آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ اور تاریخ گوئی میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تاریخیں کہی ہیں۔ مسجد جنکشن بریلی جب تیار ہوئی تو ۵ عربی اشعار پر مشتمل فی البدیہہ تاریخ تعمیر کہی۔[2] مولانا نے علامہ محمد عبدالکریم سندھی کی وفات پر بھی فارسی میں چھ اشعار پر مشتمل قطعۂ تاریخ وفات کہا۔[3] اس طرح آپ نے بہت سی تاریخیں کہی ہیں جس کا ذکر ''تذکرہ جمیل'' میں کثرت سے ملتا ہے۔ آپ نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ میدانِ نعت گوئی کے بھی آپ شہسوار تھے۔

''مجھ کو در در پھراتی رہی آرزو
ٹوٹے پاؤں، تھک گئی جستجو
ڈھونڈتا میں پھرا، کو بہ کو، چارسو
تھا رگِ جاں سے نزدیک تر، دل میں تو
اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو''

''گناہ گاروں کا روزِ محشر شفیع الا نام ہوگا
دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ اسلام ہوگا
وہی ہے شافع، وہی شفیع ہے، اس شفاعت سے کام ہوگا
ہماری بگڑی بنے گی اس دن، وہی مدار الہام ہوگا
ہوئی جو مجرم کو باریابی تو خوف وعصیاں سے دھج یہ ہوگی
خمیدہ سر، آب دیدہ آنکھیں، لرزتا ہندی غلام ہوگا
اسی تمنا میں دم پڑا ہے، یہی سہارا ہے زندگی کا
بلالو مجھ کو مدینہ سرور، نہیں تو جینا حرام ہوگا
حضورِ روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامد

---

[1] گناہ بے گناہی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ص ۴۷

[2] تذکرہ جمیل۔ ص ۱۷۰

[3] ایضاً ص ۱۶۹

Marfat.com

خمیدہ سر، آنکھ بند، لب پر میرے درود وسلام ہوگا''

مولانا حامد رضا کو عربی جیسی مشکل زبان پر بھی حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ مولانا اہل زبان کی طرح روانی کے ساتھ قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ اپنے والد احمد رضا بریلوی کی تصانیف الدولۃ المکیہ، الاجازۃ المتینہ، کفل الفقیہ الفاھم وغیرہ پر عربی زبان میں تمہیدیں بھی لکھی ہیں۔ مولانا کی عربی زبان دانی سے متعلق ایک اہم واقعہ ہے کہ آپ ایک دفعہ دار العلوم معینیہ اجمیر شریف طلباء کا امتحان لینے اور دار العلوم کا معائنہ کرنے کے لیے گئے۔ جب وہاں سے دونوں کاموں سے فارغ ہو کر لوٹنے لگے مولانا معین الدین اجمیری نے آپ سے دار العلوم کے بارے میں تاثرات تحریر فرمانے کو کہا تو آپ نے قلم برداشتہ فصیح وبلیغ زبان میں کئی صفحات تحریر فرما دیے۔ آپ کی اس تحریر کو دیکھ کر مولانا معین الدین اجمیری بہت حیرت زدہ ہوئے۔ حالانکہ مولانا اجمیری خود عربی زبان کے ماہر تھے باوجود اس کے مولانا حامد رضا کے تاثرات کا جب اردو ترجمہ کرنے بیٹھے تو بمشکل تمام ترجمہ کر سکے۔

عرب کے مشہور عالم شیخ دباغ اور سید مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی کا اعتراف کیا جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

اردو زبان میں بھی آپ نے عربی کتاب ''الفیوضات المکیہ'' کا سلیس اور شگفتہ بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔

حسن سیرت: مولانا حامد رضا کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل اور حسن سیرت کی دولت کے ساتھ۔ ساتھ حسن صورت کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ مفتی اعجاز ولی رضوی بریلوی مولانا کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ کے اخلاق وخصائل اور صورت وسیرت ایسی پاکیزہ تھی کہ کتنے غیر مسلم محض جمال جہاں آراء کو دیکھ کر مشرف اسلام ہو گئے۔''[1]

تصانیف

۱۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

۲۔ مجموعہ فتاویٰ

۳۔ نعتیہ دیوان

۴۔ حاشیہ ملا جلال

۵۔ سد القرار

۶۔ سلامۃ اللہ لاھل السنۃ من سیل العناد والفتنۃ

۷۔ الاجازات المتینہ لعلماء مکۃ والمدینۃ

۸۔ ترجمہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

۹۔ ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین

۱۰۔ ترجمہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم

۱۱۔ ترجمہ الدولۃ المکیہ کے حاشیہ الفیوضات المکیہ

---

[1] ہفت روزہ، رضائے مصطفےٰ، گوجرانوالہ ۱۸ جمادی الاول ۷۹ ۱۳ء

Marfat.com

وصال: آفتاب علم وفضل حجۃ الا سلام مولانا حامد رضا خاں نے ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء [1] کو عشاء کی نماز کے دوران بحالتِ تشہد ۴۵: ۱۰ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نمازِ جنازہ محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب نے پڑھائی۔ [2] آپ کا مزار بریلی میں محلہ سوداگران میں والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی کے پہلو میں ہے۔

اولاد: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے دو صاجزادے تھے۔ ایک صاجزادے حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں اور دوسرے صاجزادے مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں تھے یہی آپ کے جانشین تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی چار صاجزادیاں بھی تھیں۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں، (مفتی اعظم ہند)

مولانا محمد شاہ مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء [3] کو ہوئی۔ والد ماجد نے آپ کا نام محمد رکھا اور حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری جانشین شاہ آلِ رسول مارہروی نے ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' نام تجویز فرمایا۔ آپ کا عقیقہ ''محمد'' کے نام سے ہوا اور مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا۔ [4]

احمد رضا فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کی ولادت سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی کہ:

> ''اے مالک بے نیاز! یا رب کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے'' [5]

مفتی اعظم کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد احمد رضا خاں بریلی سے دور اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول کے وطن مارہرہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے خواب دیکھا کہ ان کے گھر ایک فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام ''آلِ رحمٰن'' رکھا۔

مولانا سید شاہ ابوالحسین نوری مارہروی نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا ''مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاجزادے کی ولادت ہوئی ہے۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام ''آلِ رحمٰن'' رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا''۔ [6]

---

[1] تذکرہ مشائخ قادریہ۔ مولانا عبدالمجتبیٰ قادری۔ ص ۵۰۰

[2] خلفاء محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۷۰

[3] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری، ص ۳۲۲

[4] مفتی اعظم ہند۔ مؤلف، سیّد محمد ریاست علی رضوی بریلوی۔ مئی ۱۹۷۹ ص ۲۶

[5] ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم ۳ نمبر) مئی ۱۹۸۳ ص ۳۰۶

[6] ماہنامہ استقامت۔ کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر)۔ ماہ مئی ۱۹۸۳ ص ۳۰۶

Marfat.com

جب حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری حسب وعدہ چھ ماہ بعد بریلی تشریف لائے تو انہوں نے بچہ کو دیکھ علامہ بریلوی سے فرمایا:

"یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کریگا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ بہت بڑا ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کے دریا بہائے گا۔"[1]

تعلیم وتربیت:

مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا نے اپنے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی کے زیر سایہ پرورش اور آپ کی ہی سرپرستی میں مصطفیٰ رضا نے تمام مروجہ علوم میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی رسم بسم اللہ مولانا احمد رضا بریلوی کے سامنے ہوئی۔ آپ نے جن اساتذہ سے فیض اور شرف تلمذ حاصل کیا وہ مشاہیر اساتذہ کرام یہ ہیں:

۱۔ علامہ شاہ رحم الٰہی منگوری
۲۔ حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی
۳۔ شیخ العلماء حضرت سید بشیر احمد علی گڑھی
۴۔ شمس العلماء علامہ ظہور الحسن فاروقی رامپوری[2]

آپ نے والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی سے معقولات ومنقولات کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہوئے اور ۲۸ سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی[3] مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی شاہ ابوالحسن نوری سے بیعت ہوئے اور والد سے ماجد اجازت وخلافت حاصل کی۔ مولانا سید ناشاہ ابوالحسن نوری مارہروی نے تمام سلاسل کی خلافت آپ کو اس وقت عطا کی جب آپ صرف چھ ماہ کے تھے اور بشارت دی کہ یہ بچہ اپنے وقت کا پیر اور جلیل القدر پیر اور ولی کامل ہوگا۔[4]

مفتی اعظم ایک بلند پایہ عالم وفاضل تھے۔ آپ کے علم وفضل کو دیکھ کر بیرونی ممالک کے لوگ بھی شرف تلمذ حاصل کرتے رہے۔ علمائے مکہ سید علوی مکی، سید محمد بن امین مکی وغیرہ نے آپ سے اجازت حدیث لی۔ مصطفیٰ رضا بریلوی کو فتویٰ نویسی کے فن میں مہارت اپنے والد ماجد احمد رضا بریلوی سے حاصل ہوئی۔ آپ نے ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا فتویٰ دیا۔ آپ کی فتویٰ نویسی کے سلسلے میں ایک اہم واقعہ ہے کہ

"ایک دن آپ دارالافتاء پہنچے، مولانا ظفر الدین صاحب فتوی لکھ رہے تھے، مراجع کے لیے اٹھ کر فتاویٰ رضویہ المماری

---

[1] پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۱۳

[2] مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء۔ محمد شہاب الدین رضوی، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی۔ ص ۱۳۔

[3] محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ۱۹۹۵ء ص ۳۴۔ ۵۳

[4] مفتی اعظم ہند مؤلف سید ریاست علی رضوی بریلوی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۹ء ص ۲۸۔

Marfat.com

سے نکالنے لگے، حضرت نے فرمایا۔ نو عمری کا زمانہ تھا، میں نے کہا، کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں۔ میں نے فوراً لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔" [1]

آپ کا یہ فتویٰ جب والد ماجد احمد رضا بریلوی کے پاس تصحیح کے لیے آیا تو آپ تحریر دیکھ کر پہچان گئے اور صحت جواب پر انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا، اس پر دستخط کرو۔ بیٹے سے دستخط کروانے کے بعد فوراً "صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب" لکھ کر خود دستخط فرمایا۔ [2] اور بیٹے کو بطور انعام پانچ روپیہ دیکر فرمایا "تمہاری مہر ابنوا دیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کیا کرو۔" [3]

اس طرح آپ کو "ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفیٰ رضا" کے نام کی مہر مولانا حافظ یقین الدین کے بھائی سے بنوا کر عطا کی گئی جو دوسرے حج کے موقع پر جدہ میں گم ہوگئی۔ [4] اٹھارہ سال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا جو دور شروع ہوا وہ بلا معاوضہ ستر سال کے طویل عرصہ تک جاری رہا۔ "مفتی اعظم کا "فتویٰ مصطفویہ" اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کو فقہ میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ آپ کا فتویٰ مستفتی کو اس قدر مطمئن کر دیتا کہ مستفتی کو کہیں اور فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ فتویٰ طلب کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ آپ کا فتوی بغیر کسی رو رعایت کے شریعت مطہرہ کے مطابق ہوتا۔ تصویر کشی کو حرام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے کبھی بھی تصویر نہیں کھنچوائی۔ اسی طرح مفتی صاحب نس بندی کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حکومت کے زبردست دباؤ کے باوجود بھی انہوں نے نس بندی کے حق میں فیصلہ نہیں دیا۔ ۷۷-۱۹۷۶ء کا واقعہ ہے جب ملک ایمرجینسی کے دور سے گزر رہا تھا۔ مسلمانوں کے سامنے نس بندی کا طوفان اپنی بھیانک شکل میں کھڑا تھا۔ حکومت ہند نس بندی کے حق میں علمائے کرام اور مفتیانِ عظام سے فتویٰ صادر کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہی تھی۔ کچھ علمائے کرام حکومت کے دباؤ، خوف اور دنیاوی منفعت کے لیے نس بندی کے حق میں فتویٰ دے رہے تھے لیکن مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا صاحب کو کوئی بھی دباؤ اور لالچ انہیں حق بات کہنے سے ہلا نہ سکا اور انہوں نے یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ "نس بندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔" [5] اور اس فتویٰ کو حکومت کی سخت پابندیوں اور ذرائع ابلاغ پر حکومت کے زبردست کنٹرول کے باوجود ملک کے کونے کونے میں مشتہر کرایا۔ اس طرح انہوں نے حکومتِ ہند کی پرواہ کیے بغیر حق گوئی اور بیباکی کے ساتھ ایک تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا۔

اسی طرح آپ نے رؤیت ہلال کے ایک مسئلہ پر فتویٰ دے کر یہ ثابت کیا کہ آپ کے علم و فضل کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ناشر ۱۳۹۱ھ، ص ۲۲۳

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ناشر ۱۳۹۱ھ، ص ۲۲۳۔ ۲۲۴

[3] حجاز جدید دہلی۔ ماہ ستمبر اکتوبر۔ مفتی اعظم نمبر ص ۷۷

[4] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ ص ۲۲۴

[5] مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۹۱

Marfat.com

جنرل ایوب خاں سابق صدر پاکستان کے دورِ حکومت میں ایک رؤیت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ یہ کمیٹی عیدین کا چاند ہوائی جہاز سے دیکھتی اور پھر اس ہلال کمیٹی کی شہادت پر حکومت کی طرف سے رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا جاتا۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر ۲۹ر رمضان کو اس رؤیت ہلال کمیٹی کے ارکان چاند دیکھنے کے لیے ہوائی جہاز سے فضا میں گئے۔ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان جاتے ہوئے ان افراد کو چاند نظر آ گیا اور واپس آ کر ان افراد نے چاند کی رؤیت کی خبر حکومت وقت کو دے دی اور پھر حکومتِ پاکستان نے اپنے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا۔ لیکن پاکستان کے علمائے کرام نے اس پر اعتماد نہیں کیا اور دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک سے رؤیت ہلال کے مسئلہ پر فتویٰ طلب کیا اور ایک استفتاء مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کے پاس بھی بھیجا۔ تمام ممالک سے جو فتاویٰ آئے تقریباً سارے فتوے رؤیت ہلال کمیٹی کی تائید میں تھے۔ وسیع النظر مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کا فتویٰ تمام ممالک سے آئے ہوئے فتوؤں سے مختلف تھا۔ مولانا کا فتویٰ نہ صرف رؤیت ہلال کمیٹی اور حکومت پاکستان کو چونکا دینے والا تھا بلکہ تمام ممالک کے مفتیان عظام کو بھی اس نے متحیر کر دیا۔ آپ نے جو فتویٰ صادر کیا وہ اس طرح تھا:

''چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو، وہاں سے دیکھنا چاہیے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لیے کہیں چاند ۲۹ر اور کہیں چاند ۳۰ر کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند دیکھ کر رؤیت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر ۲۷ر۲۸ تاریخ کو بھی نظر آ سکتا ہے تو کیا ۲۷ر۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صادر کیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ر کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا'' فقیر مصطفیٰ رضا قادری۔[۱]

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۷ر۲۸ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلند پرواز کرنے پر چاند نظر آ گیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رؤیت ہلال کمیٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔ آپ نے اس طرح بہت سے تاریخ ساز کارنامے انجام دیے۔ جب شردھانند نے ۱۹۲۴ء میں فتنۂ ارتداد برپا کیا تو آپ نے بہت ہی جرأت مندی اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ اس طرح ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) میں بھی تاریخ ساز کردار ادا کیا۔

آپ کے ایسے ہی تاریخ ساز کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے مفتی اعظم کا خطاب دیا اور لوگ آپ کی زندگی میں بھی آپ کو ''مفتی اعظم'' کہہ کر پکارتے تھے اور آج دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی مفتی اعظم کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔

---

۱ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، ص ۸۹۔۹۰

Marfat.com

مفتی اعظم کی سیرت بھی کچھ کم متاثر کر دینے والی نہ تھی۔ آپ غریب پرور تھے۔ آپ کو غریبوں سے بے انتہا پیار تھا اور امیروں سے اجتناب، غریبوں سے آپ کی محبت عملی طور پر نظر آتی تھی۔ ایک غریب کی عیادت کی خاطر آپ نے یو۔ پی کے گورنر اکبر علی خاں سے ملاقات موقوف کر دی تھی اور گورنر ملاقات کیے بغیر لوٹ گئے۔ انہیں خصائل کی وجہ سے غیر مسلم بھی آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے، آپ بے انتہا غم خوار، غریب پرور اور درد مند انسان تھے۔ آپ کی شخصیت سے متعلق ایک واقعہ ایک واقعہ حضرت مولانا مرغوب حسن قادری اعظمی جنرل سیکرٹری آل انڈیا اسلامک مشن بنارس، لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقع پر جامعہ حمیدیہ بنارس تشریف لائے۔ چونکہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا اس لیے وقت معینہ پر تشریف لانا ہوا۔ بعد جلسہ ارکان جامعہ نے سوچا کہ چونکہ حضرت دور سے تشریف لائے ہیں اور وہ بھی کار سے اس لیے خرچ زیادہ پڑا ہوگا۔۔۔۔۔۔ لہٰذا پانچ سو روپیہ کی رقم پیش کرنی چاہی ہزار کوشش کے باوجود بھی آپ نے قبول نہیں فرمایا لوگوں نے دیکھا کہ اس طرح حضرت کا نقصان ہوگا تو رقم کو مختلف لوگوں پر بانٹ دیا گیا تا کہ فرداً فرداً لوگ مصافحہ کرتے جائیں اور اس طرح شاید حضرت قبول فرمالیں۔ آپ سب کی نذر قبول کرتے رہے پھر آخر میں فرمایا'' میں اس رقم کو جامعہ کے لیے وقف کر رہا ہوں اس کی تعمیر میں اس کو صرف کر دیا جائے۔ یہ ایثار دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔''[1]

شاعری: مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں عالم دین، مفتی اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک با کمال شاعر بھی تھے۔ شاعری آپ کو ورثہ میں ملی تھی جس کی آپ نے خوب پاسبانی کی۔ والد ماجد احمد رضا بریلوی، چچا حسن رضا بریلوی اور بڑے بھائی حامد رضا بریلوی با کمال شاعر تھے۔ مفتی اعظم شاعری میں اپنے پیر و مرشد حضرت سید ابوالحسین احمد نوری کی نسبت سے ''نوری'' تخلص کرتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام ''سامانِ بخشش'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ حمد، نعت، منقبت میں آپ کو خاص مقام حاصل ہے۔ آپ مبلغ دین ہونے کے ساتھ ساتھ عاشق رسول بھی تھے یہی وجہ ہے کہ جو نعتیں آپ نے نبی ﷺ کی شان میں کہی ہیں وہ عشق رسول میں سرشار نظر آتی ہیں۔ آپ نے نہایت عمدہ، شیریں اور سلیس زبان میں نعتیں کہی ہیں۔ مولانا نے تمام اصناف سخن میں نعتیں کہی ہیں۔ ایک نعتیہ رباعی میں اپنے عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''دنیا تو کہتی ہے سخنور ہوں میں ۔۔۔ سارے شعراء کا آج سرور ہوں میں
میں یہ کہتا ہوں یہ غلط ہے سو بار غلط ۔۔۔ سچ تو ہے یہی کہ سب سے احقر ہوں میں''

مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر اختر بستوی لکھتے ہیں:

''مفتی اعظم ایک با کمال شاعر بھی تھے۔ وہ بلا شبہ ان شعراء میں شامل تھے جن کے لیے قرآن کا ارشاد ہے۔
شاعری ایک سحر ہے جو مفتی اعظم ہند جیسے ہاتھوں میں پہنچ کر سحر حلال بن جاتی ہے۔''

---

[1] رہبر اعظم۔ مرتبہ: شرافت اللہ۔ مطبوعہ، بریلی۔ ص ۱۵۔ ۱۶

Marfat.com

نمونۂ کلام:

"پیام لے کے جو آئی صبا مدینے سے | مریض عشق کی لائی دوا مدینے سے
ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے | کہ مہر و ماہ نے پائی ضیاء مدینے سے
وہ آیا خلد میں جو آ گیا مدینے میں | گیا وہ خلد سے جو چل دیا مدینے سے
نہ چین پائے گا یہ غمزدہ کسی صورت | مریض غم کو ملے گی شفا مدینے سے
ترے نصیب کا نوری ملے گا تجھ کو بھی | لے آئے حصہ یہ شاہ و گدا مدینے سے"

حج: مفتی مصطفیٰ رضا خاں نے تین حج کیے تھے آپ نے آخری حج ۱۹۷۱ء میں کیا۔ قابل ذکر ہے کہ یہ آخری حج آپ نے بغیر فوٹو کے پاسپورٹ حاصل کر کے ادا کیا تھا۔[۱] کیونکہ آپ کوئی بھی کام شرع کے خلاف نہیں کرنا چاہتے تھے۔

وفات: مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے اکیانوے سال کی عمر میں ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء میں جمعرات کی شب ۱:۴۰ منٹ پر کلمہ پڑھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے انتقال کی خبر پوری دنیا میں پھیل گئی۔ پھر کیا تھا عاشقانِ نوری کا سیلاب کاشانہ نوری پر امنڈ پڑا۔ ہندوستان کی اہم شخصیتوں کے علاوہ دیگر ممالک کے نمائندے بھی موجود تھے۔ جیسے افریقہ، ماریشس، عرب امارات وغیرہ۔ پاکستان کی نمائندگی وہاں کے سفیر عبدالستار صاحب نے کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلوسِ جنازہ میں دس لاکھ لوگ موجود تھے[۲] مفتی اعظم کے انتقال کے وقت سے سوئم تک تقریباً بیس اکیس لاکھ افراد بریلی تشریف لائے۔[۳] آپ کی نماز جنازہ سجادہ نشین کچھوچھہ شریف شاہ مختار احمد اشرفی جیلانی نے پڑھائی اور والد محترم احمد رضا بریلوی کے پہلو میں سپردِ خاک کیے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق مجلسِ فاتحہ میں تقریباً ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔[۴]

اولاد:

مفتی صاحب کی سات بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بیٹے کا انتقال تقریباً دو برس کی عمر میں ہو گیا تھا۔

بیٹا: حضرت ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں

بیٹیاں: نگار فاطمہ، انوار فاطمہ، برکاتی بیگم، رابعہ بیگم، ہاجرہ بیگم، شاکرہ بیگم۔

---

[۱] مفتی اعظم ہند۔ سیّد ریاست علی رضوی۔ مطبوعہ۔ نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۲۳

[۲] خلفائے محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۹۱

[۳] رہبر اعظم۔ ڈاکٹر شرافت اللہ۔ ص ۱۳۱، ۱۹۱۸

[۴] ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور۔ "اعلیٰ حضرت بریلوی نمبر" ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء

Marfat.com

نواسے: مولانا ریحان رضا خاں، مولانا اختر رضا خاں ازھری، مولانا منان رضا خاں، تنویر رضا خاں (عرصۂ دراز سے لاپتا) خالد علی خاں، جناب سراج رضا خاں، جناب جاوید رضا خاں، ضیاء الرحمٰن خاں، عطاء الرحمٰن خاں، نجم الرحمٰن خاں

اساتذہ:

احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے جن اساتذۂ کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء)

۲۔ شاہ ابوالحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

۳۔ مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)

۴۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)

مولانا احمد رضا بریلوی کا سلسلہ اسناد مندرجہ ذیل علماء سے ملتا ہے:

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۔ مولانا عبدالعلی لکھنوی ۳۔ شیخ عابد السندی المدنی

مشائخ:

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ کچھ ایسی ہی شخصیتیں ہیں جو احمد رضا بریلوی کی زندگی پر ایسے اثرانداز ہوئیں کہ آپ کی شخصیت مرجع خلائق بن گئی۔ ذیل کی شخصیات کا اثر آپ پر اتنا ہوا کہ آپ متقی و پرہیزگار عالم، شریعتِ مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے والے، عشق رسول کے سمندر میں غوطہ لگانے والے، زندگی کے ہر لمحہ کو سنتِ رسول کے مطابق گزارنے والے اور علم کے بحر بیکراں پیکر بن گئے۔ احمد رضا فاضل بریلوی دو مرتبہ سفر حج پر گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں۔ لیکن پہلے سفر حج کے دوران مکہ مکرمہ کے تین اکابر علمائے کرام سے مختلف علوم وفنون میں اسناد حاصل کیں۔ جن کا ذکر خود علامہ بریلوی نے اپنی کتاب ''الاجازت المتینۃ'' میں کیا ہے۔ علامہ سید احمد بن زینی دحلان (م ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ، علامہ سید حسین بن صالح جمل اللیل شیخ الخطباء و امام شافعیہ مسجد الحرام (۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج (م ۱۳۱۴ھ) مفتی حنفیہ امکہ مکرمہ کے یہ تین مشائخ ہیں جنہوں نے پہلے سفر حج کے دوران فاضل بریلوی کو مختلف علوم وفنون میں سندات اور اجازات دیں۔ ان مشائخ کے علاوہ شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) سے بھی سندِ حدیث وسلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت حاصل تھی۔ [۲]

---

[۱] فقیہ اسلام۔ ص ۱۴۷۔ ۱۴۸

[۲] تجلیات امام احمد رضا

Marfat.com

شیخ احمد بن زینی دحلان مکّی:

آپ کا شمار نابغۂ روزگار علمائے مکہ میں ہوتا ہے۔ آپ علم کے بحر بیکراں تھے جن سے عرب وعجم کے بے شمار تشنگانِ علم نے اپنی پیاس بجھائی۔ شیخ احمد بن زینی دحلان کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء میں ہوئی بچپن سے ہی آپ کو علم وادب سے گہرا شغف تھا۔ علمی شغف کی وجہ سے آپ کی زندگی درس وتدریس میں گزری۔ عالم اسلام کے لا تعداد اکابر علماء ومشائخ نے آپ سے استفادہ کیا اور روایت حدیث میں اسناد حاصل کیں۔ جس کی وجہ سے آپ شیخ العلماء کہلائے۔ شیخ مکی کی شخصیت مختلف جھروکوں سے جھانکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جہاں آپ ایک بلند پایہ فقیہ اور مؤرخ ہیں وہیں امام، مدرس اور مفتی شافعیہ بھی ہیں۔ علمائے عرب میں آپ کی نہایت قدر ومنزلت تھی۔ آپ کے عہد میں مکہ مکرمہ میں پہلا مطبع قائم ہوا جس سے آپ نے بے شمار کتب طبع کرائیں۔ عالم اسلام کے جن علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے ان میں حجاز مقدس کے مملکت ہاشمیہ کے بانی حسین بن علی، برصغیر سے تعلق رکھنے والے مولانا عبدالحلیم لکھنوی (م ۱۲۸۵ھ)، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ)، مولانا نقی علی خاں بریلوی (۱۲۹۷ھ)، مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ)، مولوی عبدالسلام سہوی فتحپوری (م ۱۲۹۹ھ)، مولوی حسین علی فتحپوری (م ۱۲۸۴ھ)، مولوی ابراھیم آروی (م ۱۳۱۹ھ)، مولوی ذوالفقار احمد مالوی بھوپالی، مولوی عبدالعزیز کشمیری لکھنوی، مولوی سید عبد بلگرامی (۱۳۰۵ھ)، مولوی عبدالوہاب ویلوری مالا باری قادری (م ۱۳۳۷ھ)، مولوی قادر بخش سہرامی (م ۱۳۳۷ھ)، مولوی محمد بن غلام رسول سورتی (م ۱۳۲۴ھ)، مولوی محمد حسین الہ آبادی (م ۱۳۲۲ھ)، مولوی محمد نعیم لکھنوی (م ۱۳۱۸ھ)، مولوی نور احمد امرتسری، مولوی نور احمد ڈھیانوی، احمد الدین چکوالوی وغیرہ۔[۱]

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکّی نے حدیث وفقہ، اصول فقہ، تفسیر اور دیگر علوم وفنون کی اسناد عطا کیں۔ جس کا اعتراف فاضل بریلوی نے خود کیا ہے: ''میں نے مکہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی سے تعلیم حاصل کی''[۲] شیخ سید احمد دحلان کے شاگرد وعلامہ سید ابوبکر سطا شافعی مکّی (۱۲۶۶ھ/۱۳۱۰ھ) شیخ کے حالات وخدمات پر ایک کتاب ''نفحۃ الرحمٰن فی بعض مناقب السید احمد بن زینی دحلان'' کے نام سے لکھی جو عرصۂ دراز ہوا شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کا قلمی نسخہ آج بھی مکی لائبریری میں موجود ہے۔ علامہ سید احمد بن زینی دحلان نے مختلف علوم وفنون پر طبع آزمائی کی اور ان پر ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ شیخ دحلان مکّی کی جن تصانیف تک ہماری رسائی ہوسکی وہ حسب ذیل ہیں:

تصانیف:

۱۔ تاریخ الدول الاسلامیہ بالجداول المرضیہ۔ مطبوعہ۔ قاہرہ ۱۳۰۶ھ

۲۔ خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام۔ مطبوعہ، مصر ۱۳۰۵ھ

---

[۱] امام احمد رضا اور علمائے مکہ مکرمہ۔ محمد بہاالدین شاہ۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۳۰

Marfat.com

۳۔ الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ۔ مطبوعہ، قاہرہ ۱۳۱۹ھ
۴۔ السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ۔ مطبوعہ، مصر ۱۲۹۲ھ
۵۔ الفتوحات الاسلامیہ بعد مضی الفتوحات النبویہ۔ مطبوعہ، مکہ ۱۳۰۲ھ [1]

ڈاکٹر بکری شیخ امین نے اپنی کتاب ''الحرکۃ الادب فی المملکۃ العربیہ السعودیہ'' میں ''تاریخ الدول اسلامیہ'' کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔ شیخ زھیر محمد جمیل کتبی مکی (ولادت ۱۳۷۵ھ) نے اپنی پانچ جلدوں پر مشتمل کتاب ''رجال من مکۃ المکرمۃ'' میں شیخ احمد دحلان کی اٹھائیس تصنیفات و تالیفات اور شروحات کے نام درج کیے ہیں۔ شیخ دحلان کی بعض تصانیف لبنان، ترکی اور پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہیں۔

شیخ دحلان مکی نے ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء میں وفات پائی۔

شاہ آل رسول مارہروی

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی تیرھویں صدی ھجری کے جلیل القدر بزرگ اور اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ جامع الکمالات شخصیت کے حامل تھے۔ افق علم و فضل کے وہ نیر تاباں تھے جن کے سامنے بڑے بڑے فضلا اور علماء نے زانوئے ادب تہ کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی نے بزبان فارسی اپنے پیر و مرشد کی شان میں ۴۲ اشعار تحریر فرمائے۔ جس کا مطلع یہ ہے:

''خوشا دے کی دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندس فدائے آل رسول'' [2]

آپ کی ولادت صوبہ اتر پردیش کے شہر مارہرہ میں ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ آپ نجیب الطرفین تھے۔ والد ماجد شاہ آل برکات ستھرے میاں اور عم محترم اچھے میاں کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ ابتدائی درسی کتابیں مولانا عین الحق شاہ عبد المجید بدایونی اور مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی سے پڑھیں اور فرنگی محل کے علماء ملا نور اور مولانا عبد الواسع صاحب سے کتب معقول، فقہ و اصول کی تکمیل فرمائی۔ ۱۲۲۶ھ میں عبد الحق رو دولوی (م ۸۰۷ھ) کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء و مشائخ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی۔ [3] پھر اسی سال اچھے میاں کے حکم سے مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے درس میں شامل ہوئے۔ محدث دہلوی نے صحاح ستہ کے دورہ کے سلاسل حدیث و طریقت کی سند مرحمت فرمائی۔ سید شاہ آل رسول مارہروی کو اجازت د

---

[1] ماہنامہ معارف رضا۔ کراچی ۱۹۹۸ء۔ شمارہ ۱۸
[2] حدائق بخشش۔ احمد رضا بریلوی، حصہ دوم۔ مطبوعہ۔ رضا آفسیٹ ممبئی ۱۹۹۸ء، ص ۳۱
[3] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۲

Marfat.com

خلافت حضرت اچھے میاں سے حاصل تھی ۔والد ماجد نے بھی اجازت مرحمت فرمائی لیکن آپ مرید حضرت اچھے میاں کے سلسلے میں کرتے تھے ۔

آپ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور عارف باللہ تھے ۔آپ احمد رضا بریلوی کے شیخ طریقت اور استاد تھے ۔شیخ آل رسول مارہروی نے اپنی مسلسل جدوجہد سے مذہب اِسلام کی تبلیغ کی ۔زندگی کا ایک ایک لمحہ شریعت اور سنتِ رسول کے مطابق گزرتا، نماز باجماعت ہمیشہ مسجد میں ہی ادا کرتے ۔آپ نہایت سخی اور کریم النفس انسان تھے ۔ہر شخص سے شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے ۔

آپ کا عقد نثار فاطمہ بنت سید منتخب حسین بلگرامی سے ہوا۔ دو صاجزادے اور تین صاحب زادیاں تھیں ۔آپ کے مرید اور خلفاء کی کثیر تعداد ہے لیکن حضرت شاہ مارہروی کی نظر میں جو مقام ومرتبہ ان کے مرید وخلفیہ احمد رضا بریلوی کا ہے وہ کسی کا نہیں ۔سید صاحب فاضل بریلوی کی وسعتِ علمی اور مختلف علوم وفنون پر کامل دسترس سے واقف تھے ۔یہی وجہ ہے کہ سید آل رسول نے فاضل بریلوی کو اپنی تصانیف میں تصرف کرنے کی اجازت دے رکھی تھی ۔اور خود فرماتے ہیں ’’میری تصانیف میں جس عبارت کو وہ مٹائیں یا ترمیم کریں تو وہ منسوخ یا ترمیم میری طرف سے سمجھی جائے اور وہ جو اضافہ کریں تو وہ بھی میری طرف سے تصور کیا جائے ۔‘‘ [1]

۵ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں احمد رضا خاں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ حضرت سید آل رسول مارہروی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔سید صاحب نے فاضل بریلوی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ

’’آئیے ہم کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے‘‘ [2]

احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے والد ماجد سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، مرشد کامل نے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت کے ساتھ سند حدیث بھی عطا فرمائی ۔[3] سید آل رسول مارہروی نے علامہ بریلوی کو بیعت اور اجازت وخلافت عطا کرنے کے بعد فرمایا:

’’مجھے اس بات کی فکر رہتی تھی کہ اگر روزِ قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ فرمائے کہ اے آلِ رسول! تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا، لیکن آج میری یہ پریشانی وفکر دور ہوگئی ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ ’’اے آلِ رسول! تو میرے لیے دنیا سے کیا لایا؟ تو میں عرض کروں گا یا الٰہی! میں ترے لیے ’احمد رضا لایا ہوں‘‘ [4]

---

[1] ماہنامہ معارف رضا۔ کراچی شمارہ ۸۵ مارچ ۲۰۰۳ء

[2] سیرت اعلیٰ حضرت مع کرامت۔ حسنین رضا خاں۔ مطبوعہ، رضا اکیڈمی مارشس ۱۹۸۳ء

[3] انوارِ رضا۔ مرتب سید محمد جیلانی۔ مطبوعہ۔ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۹۳

[4] معارف رضا، کراچی۔ مارچ ۲۰۰۳ء شمارہ ۸۵۔ ص ۳۱

Marfat.com

فاضل بریلوی نے پیرو مرشد سید آل رسول مارہروی کی فرمائش پر شجرۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ بہ صیغۂ درود شریف قلم برداشتہ عربی زبان میں تحریر فرمایا جو فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہے۔ یگانۂ روزگار شخصیتیں شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، شاہ ابوالحسین نوری وغیرہ آپ کے خلیفہ ہیں۔ سید شاہ آل رسول مارہروی کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ کو بروز جمعرات مارہرہ میں ہوا۔

مادۂ تاریخ وفات:

عسیٰ ربک مقاماً محموداً ۱۲۹۶

حسین بن صالح جمل اللیل علیہ الرحمہ ۱۲۹۶

حسین بن صالح جمل اللیل (م ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء) چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم، فقیہ، محدث، ولی کامل اور باکمال شاعر تھے۔ آپ کی جامع الکمالات شخصیت تھی۔

آپ کے حالات زندگی مطبوعہ عربی کتب میں کم دستیاب ہیں۔ صرف دو کتابوں سے ہی آپ کی مختصر حالاتِ زندگی کا پتا چلتا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب "الشجرة الزكيه فى الانساب وسير آل بيت النبويه" ہے جو آپ ہی کے خاندان کے ایک فرد بریگیڈیر ابوسہل سید یوسف بن عبداللہ بن صالح بن سالم جمل اللیل کی تالیف ہے۔ اور دوسری کتاب مکہ مکرمہ کے عالم شیخ عبداللہ میرداد ابوالخیر (۱۲۸۵ھ۔ ۱۳۴۳ھ) کی "نشر النور والزهر" ہے۔ اس کتاب میں مکہ مکرمہ کے دسویں تا چودھویں صدی ہجری کے چھ سو سے زائد علماء کے حالات درج ہیں۔

سید حسین جمل اللیل کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ ''جمل اللیل'' آپ کا خاندانی لقب ہے۔ ''جمل اللیل'' کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے اجداد میں سید محمد بن حسن جو ۷۵۰ھ میں تریم میں پیدا ہوئے تھے، علم اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ رات بھر نوافل کے دوران تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے حتیٰ کہ صبح طلوع ہو جاتی۔ اسی وجہ سے آپ ''جمل اللیل'' کے لقب سے معروف ہوئے۔ آپ کی نسل ''جمل اللیل'' کے خاندانی لقب سے اب تک اپنی ایک الگ شناخت رکھتی ہے۔[1]

سید حسین جمل اللیل کے والد ماجد سید صالح جمل اللیل مکہ مکرمہ میں امام و خطیب تھے۔ بعد میں تقریباً ۱۲۳۰ ہجری میں اپنے تین بیٹوں عقیل، ہاشم اور عبدالرحمٰن کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور یہاں پر آپ مسجد نبوی کے امام اور خطیب مقرر ہوئے۔ یہ اعزاز اب تک آپ کی نسل کو حاصل ہے۔

سید حسین جمل اللیل اپنے والد سید صالح جمل اللیل کے ساتھ نہ جا کر مکہ مکرمہ میں ہی سکونت اختیار کی۔ ''نشر النور'' کا مصنف

---

[1] ماہنامہ معارف رضا، کراچی۔ شمارہ ۱۸۔ ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء۔ ص ۱۸۶

Marfat.com

لکھتا ہے کہ سید حسین بن صالح شافعی مکی مسجد الحرام مکہ مکرمہ کے امام و خطیب تھے۔ آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور یہاں کے اکابر علماء و فضلاء سے تعلیم حاصل کی، امیر مکہ عبد المطلب نے آپ کو ۱۲۹۹ھ میں "شیخ الخطباء والآیمہ مکہ مکرمہ" کے منصب پر فائز کیا۔ سید حسین جمل اللیل اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ نوے سال کی طویل عمر پا کر ۱۳۰۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ "باب الکعبہ" کے قریب ادا کی گئی۔ اور "جنت المعلیٰ" میں دفن کیے گئے۔ ۱

احمد رضا خاں بریلوی پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حج و زیارت لے لیے گئے وہاں سید حسین بن صالح جمل اللیل شافعی نے صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی۔ بعد نماز مغرب سید حسین بن صالح شافعی مکی بغیر کسی سابقہ تعارف کے مقام ابراہیم سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو تھامے ہوئے "انی اجد نور اللہ فی ھذا الجبین"۔ (میں اس پیشانی میں اللہ تعالیٰ کا نور پاتا ہوں) فرماتے رہے اور ضیافت کے بعد صحاح ستہ اور سلسلہ قادری کی اجازت و سند دے کر رخصت کیا۔ ۲ اور فرمایا "تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے"۔

بعد ازاں فاضل بریلوی نے سید حسین بن صالح مکی کی فرمائش پر ان کی تصنیف "الجواھرۃ المضیئۃ"۔ جو مناسکِ حج و زیارت سے متعلق شافعی مذہب کے مطابق تھی، اس کی شرح دو دن میں لکھی اور اس کا تاریخی نام "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوھرۃ المضیئۃ"۔ رکھا۔ پھر اس پر بعض تعلیقات و حواشی کا اضافہ کر کے اس کا نام "الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیہ"۔ رکھا۔ فاضل بریلوی نے پہلے ابیات کا ترجمہ فرمایا، پھر شرح میں پہلے مطلب، پھر شافعی اور حنفی مذہب میں اختلافات اور بیان مذہب حنفیہ میں اختیار راجح و ترک مرجوح وغیرہ کے ساتھ متصف فرمایا۔

عبد الرحمٰن سراج مکیؒ علیہ الرحمہ

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اپنے پہلے سفر حج (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) کے دوران جن علمائے مکہ مکرمہ سے اسناد اور شاگردی کا شرف حاصل کیا ان میں سے ایک شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی بھی ہیں۔

شیخ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سراج کی ولادت ۱۲۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حفظِ قرآن اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم اکابر علمائے مکہ مکرمہ سے حاصل کی۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی کے تمام اساتذہ علمائے مکہ مکرمہ کے سردار تھے۔ تکمیل علوم کے بعد آپ مسجد الحرام میں درس دینے لگے۔ طلباء کی کثیر تعداد آپ سے فیضیاب ہوئی اور سندات حاصل کیں۔ علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ میں آپ وحید العصر تھے۔

شیخ عبد الرحمٰن سراج مکی دو بار مفتی احناف کے منصب پر فائز ہوئے۔ پہلی مرتبہ ۱۲۸۴ھ سے ۱۲۹۸ھ تک، تھوڑے ہی عرصہ بعد پھر یہ ذمہ داری سنبھالی اور ۱۳۱۰ھ تک اس کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ ۲ "نشر النور والزھر" کا

---

۱ نشر النور۔ قاضی مکہ عبد اللہ مرداد۔ مطبوعہ۔ عالم المعرفہ پوسٹ بکس نمبر ۵۷۶ جدہ۔ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

۲ امام احمد رضا اور علمائے مکہ مکرمہ۔ محمد بہاؤ الدین شاہ۔ مطبوعہ کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۲۸

Marfat.com

موئف لکھتا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی طویل عرصہ تک مسند افتاء پر فائز رہے لیکن نہ کبھی انہوں نے اس منصب کے فرائض میں کوتاہی کی اور نہ ہی کسی معاملہ میں مصلحت سے کام لیا۔ ہمیشہ آپ حق کے لیے برہنہ تلوار لیے نظر آئے۔ باطل پرستوں سے کبھی بھی مصالحت نہیں کی۔ کتب بینی کا آپ کو بے حد شوق تھا۔ نادر کتب کی تلاش میں ہمیشہ آپ سرگرداں رہتے۔ جو کم یاب کتاب ہوتی اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کرا پنے کتب خانہ میں محفوظ کر دیتے۔

محمد علی مغربی لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی کی کتب سے محبت اور علمی ورثہ کو محفوظ کرنے کی کوششوں کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ شیخ بغدادی کی کتاب "خزانة الادب" کا ایک مکمل اور صاف قلمی نسخہ آپ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کتاب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا جس پر مکہ مکرمہ کے چھ امراء نے اس کتاب کی طباعت میں آپ کا مالی تعاون کیا۔

شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی نہایت ہی ذہین اور قوی الحافظہ تھے۔ احکام فقہ، ادب حتیٰ کہ علماء و ادباء کے حالات و واقعات آپ کو زبانی یاد تھے۔ جو چودھویں صدی ہجری کے علمائے مکہ میں صرف تین علماء کو "شیخ الاسلام" کا لقب دیا گیا جن میں علامہ سید احمد دحلان اور شیخ بالصیل کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی بھی اس لقب سے یاد کیے گئے۔ آپ "مفتی احناف" کے منصب پر فائز تھے جس کی خلافت عثمانیہ میں بڑی قدر و قیمت تھی کیونکہ خلافت عثمانیہ میں تمام امور حنفی مسلک کے مطابق طے پاتے تھے۔ تمام سرکاری احکامات اور فیصلے فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔

شریف عون رفیق ۹ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء کو امیر مکہ مقرر ہوئے۔ شریف عون رفیق نہایت ہی بدمزاج اور بدفعال انسان تھا حتیٰ کہ وہ اہل مکہ کے لیے مصیبت بن گیا۔ اور ان پر ظلم و زیادتیاں کرنے لگا جس سے ان کا زندگی گزارنا محال ہو گیا تھا۔ آخر کار تنگ آ کر اہل مکہ نے امیر مکہ شریف عون رفیق کی شکایت سلطان عبدالحمید خلیفہ عثمانی سے کرنے کے لیے ایک درخواست لکھی جس میں متعدد شہریوں کے دستخط کے ساتھ ساتھ چاروں مسلک کے اکابر علماء نے بھی تائیدی دستخط کیے۔ جس میں مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج، مفتی مالکیہ شیخ محمد بن عابد بن حسین، مفتی حنابلہ و نائب الحرم شیخ سید ابراھیم، مفتی شافعیہ شیخ سید عبداللہ بن محمد الزواوی اور شیخ السادہ مکہ مکرمہ شیخ علوی السقاف تھے۔ جب اس درخواست کو اہل مکہ نے سلطان کے پاس دارالخلافہ استنبول بھیجا تو اس کی خبر شریف عون رفیق کو ہو گئی۔ اس نے درخواست پر دستخط کرنے والے بعض شہریوں کو جیل میں ڈال دیا اور ساتھ ہی پانچوں علماء کرام کو مکہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ جب یہ درخواست سلطان کے پاس پہنچی تو انہوں نے تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی قائم کی لیکن اسی دوران یہ پانچوں علمائے کرام مکہ مکرمہ چھوڑ کر دوسری جگہ جانے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن سراج اپنے کم سن بیٹے عبداللہ سراج کے ہمراہ مکہ سے جدہ پہنچے اور وہاں ایک غریب کی جھونپڑی میں پناہ گزیں ہوئے اور سلطان کی طرف سے تحقیقات کے بعد معاملہ ٹھیک ہو جانے کا انتظار کرنے لگے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کے دوست آفندی عمر نصیف کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ تحقیقات کمیٹی کے اراکین شریف عون کے مطابق کام کر رہے ہیں جس کی

Marfat.com

وجہ سے اصل حقیقت سامنے نہیں آسکے گی۔ اس لیے آپ حجاز مقدس سے کہیں اور چلے جائیں۔ دوسری طرف حکومتِ برطانیہ جو مصر، فلسطین، ہندوستان اور ملائیشیا وغیرہ ممالک پر قابض تھی وہ خلافتِ عثمانیہ پر بھی قابض ہونا چاہتی تھی لیکن انگریزوں کے لیے مشکل یہ تھی کہ ان تمام ممالک کے مسلمانوں کی ہمدردیاں خلافتِ عثمانیہ کے ساتھ تھیں۔ اس لیے وہ اپنے منصوبوں میں ناکام ہو رہے تھے۔ خلافت عثمانیہ پر قابض ہونے کے لیے انگریزوں نے ایک شاطر چال یہ چلی کہ سلطنت عثمانیہ میں شامل علاقوں میں سے کسی ایسے مسلمان کو مسندِ خلافت پر بٹھادیا جائے جو انگریزوں کے اشاروں پر چلے۔ لیکن انگریز یہ جانتا تھا کہ مسلمان اس کے لیے قطعی تیار نہیں ہوں گے اور مسلم ممالک میں خلفشار پھیلے گا۔ اس لیے انگریز مسلمان رعایا کو اس کا شرعی جواز پیش کر کے مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ اس شرعی جواز کے فتوے کے لیے انگریز مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج کے پاس جدہ پہنچے اس وقت شیخ عبدالرحمٰن سراج وہاں سے کسی اور ملک کی طرف نکلنے کی سوچ رہے تھے، انگریز نے آپ سے کہا کہ ”حکومتِ برطانیہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ ایک فتویٰ جاری کر دیں کہ اسلامی ممالک میں بیک وقت دو خلفاء کا مسند نشین ہونا یا دو خلافتوں کا وجود اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں“۔ اور اگر آپ یہ فتویٰ لکھ کر ہمیں دے دیں تو حکومتِ برطانیہ آپ کو ہندوستان میں ”قاضی القضاۃ“ کا اعلیٰ ترین منصب پیش کرے گی اور فی الفور آپ کی تقرری کے احکامات جاری کر کے آپ کو بحفاظت ہندوستان پہنچا دیا جائے گا۔ اس گفتگو کو سن کر آپ کے کم عمر بیٹے شیخ عبداللہ سراج نے اپنے والد سے فتویٰ جاری کر کے اس مصائب سے چھٹکارہ پانے کو کہا تو والد نے خشم آلود ہو کر بیٹے کو ایک زوردار طمانچہ مارا اور انگریز نمائندہ سے کہا کہ ”آپ جا کر اپنے افسر سے کہہ دیجئے کہ میں دنیا کی خاطر اپنے دین کو نہیں بیچا کرتا“۔[1]

اس کے بعد آپ نے مصر کا رخ کیا اور وہیں قاہرہ میں ۱۳۱۴ھ میں وفات پائی۔[2]

آپ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی تصنیفات مکتبہ حرم میں مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

۱۔ فتوی عمن دخل و الامام یصلی الفجر هل یرکع رکعتی السنة

۲۔ سهام الاصابة فی تحقیق لفظ الصحابة

۳۔ فتوی حول الوقف

۴۔ فتوی فقهية

۵۔ فتوی عن العدة

۶۔ ضوء السراج عن جواب المحتاج

مولانا احمد رضا بریلوی کو شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی نے مکہ مکرمہ میں حدیث، تفسیر اور اصول فقہ کی سندیں عطا کیں۔

---

[1] معارف رضا۔ کراچی شمارہ ۱۹۸۱/۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء۔ ص ۱۷۰

[2] شیخ عبدالرحمن سراج حنفی کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ کیجیے ”اعلام الحجاز“ جلد اول ص ۳۳۹۔ ۳۹۳

Marfat.com

فاضل بریلوی نے اپنی کتاب ''الاجازات المتینه لعلماء بکه والمدینه (۱۳۲۴)'' میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولانا الامام الهمام سراج الله فی البلد الحرام عبد الرحمٰن ابن المولی عبدالله سراج مفتی الحنفیه بکه المحمیه رحمه الله تعالیٰ'' (ص ۲۰)

''مولی الاجل الفقیه الابجل درة التاج و بدر الواج مفتی الحنفیه بکه المحمیه سیدنا شیخ عبدالرحمٰن السراج ابن المفتی الاجل عبدالله سراج الوهاج'' ۔ (ص ۳۷)[1]

تلامذہ

احمد رضا خاں بریلوی جس طرح ایک بلند پایہ عالم، مفتی، فقیہ اور بلند پایہ مصنف تھے اسی طرح ایک باکمال استاد بھی تھے۔ عرب اور ہندو پاک کے مختلف علاقوں سے حصول علم کے لیے آنے والے طلبہ نے اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اور علم کے سمندر سے سیراب ہو کر آفتاب گیتی بن کر چمکے۔

علامہ بریلوی نے کتب درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس و افتا اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی لیکن ابتدا میں تقاضائے وقت کے مطابق تدریس کی طرف زیادہ توجہ فرمائی۔ آپ نے باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام نہیں دی تھیں۔ بارگاہِ رضویہ ایک عظیم الشان درس گاہ تھی جس میں آپ خالص لوجہ اللہ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے تھے۔ چونکہ اس مدرسہ کی حیثیت روایتی مدرسوں جیسی نہ تھی جس کے رجسٹر داخلہ اور رجسٹر خارجہ میں فارغ التحصیل طلباء اور علماء کے نام نمبر شمار کے ساتھ درج ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ بریلوی کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم نہ کی جا سکی۔[2]

فاضل بریلوی نے کبھی بھی اپنے شاگردوں پر رعب و دبدبہ قائم کرنے کی کوشش نہ کی جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ نہایت ہی محبت و شفقت سے پیش آتے۔ عاجزی اور انکساری سے ہر ایک سے ملتے۔ ''احمد رضا بریلوی طلباء پر بہت مہربان تھے۔ خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلباء کو لذیذ کھانا پکوا کر کھلایا کرتے تھے۔ ہمارے علمی اداروں میں یہ شفقت و محبت عنقا ہو گئی اور انگریزی اداروں کی بات ہی نہ پوچھئے، یہاں طلباء استاد کے لیے مال تجارت بن گئے ہیں۔ پھر طلباء میں اطاعت و محبت پیدا ہو تو کیونکر ہو۔ شفقت و محبت ختم ہو گئی۔ ہم طلباء سے محبت مانگتے ہیں مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے۔ مانگنے سے نہیں ملتی۔''[3]

احمد رضا فاضل بریلوی کے تلامذہ میں جو مشہور زمانہ ہوئے، صاحب تصانیف ہیں اور جنہوں نے نمایاں دینی خدمات انجام دیں

---

[1] الاجازات المتینه لعلماء بکه والمدینه۔ احمد رضا خان بریلوی۔ مطبوعہ لاہور۔

[2] سوانح اعلیٰ حضرت علامہ بدرالدین احمد قادری۔ مطبوعہ ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء، ص ۳۲۶

[3] ماہنامہ استقامت کانپور، مفتی اعظم نمبر۔ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۲۵۲

Marfat.com

ان میں بعض نام قابل ذکر ہیں۔ جیسے:

۱۔ مولانا نواب سلطان احمد خاں صاحب
۲۔ مولانا سید امیر احمد صاحب
۳۔ مولانا حسن رضا خاں
۴۔ مولانا محمد رضا خاں
۵۔ مولانا حامد رضا خاں
۶۔ مولانا حافظ یقین الدین
۷۔ مولانا حافظ سید عبدالکریم
۸۔ مولانا نور حسین صاحب
۹۔ مولانا حاجی سید نور احمد
۱۰۔ مولوی واعظ الدین صاحب
۱۱۔ مولانا عبدالرشید عظیم آبادی
۱۲۔ مولوی سید شاہ غلام محمد بہاری
۱۳۔ مولوی سید حکیم عزیز غوث
۱۴۔ مولوی نواب مرزا صاحب
۱۵۔ مولوی عبدالواحد پیلی بھیتی
۱۶۔ مولانا سید شاہ احمد اشرف کچھوچھوی
۱۷۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی
۱۸۔ مولانا ظفرالدین بہاری
۱۹۔ مولانا سید حسین مدنی
۲۰۔ مولانا شریف الحق امجدی
۲۱۔ مولانا عبدالسلام جبلپوری
۲۲۔ مولانا سید امیر احمد
۲۳۔ مولانا عبدالندیم بریلوی
۲۴۔ مولانا عزیز غوث بریلوی
۲۵۔ مولانا منور حسین
۲۶۔ مولانا سلطان احمد خاں
۲۷۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں
۲۸۔ مولانا محمود جان وغیرہ

معمولات واشغال واوراد

"العلماء ورثة الانبیاء" علما انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک عالم کو باعمل ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کی مثال بقول شیخ سعدی: "عالم ناپرہیزگار کورِ مشعلہ دارست"[۱]

ترجمہ: "ناپارسا عالم قندیل بدست نابینا کے مانند ہے۔" لیکن فاضل بریلوی ایک ایسے عالم دین تھے، ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جو اپنے علم کی مشعل سے خود بھی راستہ (ہدایت) پائے ہوئے تھے اور دوسرے بھی راستہ (ہدایت) پاتے۔ آپ ایک باعمل عالم تھے۔ شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارنے کو اپنا نصب العین سمجھتے۔ شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اس دارِفانی سے کوچ کیا۔ بچوں کے ساتھ کھیل کود اور لہو ولعب سے اجتناب کیا۔ آپ کی زندگی کے شب وروز اس طرح گزرے کہ آپ اپنے دولت کدہ سے نکل کر خانۂ خدا میں جا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ یہاں سے نکلنے کے بعد

---

[۱] گلستان۔ شیخ سعدی۔ باب ہشتم، ص ۵۲۰، بکوشش دکتر خلیل خطیب اہبر تہران، ۱۳۲۲ھ بش

Marfat.com

تصنیف وتالیف کے کام میں مشغول ہو جاتے جو آپ کے دینی خدمات کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ اور جب اس سے پل بھر کی بھی فرصت پاتے تو وادی عشقِ رسول میں نظر آتے۔ علامہ بریلوی نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمتِ دین میں صرف کیا۔ آپ وقت کے قدر شناس تھے اور وقت ضائع کرنا گناہ سمجھتے۔ مولانا محمد حسین میرٹھی جنہوں نے ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء تک مولانا بریلوی کے دار الافتاء میں نقل فتاویٰ کی خدمت انجام دیں اپنے ذاتی مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اعلیٰ حضرت ضعیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا بزرگ تھے، اپنا وقت کبھی بیکار صرف نہ فرماتے، ہمہ وقت تالیف وتصنیف وفتاویٰ نویسی کا مشغلہ تھا، اسی وجہ سے زنان خانے میں تشریف رکھتے کہ عوام کی باتوں میں کام نہیں ہوگا یا بہت ہی کم ہوگا۔ صرف پنجگانہ نماز کے لئے باہر تشریف لاتے تاکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں یا اتفاقیہ کسی مہمان سے ملنے کو کسی وقت تشریف لے آتے۔ البتہ عصر کی نماز کے بعد باہر ہی پھاٹک میں تشریف رکھتے تھے اور وہی وقت عام لوگوں کی ملاقات کا تھا. تمام عمر جماعت سے نماز التزاماً پڑھی۔''[1]

علامہ بریلوی الحب للہ والبغض للہ کی تفسیر تھے۔ آپ کی کسی سے محبت، نفرت سب اللہ کے لیے ہی تھی۔ آپ کا ظاہر اور باطن یکساں تھا، جو دل میں رہتا وہی زبان پر ہوتا۔ جو کچھ بھی کسی کے لیے کہتے اس پر خود بھی عمل کرتے۔ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ سنتِ نبوی کے مطابق ہوتا۔ آپ جب سوتے تو اس طرح سوتے کہ جسم مبارک نام اقدس ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم ہو جایا کرتا تھا۔ ''دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر ''میم'' کہنیاں ''ح'' کمر ''میم'' پاؤں دال بن کر گویا نام پاک ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ بن جاتا۔[2] کبھی قہقہہ لگا کر نہ ہنستے، جماہی آنے پر دانتوں میں انگلی دبا لیتے جس کی وجہ سے کوئی آواز نہ ہوتی۔ کبھی بھی قبلہ کی طرف منھ کر کے نہ تھوکتے اور نہ ہی کبھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے۔ بغیر صوف پڑی دوات سے نفرت کرتے۔ لوہے کی قلم سے حتی الامکان پرہیز کرتے۔ خط بنواتے وقت اپنا کنگھا اور شیشہ استعمال کرتے۔'' ہفتہ میں دو بار جمعہ اور منگل کو لباس تبدیل فرمایا کرتے۔ اگر عید یا بقر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بارہویں ربیع الاول کا دن جمعرات یا سنیچر کو پڑتا تو دونوں دن لباس تبدیل فرماتے''۔[3]

آپ تصنیف وتالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی اور اوراد واشغال کے لیے خلوت کو ہی پسند کرتے۔ پانچوں وقت کی نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ہی ادا کرتے اور نماز ہمیشہ عمامہ اور انگرکھے کے ساتھ ہی ادا کرتے۔ اور فرض کبھی بھی ٹوپی اور کرتے کے ساتھ ادا نہ کیا۔ آپ مسواک ضرور کرتے۔ مسجد سے گھر جاتے وقت عمامہ بغل میں دبا لیتے تھے اور نہایت ہی آہستہ۔ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے نیچی نگاہ کیے ہوئے چلتے۔ نماز کو نہایت ہی اطمینان اور سکون کے ساتھ

---

1 ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اوّل، مطبوعہ کراچی۔ ص ۳۱۔ ۳۰

2 سوانح اعلیٰ حضرت۔ علامہ بدر الدین احمد۔ مطبوعہ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء ص ۱۱۲

3 سوانح اعلیٰ حضرت۔ علامہ بدر الدین احمد۔ مطبوعہ ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء ص ۱۱۲

Marfat.com

پڑھتے۔نماز پڑھنے میں جلد بازی نہ کرتے۔نماز کے لیے وضو اکثر گھر سے بنا کر مسجد تشریف لے جاتے۔وضو اور غسل کرنے میں نہایت ہی احتیاط برتتے۔آپ عصر کی نماز کے بعد پھاٹک پر تشریف رکھتے اور مستفتی، ضرورت مندوں اور ملاقات کی خواہش کرنے والوں سے ملتے۔اور ان کی ضرورت کو پوری کرتے۔کسی کو کوئی چیز دیتے اور لینے والا اگر بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے دائیں ہاتھ میں لو بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔بسم اللہ شریف کا عدد لکھتے وقت دائیں طرف سے لکھتے جیسے پہلے ۶ پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے۔ہر شخص سے خلوص اور محبت سے پیش آتے۔امیر ہو یا غریب ہر شخص کی اپنی حیثیت کے مطابق تعظیم و توقیر کرتے۔سادات کی بہت عزت کرتے۔آپ ایسے عاشق رسول تھے کہ کبھی بھی کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے۔اور اگر کبھی کسی حدیث شریف کا بیان کر رہے ہوں اور کوئی بیچ میں بات کاٹ دے تو آپ سخت ناراض ہوتے۔

اہم خلفاء و مریدین

چودھویں صدی ہجری میں اسلام کی مذہبی شخصیات میں ایک اہم نام فاضل بریلوی احمد رضا خاں کا ہے۔آپ کی شخصیت ایک ایسا مینارۂ نور ہے جس کی روشنی ہندو پاک، بلاد عرب اور حجاز مقدس تک پہنچی اور سبھی اس عاشق رسول کے خلفاء و مریدین کی صف میں شامل ہونا چاہتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے بے شمار خلفاء و مریدین مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اس عظیم شخصیت سے فیضیاب ہو کر عشق رسول کے سمندر میں غوطہ لگاتے ہوئے دین و ملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

خلفائے احمد رضا بریلوی کے بارے میں پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

''ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے، جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔''[1]

پروفیسر محمد مسعود احمد ''انتخاب حدائق بخشش'' میں کافی تلاش و جستجو کے بعد تعداد خلفائے فاضل بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''پاک ہند اور عرب و عجم میں حضرت رضا بریلوی کے دو سو سے زیادہ خلفاء ہوئے جن میں اکثر اپنے عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں شمار ہوئے۔''[2]

علامہ بریلوی کے خلفاء کا ذکر خود آپ کی کتاب ''الاجازات المتینہ'' اور ''الاستمداد'' میں ملتا ہے۔جس کے مطالعہ سے آپ کے خلفاء کا پتا چلتا ہے۔یوں تو خلفائے فاضل بریلوی پر بہت سے تحقیقی مقالے لکھے جا چکے ہیں جیسے ''لمعات خلفائے اعلیٰ حضرت''، ''خلفائے محدث بریلوی'' وغیرہ اس کے علاوہ بیشتر رسائل میں خلفائے محدث بریلوی پر مضامین بھی شائع ہوتے

---

[1] خلفائے محدث بریلوی۔پروفیسر مسعود احمد۔ناشر: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی، ص ۸

[2] انتخاب حدائق بخشش۔پروفیسر مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ ص ۲۸۳

Marfat.com

رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے مقالے کا موضوع خلفائے محدث بریلوی نہیں ہے۔ اس لیے میں خلفاء کا ضمناً ذکر کر دینا ہی ضروری سمجھتی ہوں۔ ہندو پاک اور دیگر ممالک میں جو خلفا ہیں ان میں بیشتر پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن علامہ بریلوی کے جو خلفاء حرمین شریفین میں ہیں ان پر کچھ عرصہ پہلے تک کام نہیں ہوا تھا کیونکہ اس کے لیے وقت اور حرمین شریفین کا سفر درکار تھا۔ لیکن اس کام کا بیڑا ابہاء الدین شاہ اور عبد الحق انصاری صاحب نے اٹھایا اور اس کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا جو رضویات کے باب میں ایک بڑا اضافہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ کام آسان نہیں تھا۔

احمد رضا بریلوی کے جو خلفاء پاک و ہند اور حجاز مقدس میں ہیں ان کے نام مختلف وسائل سے حاصل کر کے درج کیے جا رہے ہیں:

ہندو پاک

۱۔ مولانا حامد رضا خاں
۲۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں
۳۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری
۴۔ مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری
۵۔ مولانا امجد علی اعظمی برکاتی
۶۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی
۷۔ مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی
۸۔ مولانا شاہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی
۹۔ مولانا عبد الاحد قادری پیلی بھیتی
۱۰۔ مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی
۱۱۔ مولانا محمد رحیم بخش آروی شاہ آبادی
۱۲۔ مولانا لعل محمد خاں مدراسی
۱۳۔ مولانا عمر بن ابو بکر کھتری، ساکن شہر پور بند
۱۴۔ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی
۱۵۔ مولانا محمد شفیع بیسل پوری
۱۶۔ مولانا محمد حسنین رضا خاں
۱۷۔ مولانا شریف الدین کوٹلی، لوہاراں
۱۸۔ مولانا امام الدین کوٹلی، لوہاراں
۱۹۔ مولانا مفتی غلام جاں ہزاروی
۲۰۔ مولانا احمد حسین امروہوی
۲۱۔ مولانا عبد السلام صدیقی جبل پوری
۲۲۔ مولانا برہان الحق محمد عبد الباقی جبل پوری
۲۳۔ مولانا سید فتح علی شاہ
۲۴۔ مولانا ابو البرکات سید احمد قادری
۲۵۔ مولانا عمر الدین ہزاروی
۲۶۔ مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی
۲۷۔ مولانا میر مومن علی مومن جنیدی
۲۸۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری
۲۹۔ قاری محمد بشیر الدین جبل پوری
۳۰۔ مولانا عبد السلام باندوی
۳۱۔ مولانا سید نور الحسن نگینوی
۳۲۔ مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی

Marfat.com

۳۳۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن پیلی بھیت
۳۴۔ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی
۳۵۔ علامہ مفتی تقدس علی خاں
۳۶۔ مولانا حشمت علی خاں لکھنوی
۳۷۔ مولانا حسن رضا خاں
۳۸۔ مولانا محمد رضا خاں
۳۹۔ مولانا حکیم سید محمد عزیز غوث بریلوی
۴۰۔ مولانا ایوب علی
۴۱۔ مولانا عرفان علی بیسل پوری
۴۲۔ مولانا عبدالباری لکھنوی
۴۳۔ مولانا سلطان احمد خاں
۴۴۔ مولانا احمد بخش صادق
۴۵۔ مولانا جمیل الرحمٰن قادری
۴۶۔ مولانا سید محمد حسین بریلوی
۴۷۔ مولانا حامد علی فاروقی
۴۸۔ مولانا رحم الٰہی منگوری
۴۹۔ مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی
۵۰۔ مولانا عبدالحئی پیلی بھیتی
۵۱۔ مولانا عبدالعزیز بجنوری
۵۲۔ مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی
۵۳۔ مولانا سید عبدالرشید مظفر پوری
۵۴۔ مولانا شمس الدین جونا پوری
۵۵۔ سید غلام جاں جام جودھپوری
۵۶۔ مولانا محمد اسماعیل فخری
۵۷۔ حاجی کفایت اللہ
۵۸۔ سید محمد محدث کچھوچھوی
۵۹۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری
۶۰۔ مولانا نثار احمد کانپوری
۶۱۔ مولانا یقین الدین
۶۲۔ مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی
۶۳۔ مولانا عمر بن ابوبکر
۶۴۔ مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی
۶۵۔ مولانا سید علی اکبر شاہ علی پوری
۶۶۔ مولانا محمد ابراھیم رضا خاں عرف جیلانی میاں
۶۷۔ علامہ ابوالفیض قلندر علی سہروردی لاہور

حرمین شریفین

۱۔ شیخ محمد عبدالحئی ابن شیخ الکبیر السید عبدالکبیر الکتانی الحسنی المکی
۲۔ شیخ اسماعیل خلیل مکی آفندی
۳۔ شیخ مصطفیٰ خلیل مکی آفندی
۴۔ شیخ ماموں البری مدنی
۵۔ شیخ اسعد ادالدھان
۶۔ شیخ عبدالرحمٰن
۷۔ شیخ علی بن حسین
۸۔ شیخ عابدین حسین مفتی مالکیہ
۹۔ شیخ جمال بن محمد الامیر مرزوقی
۱۰۔ شیخ عبداللہ بن ابی الخیر میرداد

Marfat.com

۱۱۔ شیخ عبداللہ بن دحلان ۔ ۱۲۔ شیخ بکر رفیع

۱۳۔ شیخ ابی حسین مرزوقی ۔ ۱۴۔ شیخ حسن العجمی ۔ ۱۵۔ شیخ الدلائل سید محمد سعید

۱۶۔ شیخ عمر المحروسی ۔ ۱۷۔ شیخ عمر بن حمدان ۔ ۱۸۔ شیخ احمد خضراوی

۱۹۔ شیخ ابو الحسن محمد المرزوقی ۔ ۲۰۔ شیخ حسین المالکی ۔ ۲۱۔ شیخ علی بن حسین

۲۲۔ شیخ محمد جمال ۔ ۲۳۔ شیخ عبداللہ میرداد ۔ ۲۴۔ سید سالم بن عیدروس

۲۵۔ سید ابو بکر بن سالم ۔ ۲۶۔ شیخ محمد بن عثمان دحلان ۔ ۲۷۔ شیخ محمد یوسف

۲۸۔ شیخ احمد ابی الخیر میرداد ۔ ۲۹۔ سید علوی بن حسین ۔ ۳۰۔ سید عبدالقادر کردی

۳۱۔ شیخ محمد بن سید ابی بکر الرشیدی ۔ ۳۲۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد المغربی

۳۳۔ شیخ حسین جلال مکی ۔ ۳۴۔ سید علوی بن حسین ۔ ۳۵۔ شیخ فرید مکی

۳۶۔ الشیخ السید حسین جمال بن عبدالرحیم ۔ ۳۷۔ السید حسین مدنی بن سید عبدالقادر شامی

۳۸۔ السید محمد ابراہیم مدنی ۔ ۳۹۔ الشیخ محمد سعید بن محمد باسبیل مفتی شافعیہ[1]

احمد رضا فاضل بریلوی بیعت کے خواہش مند لوگوں کو عام طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں بیعت کرتے تھے۔ حالانکہ آپ کو درج ذیل تیرہ سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبائیہ قدیمہ ۔ ۲۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ

۳۔ سلسلہ عالیہ قادریہ اہدلیہ ۔ ۴۔ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ

---

[1] تفصیل کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ خلفائے محدث بریلوی، پروفیسر مسعود احمد، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۷ء

۲۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، پروفیسر محمد مسعود احمد ۱۹۹۹ء

۳۔ سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین، ۱۹۶۳ء

۴۔ سیرت امام احمد رضا، اختر شاہ جہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۸ء

۵۔ تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، محمد مسعود احمد، لاہور، ۱۹۸۸ء

۶۔ تذکرہ جمیل، علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی، مطبوعہ بریلی، ۱۹۹۱ء

۷۔ عرض مؤلف، خلفائے اعلیٰ حضرت، مجیداللہ قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء

۸۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

۹۔ خلفائے اعلیٰ حضرت، پروفیسر مجیداللہ قادری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء

۱۰۔ خلفائے اعلیٰ حضرت، میاں صادق قصوری، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء

Marfat.com

۵۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ
۶۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ قدیمہ
۷۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ محبوبیہ جدیدہ
۸۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ فضیلیہ
۹۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ واحدیہ
۱۰۔ سلسلہ عالیہ علویہ نقشبندیہ علائیہ
۱۱۔ سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ علائیہ
۱۲۔ سلسلہ عالیہ بدیعیہ
۱۳۔ سلسلہ عالیہ علویہ منائیہ (الاجازت المتینہ)

آپ کے مریدین کا حلقہ ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ بیرون ملک افغانستان، ایران، ترکی، عرب اور شام یہاں تک کہ حرمین شریفین تک پھیلا ہوا ہے۔

معاصرین

مولانا حسن رضا خاں

مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ/۱۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء[1] میں پیدا ہوئے۔ والد رضا علی خاں کو جب ولادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے فرمایا "یہ میرا بیٹا مست ہوگا" مولانا حسن رضا بریلوی نے تعلیم اپنے والد مولانا نقی علی خاں اور بڑے بھائی مولانا احمد رضا بریلوی سے حاصل کی۔ شعر و شاعری سے آپ کو فطری مناسبت تھی۔ فصیح الملک داغ دہلوی سے اکتساب فیض کیا۔ داغ دہلوی آپ کو "پیارے شاگرد" کہہ کر پکارتے تھے۔ نعت گوئی سے آپ کو خصوصی شغف تھا۔ قواعد شعری کا پورا التزام کرتے تھے۔ آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ذوقِ نعت" اور دیوانِ نغز "ثمر فصاحت" کے نام شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ آٹھ نو رسائل و کتب فارسی، اردو زبان میں بھی مطبوعہ ہیں۔ آپ نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

حسن رضا بریلوی نے اپنی خاندانی روایت کے مطابق مروّجہ علوم حاصل کیے اور معقولات و منقولات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس کا کام شروع کیا جس میں خاص طور سے دینی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

حسن بریلوی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے بلند پایہ اور باکمال شاعر بھی تھے۔ ابتدا میں آپ کی شاعری کا محور صنف غزل ہی رہی لیکن جلد ہی کوچۂ غزل سے نکل کر برادرِ اکبر مولانا احمد رضا بریلوی کے نقشِ قدم کی اتباع کرتے ہوئے عشق نبی ﷺ میں تڑپتے ہوئے اپنے جذبات کو نعت کی شکل میں پیش کرنے لگے۔ آپ اپنے ایک نعتیہ مقطع میں یوں فرماتے ہیں:

---

[1] تذکرہ نعت گویانِ بریلی۔ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ۱۹۸۶ء۔ ص ۴۹

Marfat.com

''بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے

بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا''

مولانا حسرت موہانی حسن بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''شاگردانِ مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایۂ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاد مستند تھے۔ انہوں نے اپنے انداز سخن کو استاذ کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے۔''[1]

مولانا حسرت موہانی اپنے رسالہ ''اردوئے معلی'' میں آگے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''شعر وسخن کا شوق حضرت حسن کو ابتداء ہی سے تھا کچھ روز تک خود مشق کرتے رہے اس کے بعد داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کیا اور ایک مدت تک رام پور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے یہاں تک کہ بجائے خود استاد مستند قرار پائے۔''[2]

یہ حقیقت ہے کہ جب حسن بریلوی نے شاعری کی ابتداء کی تو اس وقت بریلی کی شعری فضا داغ کے رنگ سے معمور تھی اور انہیں کے رنگ میں لوگ شاعری کر رہے تھے جن میں داغ کے شاگرد پیش پیش تھے۔ حسن رضا بریلوی کو اپنے استادِ داغ سے محبت وعقیدت تھی اس لیے آپ نے اور بھی زیادہ داغ کے رنگ کو ہوا دی اور اس رنگ میں خوب شاعری بھی کی۔ حسن بریلوی نے استاد سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار داغ کی موت پر مرثیہ لکھ کر کیا۔ اور ان سے محبت وشفقت کا اظہار کچھ اس طرح کیا:

''پیارا شاگرد تھا لقب اپنا

کس سے اس پیار کا مزا کہتے''

اس کے باوجود حسن بریلوی کا اپنا ایک الگ بھی انداز ہے۔ ان کے اشعار کی ایک الگ فضا بھی ہے۔ انہوں نے استاد کی تقلید میں اپنی شاعری کو تقلیدی قفس میں بند نہیں کیا بلکہ غزل کی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے جذبات واحساسات کو غزل کے پیرائے میں بخوبی پیش کیا۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا — عشق اپنے مجرموں کو پا بجولاں لے چلا

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے — بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لے چلا

جلوہ گہ میں سیل گریہ نے رکھا محروم دید — تشنہ لب سوکھے ہی گھاٹوں جوش طوفاں لے چلا

ڈھونڈھتی تھی ہر طرف کس کو نگاہ واپسیں — آس کس کے دید کی بیمار ہجراں لے چلا

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خاں۔ مکتبہ مشرق کانکر ٹولہ بریلی۔ ۱۹۸۳ء ص ۱۵

[2] اداریہ، اردوئے معلی علی گڑھ۔ حسرت موہانی۔ جون ۱۹۱۲ء

Marfat.com

اف ری متوالی جوانی کچھ خبر تجھ کو نہیں | ساغر مئے بوسہ لبہائے جاناں لے چلا
ہنگامہ ستا بیچ ڈالا مال اٹھتے بیٹھے | اک جھلک میں وہ دم آخر دل وجاں لے چلا
کی ہیں کس کمبخت دل کے جذب نے گستاخیاں | کون بے پردہ انہیں سوئے بشتاں لے چلا
میرے گھر تک پاؤں پڑ کر ان کو لایا تھا نیاز | ناز دان کھینچتا سوئے رقیباں لے چلا

دل کو جاناں سے سمجھا بجھا کر لائے تھے
دل ہمیں سمجھا بجھا کر سوئے جاناں لے چلا

لیکن پھر بھی حسن بریلوی کا مجموعہ کلام ''ثمر فصاحت'' میں داغ کا رنگ بھرپور نظر آتا ہے۔ حسن بریلوی نہ صرف غزل گوئی کے شہ سوار تھے بلکہ نعت گوئی میں بھی آپ کا رخش قلم برق رفتار نظر آتا ہے۔ حسن بریلوی نے نعت گوئی میں نہ صرف بریلی میں بلکہ ہندوستان گیر شہرت حاصل کی۔ آپ کی نعت گوئی کو غیر معمولی مقبولیت ملی۔ آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ''ذوقِ نعت'' (۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) اب تک متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام اور نعتیہ غزلوں کو عالمی شہرت حاصل ہے۔ آپ نے کلام نعت میں غزل کا رس بھرا اور ساتھ ہی ذاتی زہد و تقویٰ، پاکیزگی، سوز وگداز سے اس کو موثر بنایا۔ آپ کے نعتیہ کلام پر داغ کی اصلاح نہیں ہوئی بلکہ برادر اکبر احمد رضا خاں نے ان کے نعتیہ کلام کو بہ نظر اصلاح ضرور دیکھا۔ علامہ احمد رضا بریلوی آپ کے نعتیہ کلام کے مداح بھی تھے کیونکہ آپ نے اپنے ملفوظات میں صرف دو نعت گویوں کی تعریف کی ہے۔ ایک کفایت علی کافی مرادآبادی اور دوسرے اپنے بھائی حسن رضا بریلوی کی۔ مولانا احمد رضا بریلوی کہتے ہیں:

''میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں'' (اس لیے کہ ان کا کلام میزانِ شریعت سے تلا ہوا ہوتا ہے)[1]

حسن بریلوی ایک پرہیزگار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کے متوالے بھی تھے۔ اور کیوں نہ ہوں جب کہ آپ کو عشق رسول ورثہ میں ملا تھا۔ حسن بریلوی کے صاحبزادے حسنین رضا خاں بتاتے ہیں کہ ''رسول مقبول ﷺ کا ذکر گرامی سن کر ان کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ فریضۂ حج انہوں نے وفات سے سات ماہ قبل ادا کیا تھا۔ اور جس مدت میں انہوں نے اپنا نعتیہ مجموعہ 'ذوقِ نعت' مرتب کیا ان کی حالت بہت عجیب و غریب سی تھی اور خاص کیفیت طاری رہی جس کا اظہار ان کی نعتوں میں بار بار ہوا۔ یہ حالت عشق نبی ﷺ کی وجہ سے تھی جس کے اظہار کے لیے غزل سب سے زیادہ موزوں تھی۔''[2] یہی وجہ ہے کہ نعتوں میں اپنے اسی غزلیہ انداز کی وجہ سے بہت مقبول و مشہور ہوئے۔ اپنے مچلتے ہوئے جذبات و احساسات اور تجربات و مشاہدات کو نعتیہ غزلوں میں اس طرح پیش کیا کہ آپ نعت کی روح کے شاعر بن گئے۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی نے حسن بریلوی کی

---

[1] معارف رضا۔ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۶۵

[2] مولانا احمد رضا اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت کی علمی وادبی خدمات۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ مصباحی۔ مطبوعہ ۱۹۹۹ء

Marfat.com

اسی غزلیہ نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حسن کی نعتیں پڑھنے کے بعد معاً یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایہ اظہار اختیار کیا جاسکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے۔ مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ نعت جزو شاعری بننے کے بعد سرمایہ ادب ہے۔ لہٰذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق توصیف رسول ﷺ سے ہے۔ غزل اقسام شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسمط وغیرہ بلفظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون اور لب ولہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے۔ نعت کے لیے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ توصیف رسول شعر کی کسی بھی قسم میں کی جاسکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی و قصیدہ میں مثنوی وقصیدہ کا ماحول ملے گا۔ تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی۔ مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فن کاری ہے۔ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے۔ لہٰذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا۔ متشددانہ تنقید بلکہ ناسمجھی کی باتیں ہیں۔''[1]

تصنیف و تالیف

مولانا حسن بریلوی صاحب دیوان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ نثر نگار بھی تھے۔ غزلوں اور نعتوں کے دیوان کے علاوہ چند دوسری تصانیف بھی ان کی یادگار ہیں جن میں آپ کا مذہبی رنگ دیکھا جاسکتا ہے۔ حسن بریلوی 'بہار بے خزاں' اور ایک ہفتہ وار اخبار ''روز افزوں'' کے نگران بھی تھے۔ جس سے آپ کے ادبی اور مذہبی ذوق وصلاحیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ''ذوق نعت'' میں نعت کے علاوہ مثنوی اور مناقب بھی شامل ہیں۔ مثنویوں میں قابل ذکر مثنوی 'وسائل بخشش' ہے جو ۶۰۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ کی آٹھ مطبوعہ تصانیف ہیں:

۱۔ ترک مرتضوی، در اثبات تفضیل شیخین
۲۔ نگارستان لطافت، در ذکر میلاد شریف
۳۔ بے موقع فریاد کا جواب، در اثبات مسئلہ قربانی
۴۔ آئینہ قیامت، ذکر کربلائے معلیٰ
۵۔ دین حسن، در حقانیت اسلام
۶۔ وسائل بخشش، غوث الاعظم کی کرامات کے ذکر میں
۷۔ ذوقِ نعت (مجموعہ نعتیہ کلام)
۸۔ ثمر فصاحت (مجموعہ غزلیہ کلام)

---

[1] چند شعراء بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی۔ ۱۹۷۶ء۔ ص ۱۵۱۔ ۱۵۲

Marfat.com

مولانا وصی احمد محدث سورتی

شیخ المحدثین وحید العصر مولانا وصی احمد محدث سورتی ۱۸۳۶ء میں بعہد معین الدین اکبر شاہ ثانی، راندیر ضلع سورت میں پیدا ہوئے۔[1] آپ کے آباؤ اجداد مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ سولہویں صدی عیسوی میں شاہجہاں کے دورِ حکومت میں آپ کے آباؤ اجداد سورت کی بندرگاہ کے راستے ہندوستان آئے۔ محدث سورتی کے بعض بزرگوں نے سورت پہنچ کر شاہی فوج میں ملازمت اختیار کرلی، اور عنایت خاں ابن قاسم خاں بنگال کے گورنر کی سربراہی میں کلکتہ کے قرب و جوار میں پرتگیزیوں سے لڑائی لڑی۔

آپ کی بسم اللہ کی رسم جدامجد مولانا محمد قاسم نے ادا کرائی اور والد ماجد مولانا محمد طیب سے تحصیل علم کی۔

۱۸۵۷ء کا غدر آپ کے لیے قیامت سے کچھ کم نہ تھا۔ اس غدر نے آپ کے بہت سے عزیزوں کو چھینا۔ گھر کو تہس نہس کیا۔ انگریزوں نے آپ کے خاندان کے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا جس میں آپ کے دو حقیقی بھائی بھی شامل تھے۔ آپ کے دادا مولانا محمد قاسم کے سامانِ تجارت کو بھی انگریزوں نے جلا ڈالا اور مکان پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح محدث سورتی اپنے والدین اور چھوٹے بھائی مولانا عبداللطیف کے ساتھ دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار کئی دن تک روپوش رہنے کے بعد کسی طرح چھپتے چھپاتے عراق پہنچے۔ عراق سے تین سال کے بعد حج و زیارت کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے۔ حج کے بعد چند ماہ کے لیے مدینہ منورہ گئے۔ پھر اس بعد راندیر کا رخ کیا۔ لیکن دورانِ سفر والد ماجد نے سفر آخرت کو لبیک کہا۔ راندیر پہنچنے کے بعد کچھ ہی عرصہ میں والدہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی والدہ ماجدہ مشہور زمانہ عالم خیر الدین محدث سورتی کی نواسی تھیں۔

والدہ کے انتقال کے بعد محدث سورتی اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مختلف علوم وفنون کی تحصیل کے لیے مختلف شہروں میں گئے اور مشہور و معروف علماء سے اکتسابِ فیض کیا۔ دہلی میں مدرسہ حسین بخش میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علی گڑھ آئے وہاں استاد العلماء مولانا محمد لطف اللہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ ۱۸۶۵ء میں سہارنپور گئے وہاں مولانا محمد علی سے درس حدیث لینے کے بعد ان سے سندِ اجازت حاصل کی۔ تکمیل علوم وفنون کے بعد مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے مشورہ پر محدث سورتی گنج مرادآباد پہنچے۔ جہاں مولانا شاہ فضل رحمٰن سے بیعت ہوئے۔ مولانا نے محدث سورتی کو سندِ حدیث کے ساتھ۔ ساتھ سندِ خلافت بھی مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد محدث سورتی کانپور پہنچے اور یہاں پر آٹھ سال تک درس اور تدریس اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ پھر محدث سورتی نے پیلی بھیت کا رخ کیا اور یہاں حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی قائم کردہ جامع مسجد میں قائم مدرسہ حافظ العلوم میں درس و تدریس کے لئے منتخب کیا۔ اور اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۳۰۱ھ میں محدث سورتی نے ایک مدرسہ "مدرسۃ الحدیث" کے نام سے قائم کیا۔ یہ مدرسہ محدث سورتی کی زندگی کا ایک

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ۔ ص ۲۵۷

Marfat.com

درخشندہ باب اور آپ کو حیات دوام بخشنے کے لیے کافی ہے۔ اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد مولانا احمد رضا بریلوی نے رکھا۔'' اس موقع پر ملک و بیرون ملک کے مشاہیر علماء نے شرکت کی اور اس تاریخ ساز موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں نے علم حدیث پر تین گھنٹے ایک جامع تقریر فرمائی''۔[1]

محدث سورتی نے مستقل چالیس برس تک علم کے شائقین کو درسِ حدیث دیا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں سے لوگ آپ سے درس حدیث لینے آتے۔ حتیٰ کہ لاہور کے بھی طلباء آپ سے درسِ حدیث لینے کے لیے آتے۔ آپ رات، دن کا زیادہ تر حصہ درس حدیث میں صرف کرتے۔ محدث سورتی انتہائی سادہ لوح انسان تھے۔ اور یہی سادگی آپ کے لباس وطعام میں بھی نظر آتی۔ نہایت ہی رحم دل انسان تھے، غریب طلباء پر آپ کی خاص نظر رہتی۔ ان کی مدد کرتے اور انتہائی محبت و شفقت سے ان سے پیش آتے۔ سنتِ نبوی کی اتباع آپ کی زندگی کا مقصد تھا۔ آپ کو تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔ لیکن خانقاہی زندگی اور ترک دنیا سے نفرت تھی۔

محدث سورتی کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ جس میں علامہ احمد رضا خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ محدث سورتی فاضل بریلوی سے بے حد متاثر تھے۔ آپ اکثر و بیشتر پیلی بھیت سے فاضل بریلوی سے ملاقات کی غرض سے بریلی تشریف لاتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری دونوں حضرات کی ملاقات کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جس وقت ان دونوں کی نظریں دو چار ہوتیں، پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے، پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہوا ورنہ خدا جانے کیسے گراں مایہ مضامین اکٹھے ہو جاتے۔''[2]

احمد رضا خاں بریلوی بھی محدث سورتی سے ملاقات کے لیے پیلی بھیت تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ فاضل بریلوی پیلی بھیت میں تشریف فرما تھے۔ اسی دوران علامہ بریلوی اور محدث سورتی کے درمیان ایک کتاب ''عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی'' کا ذکر ہوا۔ چنانچہ علامہ بریلوی نے محدث سورتی سے کتاب کی دونوں جلدیں لیکر ایک دن اور رات میں دیکھ کر واپس کر دیں۔ محدث سورتی نے پوچھا کہ کیا اس قلیل مدت کا مطالعہ آپ کے لیے کافی ہوگا۔ تو فاضل بریلوی نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو تین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتاویٰ میں لکھ دوں گا۔ اور مضمون تو انشاء اللہ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔''[3]

---

[1] تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۳۲۱

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ، دہلی ۲۰۰۳ء ص ۲۲۱

[3] اکرام امام احمد رضا۔ مفتی برہان الحق جبل پوری۔ مطبوعہ۔ لاہور۔ ص ۵۷

Marfat.com

حضرت محدث سورتی علامہ بریلوی سے اکثر فتویٰ طلب کرتے اور علامہ بریلوی اس کا مدلل و مفصل جواب مرحمت فرماتے[1] محدث سورتی ہمیشہ علامہ بریلوی کی عبقریت، صلاحیت اور جلالتِ علمی کا دل سے اعتراف کرتے اور جا بجا اس بات کا ذکر بھی کرتے۔ محدث سورتی علامہ بریلوی کے عشقِ رسول سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ اس کا اندازہ ظفر الدین بہاری کے اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے:

"ایک مرتبہ سید محمد کچھوچھوی نے دریافت کیا کہ آپ کو مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت حاصل ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں، اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ اور ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔"

محدث سورتی نے مولانا محمد کچھوچھوی کے اس دریافت کا جواب کچھ اس طرح دیا:

"سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحٰق سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان جو ذریعہ نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری طرح عظمت کے ساتھ مدینہ کا تصور جمانے والے اعلیٰ حضرت ہیں۔ اس لیے ان کے تذکرے میں میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔"[2]

احمد رضا خاں بریلوی جب محدث سورتی سے مراسلت کرتے تو آداب و القاب اس طرح لکھتے:

"الاسد الاسد و الاشد کنز الکرامۃ جبل الاستقامت"[3]

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب دونوں حضرات کی مخلصانہ دوستی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا وصی احمد المحدث السورتی من خلص اصدقائه مع ان المحدث السورتی اکبر منه بنحو عشرین سنة"[4]

محدث سورتی کا انتقال ۸ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ میں پیلی بھیت میں ہوا۔ تجہیز و تکفین میں آپ کے شاگرد مولانا حافظ محمد اسماعیل محمود آبادی پیش پیش تھے۔ نماز جنازہ بعد نماز ظہر فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے پڑھائی۔ پیلی بھیت میں "مدرسۃ الحدیث" کے قریب مسجد کے احاطہ میں ہی آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ کے شاگرد مولانا سید مصباح الحسن بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام احمد رضا کی فقہی بصیرت۔ عطاء المصطفیٰ۔ معارف رضا ۱۹۸۸۔ ص ۹۲

[2] مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی۔ ص ۱۵۸

[3] حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۲۲۱

[4] الشیخ احمد رضا خاں بریلوی۔ الدکتور محمد مسعود احمد۔ ص ۲۹

Marfat.com

"حضرت کی تمنا تھی کہ میری موت حدیث پڑھاتے ہوئے آئے، چنانچہ بوقتِ وفات مشکوٰۃ شریف آپ کے سینے پر تھی اور اھدنا الصراط المستقیم پر روح نے جسم سے جدائی اختیار کی۔"[1]

احمد رضا فاضل بریلوی نے محدث سورتی کی تاریخِ وفات درج ذیل آیت کریمہ سے نکالی ہے:

"یطاف عَلَیۡہِمۡ بانیۃٍ من فضّۃٍ وا کواب" ۱۳۳۴

لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ جو محدث سورتی کی تاریخ وفات ہے وہی احمد رضا خاں بریلوی کی بھی تاریخِ وفات ہے۔ صرف فاضل بریلوی کے تاریخ انتقال استخراج کرنے کے لیے یطاف سے قبل "واؤ" کا اضافہ کریں۔ ویطاف عَلَیۡہِمۡ بٰانیۃ من فضۃ وّا کواب۔ ۱۳۴۰ھ

احباب: علامہ احمد رضا بریلوی کے علاوہ جو شخصیات آپ کے حلقۂ احباب میں شامل تھیں ان میں چند یہ ہیں مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا عبد العلی آسی، مولانا عبد الکریم حسن گنج مراد آبادی، مولانا ارشاد حسین کانپوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا دیدار علی شاہ الوری، مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت کثیر ہے۔ ان میں چند صاحب تصانیف نامور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، سابق چیر مین اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔
۲۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری
۳۔ مولوی نثار احمد مفتی اعظم، آگرہ
۴۔ مولانا مفتی عبد القادر لاہور
۵۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری
۶۔ مولانا سید خادم حسین ابن پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری
۷۔ مولانا سید مصباح الحسن پھپھوندوی
۸۔ مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری
۹۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی
۱۰۔ قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی
۱۱۔ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ۔

تصانیف:

محدث سورتی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی بیشتر تصانیف مطبوعہ ہیں۔ اور کچھ تصانیف غیر مطبوعہ ہیں۔ اور کچھ تصانیف نذرِ حوادث ہوگئیں۔

۱۔ حاشیہ سنن نسائی شریف (مطبوعہ نظامی پریس کانپور)
۲۔ حاشیہ طحاوی (مطبوعہ مصر)

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری۔ ص ۲۶۰

Marfat.com

۳۔ تعلیق المجلّٰی شرح منیۃ المصلیٰ (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء)
۴۔ افادات حصن حصین
۵۔ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرہ (مطبوعہ بریلی، الیکٹرک پریس ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء)
۶۔ اظہار شریعت (مطبوعہ بریلی الیکٹرک پریس ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء)
۷۔ النقع الشواھد (مطبوعہ نظامی پریس، کانپور ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۶ء)
۸۔ تعلیقات شروح الربعہ ترمذی (مطبوعہ مطبع نظامی پریس، کانپور ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۴ء)
۹۔ تعلیقات شرح ملاحسن
۱۰۔ حاشیہ مدارک
۱۱۔ حاشیہ بیضاوی
۱۲۔ حاشیہ جلالین
۱۳۔ حاشیہ شرح معانی الآثار (مطبوعہ مطبع المصطفائی، کانپور ۱۳۰۰ھ)
۱۴۔ حاشیہ مقامات حریری
۱۵۔ حاشیہ شافیہ
۱۶۔ حاشیہ میبذی
۱۷۔ شرح السنن لابی داؤد
۱۸۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح
۱۹۔ شرح شفا (ملا علی قاری)
۲۰۔ حاشیہ مؤطا امام محمد
۲۱۔ کشف انعمامۃ عن سنیۃ العامہ (۱۲۲۶)[1]

مولوی عبدالحق خیرآبادی

مولانا عبدالحق خیرآبادی دہلی میں ۱۲۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔[2] اپنے والد ماجد علامہ فضل حق خیرآبادی سے مختلف علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۱۲ سال کی قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ دہلی میں ہی مقیم تھے۔ بغاوت کے

---

[1] ان کتب کی فہرست کے لیے دیکھیے۔ تذکرہ محدث سورتی۔ ص ۳۴۳ تا ۳۶۳

[2] تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۲۷۹

Marfat.com

جرم میں آپ کے والد ماجد کو کالا پانی کی سزا دی گئی۔ والد کی رہائی کے لیے لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی۔ اس کے بعد اپنے وطن خیر آباد آگئے اور کچھ عرصہ یہیں گزارا۔ تقریباً دو سال تک آپ ریاست ٹونک سے وابستہ رہے اس کے بعد گورنمنٹ بنگال کی درخواست پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کی ملازمت اختیار کی۔ لیکن جب آپ کی خودداری اور غیرت پر آنچ آئی تو آپ ملازمت سے استعفیٰ دیکر اپنے وطن واپس آگئے۔ جب وطن واپسی کی اطلاع نواب کلب علی خاں کو ہوئی تو انہوں نے مولوی عبدالحق صاحب کو رامپور بلا کر حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ کا پرنسپل بنا دیا۔ ۱۲۸۲ء سے ۱۳۰۰ھ تک آپ مدرسہ عالیہ رامپور کے صدر رہے۔ مولانا کے درس کی بہت شہرت تھی۔ دور دور سے طلباء اپنے علم کی پیاس بجھانے کے لیے ان کی خدمت میں آتے۔ آپ کو منطق اور فلسفہ میں تجر حاصل تھا۔ بے انتہا صلاحیت اور تجر علم کے معترف آپ کے معاصر علماء بھی تھے۔ "صاحب نزہتہ الخواطر" آپ کے تجر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کان اماماً جوالاً فی المنطق و الحکمة، عارفاً با النحو و اللّغة ذاسکینة ووقار ووفوی ذکاء و حسن تعبیر۔"[1]

مولانا کا رخش قلم تصنیف و تالیف کے میدان میں رواں دواں نظر آتا ہے۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن جن تصانیف کا پتا چلتا ہے وہ درج ذیل ہے:

۱۔ تسهیل الکافیه معرب من شرح الکافیه للسید الشریف
۲۔ شرح هدایة الحکمة للابهری
۳۔ حاشیه علی شر السلم حمدالله
۴۔ حاشیه علی حاشیه غلام یحیٰی علی میرزاهد رسالة
۵۔ حاشیه علی حاشیة میر زاهد علی شرح المواقف
۶۔ حاشیه شرح المسلم للقاضی
۷۔ شرح علی مسلم الثبوت[2]

مولانا کے شاگردوں میں

آپ کا انتقال ۲۳ شوال ۱۳۱۶ھ[3] میں ہوا۔ مولانا کو انگریزی گورنمنٹ کی طرف سے ۱۸۸۷ء میں شمس العلماء کا خطاب

---

[1] نزهة الخواطر۔ مولانا عبدالحئی۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۲۳
[2] نزهة الخواطر۔ مولانا عبدالحئی۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۲۴
[3] تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۲۸۰

Marfat.com

ملا ۳۔ منشی امیر احمد مینائی نے مولوی عبد الحق کا قطعۂ تاریخ وفات کہا:

"شمس العلماء ز ظلمت دھر چوں تیر زابر تیرہ برجست
برلوحِ مزار امیر بنویس آرام گہ امام وقت است"[1]

فضل رحمٰن گنج مراد آبادی

مولانا فضل رحمٰن ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ "فضل رحمٰن" آپ کا تاریخی نام ہے۔ اور یہ تاریخی نام مولانا سید عبد الرحمٰن نے ہی تجویز کیا تھا۔ سید عبد الرحمٰن آپ کے والد ماجد شاہ اہل اللہ کے پیر و مرشد تھے۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے گھر پر ہی ہوئی۔ اس کے بعد مرید مولانا نور الحق بن انوار الحق فرنگی محلی سے حاصل کرنے کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی پہنچ کر حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کے درسِ حدیث میں شریک ہو کر پوری بخاری شریف کی سماعت کی۔ تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ ۱۲۳۹ء میں شاہ عبد العزیز دہلوی کے انتقال کے بعد ایک بار پھر دہلی گئے اور حضرت شاہ محمد آفاق کے فیض صحبت میں رہ کر منازلِ طریقت طے کیے اور آپ ہی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ کی اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے وطن واپس لوٹ آئے اور عرصہ دراز تک ملاواں میں مقیم رہے۔ لیکن بیوی کے انتقال کے بعد گنج مراد آباد میں دوسری شادی کی اور وہیں رہنے لگے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتے۔ تہجد، اشراق اور چاشت کی نماز کی پابندی کرتے۔ مولانا نہایت ہی متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ زیادہ سے زیادہ وقت یادِ الٰہی میں صرف کرتے۔ ایک جگہ مولانا خود فرماتے ہیں:

"خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجے اور ڈھیلے لینے کے پابند رہے اور تین سال کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے، سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے اب تک (۱۳۱۳ھ) باجماعت بفضلہ نماز ادا کرتے رہے۔"[2]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ باوجود اس کے آپ اپنی زندگی نہایت سادگی سے بسر کرتے۔ کبھی بھی لباس فاخرہ کی تمنا نہ کی صرف ایک جوڑا معمولی کپڑا ہی ان کے لیے کافی ہوتا۔ دوسرے کپڑے کی خواہش تب تک نہ کرتے جب تک پہلا خراب نہ ہو جاتا۔ کھانے میں آپ مونگ کی دال اور چاول نوش فرماتے۔ مکی اور باجرے کی روٹی بھی آپ کو پسند تھی۔

آپ کو قرآن و حدیث پر کامل دسترس حاصل تھا۔ روزانہ درس قرآن و حدیث ارشاد فرماتے۔ جس کی وجہ سے ارادت

---

۱ تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۱۲۴

۲ تذکرہ رحمانی۔ علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ ص ۷ ۱۳ مطبوعہ کراچی

Marfat.com

مندوں کا ہجوم رہتا۔ایک مرتبہ دورانِ درس نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تشریف لائے۔مولانا فضل رحمٰن نے فرمایا مولانا تم نے اپنی کتاب ''مسلک الختام'' میں جولکھا ہے وہ سناؤ، چنانچہ مولانا بھوپالی نے عبارت سنائی:

''التحیات میں السلام علیکم سے خطاب اس لیے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہیں۔نمازی کو چاہئے کہ آنحضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود اور حاضر ہیں۔۔۔۔۔۔''

اس پر آپ نے فرمایا:

''شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے، خود سوچو کہ جب آنحضرت علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود و حاضر و ناظر ہیں تو بھی حیات حقیقی سے کیسے سرفراز ہونگے، مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے۔''[1]

آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ حصول علم اور دین کی تبلیغ واشاعت کی خاطر سفر میں گزرا۔جب عمر زیادہ ہوئی تو ترک سفر کر کے گنج مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں بڑے۔بڑے علماء اور مشاہیر آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوتے۔احمد رضا بریلوی بھی آپ سے ملاقات کی غرض سے گنج مراد آباد گئے۔''تذکرہ علماء اہل سنت'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا ۱۳۱۹ھ میں شیخ المحدثین مولانا وصی احمد محدث کی رفاقت میں گنج مراد آباد آپ کی ملاقات کو پہنچے، حضرت نے مولانا بریلوی کا قصبہ سے باہر نکل کر استقبال کیا، اور اپنے مخصوص حجرے میں مہمان ٹھرایا۔اور عصر کے بعد کی صحبت میں آپ کے بارے میں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ''مجھے آپ میں نور ہی نور نظر آتا ہے'' اور اپنی ٹوپی اڑھادی اور ان کی خود اوڑھ لی۔[2]

ڈاکٹر علامہ اقبال ایک مرتبہ لکھنؤ میں وزیر بھوپالی منشی امتیاز علی کے یہاں بطور مہمان ٹھرے تھے۔امتیاز علی علامہ اقبال کو مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے ملانے کے لیے گئے، بوقت ملاقات علامہ اقبال نے یہ خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔مولانا نے فرمایا کہ:

''والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے۔تم اپنے میں وہ بات پیدا کرلو کہ آنحضرت علیہ السلام کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے''۔[3]

مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی نے طویل عمر پا کر ۱۰۵ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو دار فانی سے کوچ کیا۔سلسلہ قادریہ میں آپ کا سلسلہ انیس واسطوں سے حضرت غوث پاک تک اور ۳۱ واسطوں سے سرور کائنات محمد ﷺ تک پہنچتا ہے۔

---

[1] تذکرہ رحمانی۔علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ص ۱۵۶

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت۔محمود احمد قادری۔مطبوعہ کانپور۔

[3] تذکرہ رحمانی، علامہ شاہ بھولے میاں، جوہر فضل رحمانی۔ص ۱۱۸

Marfat.com

مجموعہ کلام ''بہشتی چراغ'' اور رسائل یاد فیضان شریعت'' اور میلاد کا راز'' آپ کی یادگار ہیں۔[۱]

مولانا ارشاد حسین رامپوری

مولانا ارشاد حسین رامپوری ایک بزرگ ترین عالم، شیخ اور مصلح قوم تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ میں ہوئی۔[۲] آپ کے والد حکیم احمد حسین تھے۔ ان سے آپ نے فارسی پڑھی۔ اس کے علاوہ علمائے رامپور اور لکھنؤ سے علوم عقلیہ و نقلیہ اور مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد دہلی جا کر مولانا شاہ احمد سعید مجددی کے مرید ہوئے اور پھر اپنے مرشد سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث وتفسیر میں بھی ملکہ حاصل کیا۔ ملک پر انگریزی اقتدار اور حالات کی ابتری کی وجہ سے مرشد شاہ احمد سعید نے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد حسین رامپوری کو دہلی سے رامپور جانے کا حکم دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد مولانا رامپوری اپنے خادم محمد موسیٰ بخاری کے ہمراہ پا پیادہ حج کے لیے روانہ ہوئے اور آٹھ ماہ میں یہ سفر طے کر کے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور پھر مدینہ منورہ پہنچ کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری دی اور وہیں شیخ کی زیارت سے بھی شاد کام ہوئے۔ اور پھر شیخ کے حکم سے رامپور واپس ہوئے اور یہاں مولانا عبدالکریم کی خانقاہ کے حجرے میں سکونت اختیار کی اور اسی حجرے میں نو/۹ ماہ کی مدت میں قرآن کریم حفظ کیا۔[۳] درس وتدریس، اوراد ووظائف اور حلقۂ ذکر میں ہی آپ کا وقت گزرتا۔ ہر جمعہ کو اپنی مسجد میں وعظ فرماتے، وعظ اس قدر موثر ہوتا کہ سننے والے گریہ وبکا کرنے لگتے۔ آپ ایک بلند پایہ مدرس تھے۔ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں اپنے ہی مکان میں ایک مدرسہ ''ارشاد العلوم'' کے نام سے قائم کیا۔ جس میں دور دراز کے طلباء آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر مختلف علوم وفنون حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔

آپ ایک جلیل القدر فقیہ بھی تھے۔ دور دراز کے علماء آپ سے فتویٰ طلب کرتے اور آپ نہایت خوش اسلوبی سے سب کے جوابات تحریر فرماتے۔ فتویٰ نویسی کے لیے منگل اور جمعرات کا دن مقرر تھا۔ مشہور معتزلی عالم ''شبلی نعمانی'' نے رامپور میں آپ سے فقہ کا درس حاصل کیا۔[۴]

نواب قطب الدین خاں دہلوی کے رسالہ مناقب امام اعظم کے رد میں دین غیر مقلدیت کے پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی نے ''معیار حق'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر امام آئمہ پر زبان طعن وسب وشتم دراز کی تو آپ نے حمایت حق کے لیے ''انتصار الحق'' لکھا۔ جس کو مولوی محمد احسن نانوتوی مقیم بریلی نے اپنے مطبع صدیق بریلی سے چھپوا کر شائع کیا۔[۵] بہت سے

---

[۱] ماہنامہ معارف رضا، کراچی۔ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ/فروری ۲۰۰۱ء

[۲] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۴

[۳] معاف عنایۃ۔ حامد علی خاں۔ ص ۱۳

[۴] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۵

[۵] تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۲۸۸

Marfat.com

نامور علماء کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ جیسے مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری، شمس العلماء علامہ ظہور الحسین رامپوری، مولانا شاہ عنایت اللہ خاں رامپوری۔ مولانا عبدالغفار خاں رامپوری وغیرہ۔ احمد رضا خاں فاضل بریلوی آپ کے بڑے مداح اور علم و فضل کے قائل تھے۔ بروز دوشنبہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی

مولانا عبدالحی کی ولادت ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۷ء کو اتر پردیش کے مشہور شہر باندہ میں ہوئی۔[۱] آپ نے پانچ سال کی عمر میں حفظِ قرآن شروع کیا اور گیارہ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اس کے بعد سترہ برس کی عمر میں علوم یا علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ اپنے والد کے ماموں مولوی نعمت اللہ (۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء) سے جو ریاضی داں تھے، علم ریاضی حاصل کیا۔ دو مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ پہلی بار ۱۲۷۹ھ / ۱۸۵۹ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ اور دوسری مرتبہ ۱۲۹۶ھ میں زیارت حرمین شریفین گئے۔ سید احمد دحلان، شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جو ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی۔[۲] آپ کو اپنے والد ماجد مولانا عبدالحلیم سے بھی تمام علوم کی اجازت حاصل تھی۔ آپ کے علم سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔ آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ درجنوں علوم و فنون کی کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کے علوم کی شہرت ان کی زندگی میں ہی دنیا میں پھیل چکی تھی۔

نواب صدیق حسن بھوپالی کی غیر مقلدیت کی تردید میں رسالے تصنیف کئے۔ بڑے۔ بڑے نامور علماء آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء بروز شنبہ لکھنؤ میں آپ کا انتقال ہوا۔ رو میں عارضہ صرع میں دفن ہوئے۔

حسرت نے درج ذیل قطعۂ تاریخ وفات کہا:

کرد رحلت جناب عبدالحئی　　　فاضل لکھنوی فطین و ذکی

گفت سال وفات او حسرت　　　شد فرنگی محل ز علم تہی

۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۴ء

مولانا محمد کفایت علی کافی

آپ بلند پایہ عالم اور با کمال شاعر تھے۔ آپ ضلع بجنور کے خانوادۂ سادات کے فرد تھے۔ علمائے بدایوں اور بریلی سے اکتساب علم کیا۔ شاہ ابوسعید مجددی رامپوری سے حدیث پڑھی اور علم طب مولانا حکیم شیر علی قادری سے حاصل کیا۔ آپ نے

---

۱ نزھۃ الخواطر۔ عبدالحی رائے بریلوی۔ جلد ہشتم۔ ص ۲۳۴

۲ تذکرہ علمائے ہند۔ مولوی رحمٰن علی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۲۸۸

Marfat.com

انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد صادر کیا۔ جس کی پاداش میں جنرل جونس کے حکم سے ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں برسرِ عام تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔[1] جب آپ کو پھانسی کے حکم کی خبر ملی تو بے حد خوش ہوئے۔ جب پھانسی کے لیے آپ کو لے جایا جا رہا تھا تو آپ با آواز اپنی خود لکھی ہوئی نعت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے جس کا مطلع یہ تھا:

''کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا　پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا۔''[2]

احمد رضا فاضل بریلوی کو آپ سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔ مولانا بریلوی نے مولانا کفایت علی کافی کو نعتیہ شاعری کا شہنشاہ کہا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم۔

''کافی سلطانِ نعت، رضا وزیر اعظم''[3]

محدث بریلوی نے نعتیہ شاعری میں انہیں سے فیض حاصل کیا تھا۔

مولانا محمد عمر حیدر آبادی

آپ مولانا سید شاہ حسینی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مدرسہ محبوبیہ میں مولانا امیر احمد کوہاٹی سے صرف ونحو، ادب ومنطق، فقہ وحدیث کا درس لیا۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ آپ ایک بلند پایہ مجوّد اور قاری بھی تھے۔ اس لیے تجوید و مشق کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ بڑے بھائی حضرت مولانا سید شاہ محمد صدیق الحسن سے مرید ہوئے۔ آپ کو شعر و شاعری ورثہ میں ملی تھی کیونکہ آپ کے والد ماجد صاحب تصنیف ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب دیوان شاعر تھے۔ مولانا محمد عمر شاعری میں خلیق تخلص کرتے تھے۔ آپ اصلاحِ معاشرہ کے لیے ہمیشہ کوشاں اور فکر مند رہتے تھے۔ یہ آپ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ جمعہ کی نماز کے وقت حیدر آباد کی دکانیں بند ہو جاتی تھیں۔ مولانا نہایت خوش اخلاق اور سادگی پسند انسان تھے۔ وعظ نہایت مؤثر ہوتا۔ آپ روزانہ مکہ مسجد میں ایک رکوع کی تفسیر بیان کرتے تھے۔ مذہباً آپ حنبلی تھے اور فقہ حنبلی سے متعلق آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔

۱۳۲۲ھ میں احمد رضا بریلوی کی دعوت پر مدرسہ اسلامیہ کے جلسہ دستار بندی میں شریک ہونے کے لیے بریلی آئے، یہاں فاضل بریلوی نے معانقہ کے بعد دیر تک آپ کا ہاتھ اپنے قلب پر رکھ کر ''اے گل زتو خرسندم تو بوئے کسے داری'' فرماتے رہے۔[4]

۲۰ صفر بروز جمعہ ۱۳۴۳ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی نمازِ جنازہ مکہ مسجد حیدر آباد میں پڑھی گئی۔ احمد رضا بریلوی نے

---

[1] جنگ آزادی۔ محمد ایوب قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء۔ ص ۵۶۱ تا ۵۶۶

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۲۱۹

[3] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۹۱۲

[4] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ محمود احمد قادری۔ ص ۱۸۷

Marfat.com

گیارہ اشعار پر مشتمل قطعۂ تاریخ وفات کہا ہے۔

وفات

محدث بریلوی کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ بروز جمعہ ۲ بج کر ۲۸ منٹ پر "کل نفس ذائقۃ الموت" کا فرمان جاری ہوا۔ اور فاضل بریلوی نے عین جمعہ کے وقت فرمانِ الٰہی پر لبیک کہا۔

فاضل بریلوی نے اپنی تمام زندگی تجدید و احیاء دین متین کی تکمیل میں گزاری۔ انہوں نے اپنی زندگی کو ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر قربان کیا۔ تمام عمر گلشن اسلام کی آبیاری میں صرف کیا اور اگر کہیں بھی آپ کو محسوس ہوا کہ گلشن اسلام کے سبزہ زار پر خزاں منڈلا رہی ہے تو آپ فوراً قلمی تیغ لیے نکل پڑتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی عظمت و بلندی کا اعتراف عرب و عجم نے کیا۔ آپ ایک ایسی شخصیت کے حامل تھے جن کے انتقال کی خبر سے نہ صرف آپ کے ممدوحین تڑپ اٹھے بلکہ جن سے فاضل بریلوی کی زندگی بھر قلمی لڑائی اور چشمک چلتی رہی وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ آج ہندوستان کا ایک بہت بڑا فقیہ اس دنیا سے جا رہا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وہ ہندوستان کا فقیہہ اعظم تھا ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔"[1]

مولانا انور شاہ کشمیری نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے۔ ان کا اخیر وقت ایک مردہ سنت (اذان بین یدلہ خارج مسجد) کے احیا میں گزرا۔"[2]

لاہور کے "پیسہ اخبار" نے اپنی تعزینی نوٹ میں لکھا:

"آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ دینیہ کے آفتاب، بڑے فاضل اور متبحر جید عالم تھے۔ آپ کی وفات سے ایک برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔ آپ صادق مسلم کا صادق نمونہ اور پابند شرع تھے اور ہمیشہ ترویج علوم اسلامیہ میں مصروف رہے۔ آپ سے فیض پانے والوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندوستان کے تہذیبی حلقوں اور علمائے دین میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ اس میں کلام نہیں کہ مخالفین تک مرحوم کی اعلیٰ اور بے نظیر قابلیت کے دل سے معترف تھے۔"[3]

احمد رضا محدث بریلوی ۱۳۴۰ھ جمعہ کے دن صبح سے ہی سفر آخرت کی تیاریوں میں مصروف رہے، جائداد کے متعلق

---

[1] قاموس المشاہیر۔ نظامی بدایونی۔ مطبوعہ، بدایوں ۱۹۲۴ء ص ۶۶

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۰۲۱

[3] پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء، ص ۲

Marfat.com

وقف نامہ تحریر فرمایا، جائداد کی چوتھائی آمدنی کار خیر میں رکھی باقی اپنے ورثاء پر بہ حصص شرعی فرمائی، پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا، آپ نے وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ قبل ہی تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصیتیں کر دیں جو درج ذیل باتوں پر مشتمل ہیں۔[1]

۱۔ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ سے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ جنبی یا حائض نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے۔

۲۔ سورہ یٰسین و سورۃ رعد باآواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ تک دم آنے تک متواتر باآواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

۳۔ بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں۔ بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلا دیا جائے۔ ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعائے خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

۴۔ غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، حامد رضا خاں وہ دعائیں جو فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کرلیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

۵۔ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو جنازہ کے آگے۔ آگے اگر پڑھیں تو "تم پہ کروڑوں درود" اور ذریعہ قادریہ (یہ دونوں نظمیں فاضل بریلوی کی ہیں) اول کا مطلع یہ ہے:

"کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود　　طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود"

اور دوسرے کا مطلع یہ ہے:

"وہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا　　"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا"

۶۔ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یونہی قبر پر۔

۷۔ قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگا دیں۔

۸۔ جب تک قبر تیار ہو سبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم ثبت عبدك هذا بالقول الثابت بجاه نبيك صلى الله عليه وآله وسلم پڑھتے رہیں، اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۹۔ بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار باآواز بلند حامد رضا

---

[1] ایمان افروز وصایا، مولانا حسنین رضا خاں۔ مطبوعہ۔ المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۸۳ء

Marfat.com

خان اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں ۔میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں۔ پیچھے ہٹ ۔ہٹ کر پھر اعزہ واحباء چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ میں درود شریف اسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں، پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارہ ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دوعزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف اسی آواز سے بلاوقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔

۱۰۔ کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ ہو کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

۱۱۔ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر،غرض کہ کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔

۱۲۔ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو، فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔دودھ کا برف خانہ ساز، اگر چہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا ہو، شامی کباب پراٹھے اور بالائی فیرنی ،ارد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگر چہ روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر ہو۔میرے لکھنے پر مجبور نہ ہو۔

۱۳۔ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خاں کے ہیں۔میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ ہے۔میں کہتا ہوں نہ رو رعایت سے ان کی غلط فہمی سے ان پر ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے اور ان پر بھی ان سے شفقت ومحبت لازم ہے، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض رہے گی۔

۱۴۔ رضا حسنین، حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو اور حتی الا مکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق بخشے والسلام۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصایا قلمبند ہوئے (دستخط) فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم خود بحالت صحت وحواس واللہ شھید ولہ الحمد وصلّی للہ تعالیٰ وبارك وسلم علی شفیع المذنبین وآلہ الطیبین وصحبہ المکرمین وابنہ وحزبہ الی ابدِ الأبدین، آمین و الحمدللہ رب العالمین۔

آپ کے وصال کے وقت برادر خورد محمد رضا خاں کے صاجزادے مولانا حسنین رضا خاں موجود تھے اور اس الوداعی سفر کا روح پرور ایک ایک منظر اپنی آنکھوں سے خود دیکھا اور بیان فرمایا:

''فاضل بریلوی نے وصیت نامہ تحریر کروایا۔وصال شریف کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے۔ جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے، تو (آپ نے) وقت پوچھا، عرض کیا گیا (کہ اس وقت ایک بج کر چھپتیس منٹ ہو رہے ہیں) گھڑی کھلی رکھ دو، یکا یک ارشاد فرمایا کہ تصاویر ہٹا دو (حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ) یہاں تصاویر کا کیا کام۔یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا ''یہی کارڈ لفافہ، روپیہ، پیسہ'' پھر ذرا وقفہ سے برادرِ معظم مولانا حامد رضا خاں صاحب سے ارشاد فرمایا ''وضو کر

Marfat.com

آؤ، قرآن عظیم لاؤ'' ابھی وہ تشریف نہ لائے تھے کہ برادرم مولانا مصطفیٰ رضا خاں سے پھر ارشاد فرمایا ''اب بیٹھے کیا کر رہے ہو، سورہ یٰسین شریف اور سورہ رعد شریف تلاوت کرو۔'' اب (آپ کی) عمر شریف سے چند منٹ رہ گئے ہیں، حسب الحکم دونوں سورتیں تلاوت کی گئیں۔ (آپ نے) ایسے حضور قلب اور تیقظ سے سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر و زبر میں اس وقت فرق ہوا خود تلاوت فرما کر بتادی۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔ پھر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پورا پڑھا، جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا، ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعات خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جانِ نور جسم اطہر حضور سے پرواز کرگئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ خود اسی زمانے میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا جنہیں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوقِ دیدار میں ایسے جاتے کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔''[1]

احمد رضا فاضل بریلوی کے غسل میں علمائے عظام، سادات کرام اور حفاظ شریک تھے۔ آپ کی لحد جناب سید اظہر علی صاحب نے کھودی۔ حسب وصیت غسل کا کام حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی نے انجام دیا اور حافظ امیر حسن صاحب مراد آبادی نے مدد دی۔ مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا محمد رضا خاں، مولانا حسنین رضا خاں، سید محمود خاں صاحب، سید ممتاز علی صاحب و دیگر حضرات پانی دینے میں مصروف رہے۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب دیگر خدمات کے لیے، وصیت نامہ کی دعا لوگوں کو یاد کراتے رہے۔ حجۃ الاسلام حامد رضا خاں صاحب نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔ مولانا نعیم الدین نے کفن بچھایا۔ الغرض غسل و تکفین سے فراغ حاصل ہونے پر عورتوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ گھر میں عورتوں کی اور باہر مردوں کی کثرت تھی۔ کاندھا دینے کی خواہش میں آدمی پر آدمی گر رہے تھے۔ وجد و شوق نے لوگوں کو از خود رفتہ بنا دیا تھا۔ جو جنازہ تک پہنچ گئے وہ ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔ جنازہ ہر وقت بیس کاندھوں پر رہا۔ پورے شہر میں کسی جگہ نماز کی گنجائش نہ تھی۔ اس لیے عیدگاہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی۔ نماز جنازہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی مصنف ''بہار شریعت'' نے پڑھائی۔ بعد نماز عیدگاہ میں زیارت کرائی گئی۔ حسب وصیت نعت خواں ''کروڑوں درود'' والی نظم پڑھ رہے تھے۔

فاضل بریلوی نے اپنی زندگی ہی میں اپنے وصال کی تاریخ اس آیت کریمہ سے نکالی تھی:

''ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب'' ۱۳۴۰ھ

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں۔ مولانا بدر الدین۔ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷

Marfat.com

۳

دینی و علمی خدمات

Marfat.com

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں کچھ ایسی شخصیتیں پیدا کرتا ہے جن کو دین اور دنیا دونوں سعادتوں سے بھر بہرہ ور فرماتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو محبوب رکھتا ہے اس کو تفقہ فی الدین دیتا ہے اس کو اپنے دین کے کام کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ احمد رضا بریلوی بھی ان منتخب شخصیات کی فہرست میں ہیں جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے دینی خدمات کے لیے منتخب کیا۔ مولانا بریلوی نے دینی خدمات کے لیے تعلیم اور تعلّم کا راستہ چنا۔ سینکڑوں طلباء نے بالواسطہ اور بلاواسطہ آپ سے دینی تعلیم حاصل کر کے علماء و فضلاء کی صف میں شامل ہو کر درس وتدریس کے سلسلے کو آگے بڑھایا اور آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ شہر بریلی میں فاضل بریلوی کا قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام ہے جو دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پیغام پھیلا رہا ہے۔ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ فضلاء اور علماء مختلف ممالک میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم منظر اسلام کا آغاز اخود احمد رضا بریلوی نے اپنی جیب خاص سے کیا۔ یہاں تک کہ مدرسین کی تنخواہ اور دیگر مصارف کا بھی بار اٹھاتے رہے۔ اس مدرسہ کا تاریخی نام ''منظر اسلام'' فاضل بریلوی کے برادرِ خورد حسن رضا خاں نے تجویز فرمایا۔ علامہ بریلوی کا یہ مدرسہ ۱۹۰۴ء/ ۱۳۲۲ھ میں قائم ہوا اس مدرسہ سے پہلے ایک اور عربی مدرسہ فاضل بریلوی کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے ۱۲۸۲ھ میں بریلی میں مصباح العلوم کے نام سے قائم کیا تھا۔ احمد رضا فاضل بریلوی اپنے قائم کردہ مدرسہ منظر الاسلام میں کچھ مدت تک درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے لیکن فتویٰ نویسی اور دیگر دینی وملی مصروفیات کی وجہ سے تدریسی مشغلہ زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا تو دارالعلوم کا تمام نظام اپنے صاجزادے مولانا حامد رضا خاں کے سپرد کر کے خود فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالف میں مشغول ہو گئے۔ مولانا محمد ظفر الدین بہاری (خلیفہ وتلمیذ محدث بریلوی) نے لکھا ہے کہ محدث بریلوی سے ہزاروں طلباء مستفید ہوئے۔[۱]

علامہ بریلوی سے نہ صرف طلبہ بلکہ علماء نے بھی استفادہ کیا ہے۔ دارالعلوم منظر اسلام نے اپنی ابتدائی تین سال کی مختصری مدت میں درس وتدریس، اخلاقی اور تہذیبی تربیت کے ذریعہ ملک بھر میں شہرت کا پرچم لہرا دیا۔ چنانچہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ سلامت اللہ رامپوری نے حسن رضا کے دورِ اہتمام میں منظر اسلام کا معائنہ فرمایا اور اس کی تفصیلی رپورٹ احمد رضا فاضل بریلوی کو تحریری شکل میں بھیجی۔ اس تفصیلی رپورٹ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''تمام ہندوستان اس وقت جو دبدبہ وشوکت، جاہ وحشمت، اقبال وہمت، قوت وثروت ظاہری ومعنوی، علمی وعملی حق تعالیٰ نے جناب حامئ دین وارث برحق حضرت خاتم النبیین ﷺ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کو عطا فرمایا ہے۔ وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ ان کی سعی بلیغ مقبول فی الدین اور ان کی تصانیف مبارکہ رد مبطلین سے مدلل اور مبرہن ہیں۔ بتقریب امتحان سالانہ مدرسہ مذکور، حسب الطلب فقیر راقم الحروف یہاں حاضر ہوا۔ احوال مدرسہ ومدرسین اور مبلغ علوم طلبہ اور طرز تعلیم سے واقف ہوا۔ ہر قسم کے طلبہ مبتدی ومتوسط اور منتہی کے متعدد جلسۂ امتحان میں شریک ہو کر علوم دینیہ ضروریہ معقول ومنقول سے خصوصاً علم تفسیر وحدیث، فقہ وسیر، اصول وقواعد وغیرہ میں امتحان کی کیفیت سے مطلع ہوا۔

---

۱ محمد ظفر الدین بہاری، چودھویں صدی کے مجدد۔ مطبوعہ لاہور، ۱۸۹۱، ص ۵۹۔۶۰

Marfat.com

الحمد اللہ کہ برکۃ حسن سعی مدرسین اور خوبی انتظام ناظمین اکثر طلبۂ علوم دین کو مستعد اور اس بشارت کے مبشر پایا "لا یزال یغرس فی ھذا الدین غرسا سیعملھم فی طعتہ" بالخصوص منتہی طلبہ کی علوءِ ہمت اور حسن تقریر مطالب، نیز تحریرات فتاویٰ جو دیکھنے میں آئے اس سے نہایت شادمانی ہوئی۔

حضرت سراج الملۃ والدین آگے تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو حسن ترقی روز افزوں عطا فرمائے، ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خاں صاحب دام مجدھم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ایسے برکات جاری ہوں جو تمام اطراف و جوانب کے ظلمات وکدورت کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ اور ملت بیضاء شریفہ حنفیہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو۔"

منظر اسلام کی سو سالہ دینی اور علمی خدمات کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس چشمۂ علم وفن سے ملک و بیرون ملک کے طلباء فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، نیپال، افریقہ، سری لنکا، برما، جارڈن، چین، لیبیا، شام، اور سعودی عربیہ وغیرہ کے طلباء یہاں سے مختلف علوم وفنون اور دینی شعور وادراک میں کمال پیدا کر کے۔ پورے عالم میں علم و عرفان کی شمع روشن کرتے رہے۔

دار العلوم منظر اسلام کا تعلیمی نصاب:

درجہ اول عربی: میزان ومنشعب، پنج گنج نحو میر گلستاں، بوستاں، فیض الادب اول، کبریٰ۔

درجہ اول فارسی: تسہیل المصادر، آمدنامہ، فارسی کی پہلی دوسری کتاب، تعمیر الادب حصہ پنجم، منہاج العربیہ، قانون شریعت حصہ اول

درجہ دوم: شرح مائۃ عامل، ہدایت النحو، نور الایضاح، منیۃ المصلی، علم الصیغہ، فیض الادب ثانی، ہدایت الحکمت، ہدایت المنطق

درجہ سوم: کافیہ، قدوری۔ اصول الشاشی، فصول اکبری، قلیوبی، مرقات

درجہ چہارم: شرح جامی، شرح وقایہ، شرح تہذیب، نور الانوار، سراجی، ہدایۃ الحکم۔

درجہ پنجم: جلالین اول، مؤطا امام محمد، معانی الادب، الذھار العرب، تلخیص المفتاح، قطبی، ہدیہ سعیدیہ۔

درجہ ششم: مشکوۃ اول، جلالین آخر، شرح عقائد، ملاحسن، دیوان متنبی، منشورات، ہدایہ اولین

درجہ ہفتم: مشکوۃ آخر، مسلم الثبوت، توضیح وتلویح، المعتقد مختصر المعانی، ملا جلال، حمد اللہ میبذی

درجہ ہشتم: بخاری شریف، مسلم شریف، ھدایۂ آخرین، بیضاوی شریف، ترمذی شریف۔

منظرِ اسلام کی سند یوپی بورڈ سے منظور شدہ ہے۔

درس نظامی میں شامل نحوی، لغوی گرام پر مبنی علوم کے بارے میں علامہ بریلوی فرماتے ہیں:

"وہ بقدرِ توسل و بقصد توسل سیکھے جائیں نہ یہ کہ انہیں ہی مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں ہی عمر گزار دی جائے،

Marfat.com

نحوی، لغوی، منطقی ادیب کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصد اصلی سے کام نہ رکھے۔"

فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں آپ ان امور کے بارے میں لکھتے ہیں:

"علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اسی میں منہمک ہو جانے والا مقاصد اصلیہ سے محروم رہتا ہے۔ اگر یہ بقدر توسل اور بقصد توسل سیکھے جائیں تو اس پر وہ بھی مورد فضائل ہیں جیسے انماز کے لیے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہیں جب تک نماز کا انتظار کریں"۔[1]

احمد رضا فاضل بریلوی کے عہد میں منظر اسلام کا تعلیمی نصاب بہت معیاری اور بلند تھا۔ جو قابل فخر ہے۔ علامہ بریلوی کے عہد کا تعلیمی نصاب درج ذیل ہے۔

۱۔ صرف، میزان، منشعب، پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، شافیہ۔

۲۔ نحو، نحو میر، مائۃ عامل، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔

۳۔ بلاغت، مختصر المعانی، مطول تا ما انا قلت

۴۔ ادب: نفحۃ الیمن، سبعہ معلقات، دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ

۵۔ فقہ: شرح وقایہ اولین، ہدایہ آخرین

۶۔ اصول فقہ: نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت

۷۔ منطق: صغری، صغریٰ، ایساغوجی، قال اقول، میزان منطق، تہذیب شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد رسالہ، حاشیہ غلام یحیٰ زاہد، ملا جلال، ادرکین یمین، بحر العلوم، شرح مسلم، حاشیہ عبد العلی بر میر زاہد رسالہ اور شرح ملا مبین۔

۸۔ حکمت: میبذی، صدرا، شمس بازغہ۔

۹۔ کلام: شرح عقائد نسفی، خیالی میر زاہد امور عامہ۔

۱۰۔ ریاضی: تحریر اقلیدس مقالہ اولیٰ، خلاصۃ الحساب، تصریح، شرح تشریح، شرح چغمنی۔

۱۱۔ فرائض: شریفیہ۔

۱۲۔ مناظرہ: رشیدیہ۔

۱۳۔ تفسیر: جلالین، بیضاوی۔

۱۴۔ اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر

۱۵۔ حدیث: بخاری، مسلم، مؤطا، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں بریلوی جلد دہم۔ باب علم و متعلم علم التعلیم۔ مطبوعہ ادارۂ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی۔ پاکستان ۱۹۸۸ء

Marfat.com

بریلی کا دارالعلوم منظرِ اسلام جہاں درس وتدریس اور تعلیم وتربیت کا کام انجام دے رہا ہے وہیں فتوی نویسی جیسی اہم دینی خدمات بھی سو سال سے زائد مدت سے بخوبی انجام دے رہا ہے۔ احمد رضا فاضل بریلوی تاحیات بغیر کسی اجرت کے اس دینی فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری لکھتے ہیں:

''دارالافتاء بریلی میں دنیا بھر سے استفتا آتے ہیں اس دارالافتاء میں فتویٰ کے کتنے ہی رجسٹر تیار ہو چکے ہیں۔ جن کی کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی۔ مولانا اقبال اختر القادری نے بعض فتاویٰ مرتب کیے ہیں جبکہ ڈربن (افریقہ) سے انگریزی فتاویٰ کے دو مجموعے 'ازہر الفتاویٰ' کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔''[1]

دارالعلوم منظرِ اسلام کے علم وادب کے گلستاں سے بے شمار باصلاحیت مصنف، محقق، صحافی اور مدیر نکلے جنہوں نے آگے چل کر بہت مفید علمی خدمات انجام دیں۔ یہی نہیں بلکہ منظرِ اسلام کے تعاون سے ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' بریلی کے پلیٹ فارم سے سینکڑوں کتب شائع ہوئیں۔

بہرحال جامعہ منظرِ اسلام نے دینی علوم کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ ملی خدمات بھی انجام دیں ہیں جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

احمد رضا خاں بریلوی نے جہاں منظرِ اسلام جیسا مدرسہ قائم کر کے زبردست دینی خدمات انجام دیا۔ فتویٰ نویسی جیسے اہم کام کو انجام دیکر دین واسلام اور شریعت محمدی کی پاسداری کی وہیں مختلف علوم وفنون پر سینکڑوں کتابیں لکھ کر علم وادب میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آپ نے ہر فن پر طبع آزمائی کی ہے چاہے وہ تفسیر، حدیث، فقہ ہو یا ادب، نحو، صرف، لغت عروض ہو یا تکسیر، جفر توقیت لوگارثم زیجات، ہندسہ نجوم ہو یا منطق فلسفہ وغیرہ۔

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت تفسیر سے لیکر فن شعر وادب تک تمام علوم وفنون کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان جسٹس میاں محبوب علامہ بریلوی کی علمی بصیرت پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''وہ مترجم کی حیثیت میں ہوں تو شعور وبیاں اور اداؤ زبان کا ایک دبستانِ جدید نظر آتے ہیں۔ محدث کی حیثیت سے دیکھیں تو امام نووی، امام عسقلانی، امام قسطلانی اور امام سیوطی یاد آجاتے ہیں، فقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے کرم وتوجہ سے کشکولِ فکر بھرتے نظر آتے ہیں۔ علم کلام میں امام احمد رضا ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے امۂ وقت اور دقتِ نظر کے نمائندہ ہیں، منطق اور فلسفہ کا میدان بھی اس کی شہسواریِ فکر سے پامال ہو جاتا ہے''۔[2]

علامہ بریلوی کے پیر ومرشد حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی بھی مولانا کی بے پناہ علمی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے سید شاہ آل رسول مارہری نے اپنے ولی عہد سید شاہ ابوالحسین احمد نوری (۱۲۵۵۔ ۱۳۲۴ھ) کو وصیت فرمائی کہ:

---

[1] ماہنامہ معارف رضا، صد سالہ جشن دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی نمبر۔ کراچی پاکستان جولائی ۲۰۰۱ء ص ۱۲۹

[2] مجلہ امام احمد رضا خاں کانفرنس، کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۱

Marfat.com

''دیکھو! اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا اور مولانا عبد القادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسے اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو''۔[1]

یہاں پر ایک بات قابل غور ہے کہ اس وصیت کے وقت احمد رضا فاضل بریلوی کی عمر ۲۲ برس تھی۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے ہر چیز کو دین و مذہب کے چشمہ سے دیکھا اور جو چیز اس کے برخلاف نظر آئی اس کو ترک کر دیا۔ چنانچہ ڈاکر عبد الرشید (استاد شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی) لکھتے ہیں:

''یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک مولات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریئے کی بنیاد ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کے بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر معاملہ کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں اور مسلمانوں کو بتادینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی''۔[2]

علامہ بریلوی نے انہیں علوم وفنون پر زیادہ توجہ دی جو دین و مذہب سے مطابقت رکھتے ہوں اور دین فہمی کے لیے معاون ہوں۔ ان علوم وفنون میں علم طبیعات اور ارضیات، علم ریاضی، علم توقیت، علم مناظرہ و مرایا اور علم کیمیا وغیرہ ہیں۔

عقلی علوم مثلاً سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہ سے متعلق علامہ بریلوی کا نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھا جائے نہ کہ قرآن وحدیث کو سائنس اور منطق وفلسفہ کے اصولوں پر تولا جائے۔ چنانچہ آپ نے خود بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں ان علوم کو جانچ پرکھ کر صحیح وغلط کی نشاندہی کی۔ ان علوم کے ماہرین کے افکار ونظریات اگر اسلامی اصولوں سے ٹکراتے نظر آئے تو آپ نے فوراً اس کی تردید میں قلم اٹھالیا۔ اس طرح آپ کی بہت سی تصنیفات اس سے متعلق سامنے آئیں جس میں فوز مبین در رد حرکت زمین، ردِ فلسفہ قدیمہ، معین مبین بہر دور شمس وسکونِ زمین، فلسفہ اور اسلام وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی کے علمی ودینی کارناموں کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مختلف علوم وفنون پر آپ کی بیشتر کتابیں ہیں۔ زیادہ مناسب ہوگا کہ ان علوم کی فہرست پیش کردی جائے جن علوم میں آپ کے تصانیف کی ایک لمبی فہرست ہے۔ فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ تفسیر	۲۔ اصول تفسیر وعلوم والقرآن	۳۔ رسم خطِ قرآن
۴۔ حدیث	۵۔ اسانید حدیث	۶۔ اصول حدیث
۷۔ اسماء الرجال	۸۔ جرح وتعدیل	۹۔ تخریج احادیث
۱۰۔ لغت حدیث	۱۱۔ فقہ	۱۲۔ اصول فقہ

---

[1] امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد احمد مصباحی، مطبوعہ مبارک پور ۱۹۸۸ء ص ۹۔۱۰

[2] معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۳ء ص ۴۷

Marfat.com

۱۳۔ رسم المفتی	۱۴۔ فرائض	۱۵۔ تجوید Recitation
۱۶۔عقائدوکلام	۱۷۔ سیر	۱۸۔ مناظرہ
۱۹۔ تصوف	۲۰۔ اخلاق	۲۱۔ سلوک
۲۲۔ فضائل رسول	۲۳۔ مناقب	۲۴۔ اذکار
۲۵۔ اوقاف	۲۶۔ تکسیر	۲۷۔ جفر Foretelling astrology
۲۸۔ توقیت E Phemeris		۲۹۔ تاریخ
۳۰۔ شعروادب		۳۱۔ مکتوبات
۳۲۔ ملفوظات	۳۳۔ اصلاح نصائح	۳۴۔ نحو
۳۵۔ صرف		۳۶۔ لغت Vocabulary
۳۷۔ عروض Art of Verification		
۳۸۔ خطبات	۳۹۔ تعبیر	۴۰۔ نجوم
۴۱۔ ہندسہ	۴۲۔ حساب	۴۳۔ ریاضی
۴۴۔ لوگارثم	۴۵۔ علم مثلث	۴۶۔ ہیئات
۴۷۔ زیجات	۴۸۔ منطق	۴۹۔ فلسفہ
۵۰۔ جبرومقابلہ		

۵۱۔ ارثماطیقی (ان تمام علوم پر ''علامہ بریلوی کی تصانیف کی فہرست'' آخر میں موجود ہے)

فاضل بریلوی کی جن علوم وفنون پر کثیر تصانیف ہیں اس کا اجمالی جائزہ پیش کیا جارہا ہے جس سے علامہ کی علمی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تفسیر

احمد رضا فاضل بریلوی نے قرآن کی کوئی مکمل تفسیر نہیں تحریر کی ہے۔انہوں نے سورہ ضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۸۰ جزو تک لکھ کر چھوڑ دی جو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے۔بلکہ قرآن کی تفسیر مکمل نہ کرپانے کی وجہ دینی وعلمی مشاغل تھے۔پروفیسر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

''مولانا بریلوی نے ترجمۃ القرآن کے علاوہ قرآن کریم کی جزوی تفسیر لکھی تھی۔چنانچہ مولانا شاہ عبد القادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کے عرس میں شرکت کے لیے بدایوں گئے تو وہاں کامل چھ گھنٹے سورہ والضحیٰ پر تقریر فرمائی اور بعد میں

Marfat.com

فرمایا کہ "اس سورہ مبارکہ کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو اسی جزو تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھ سکوں۔"[1]

آپ نے جتنی تفسیر لکھی ہے اس میں مولانا کی نکتہ آفرینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کی مختلف تصانیف میں قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیریں ملتی ہیں اگر ان کو یکجا کر دیا جائے تو تفسیر کی ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک اسکالر مولانا محمد فیض احمد اویسی مولانا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کر رہے ہیں وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ "امام اہلسنت اور علم تفسیر" میں لکھتے ہیں:

یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی ابحاث کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر اویسی نے اس کے اکثر اجزاء کو جمع کیا ہے بنام "تفسیر امام احمد رضا"[2]

فاضل بریلوی نے کچھ اہم تفاسیر پر عربی میں معرکۃ آلارا حواشی بھی لکھے ہیں جس سے علم تفسیر پر آپ کی بالغ نظری کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی
۲۔ حاشیہ الدر المنثور (سیوطی)
۳۔ حاشیہ معالم التنزیل
۴۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القران (سیوطی)
۵۔ الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی
۶۔ حاشیہ تفسیر خازن وغیرہ

فاضل بریلوی کی مختلف تصانیف کے مطالعہ سے اس فن پر علامہ کی دسترس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ انوار العلم فی معنی میعاد استجب لکم
۲۔ انباء الحی ان کلامہ المصؤن تبیان لکل شی
۳۔ النفخۃ الفائحۃ من مسک سورۃ الفاتحۃ

ترجمہ قرآن (علوم نقلیہ)

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا رخش قلم ہر میدان میں چلا اور خوب چلا۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا کما حقہ حق ادا کیا۔ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا جو علمی، ادبی، اعتقادی اور ہر حیثیت سے معیاری ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ ترجمہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القران" ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء کے نام سے منظر عام پر آیا۔

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ محمد مسعود احمد، مطبوعہ بمبئی، ص ۱۰۴

[2] معارف رضا، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۵۰۔ ۱۵۲

Marfat.com

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالاباغ

کنزالا یمان فی ترجمۃ القرآن'' کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی بھی اور بامحاورہ بھی ہے۔اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔ناموس توحید ورسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال ہے۔

اس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔یہ ترجمہ سلیس شگفتہ رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیھم السلام کے ادب واحترام اور عزت وعصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔[1]

کسی بھی فن پر قلم اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس فن پر کامل دسترس حاصل ہو اور پھر اس فن سے متعلق جتنے بھی علوم وفنون ہیں اس پر بھی مہارت حاصل ہو۔تبھی فن کار کے قلم سے جو چیز وجود میں آئیگی وہ بے مثال ہوگی۔اس لیے قران کریم کے مترجم کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ رموز قرآن سے آگاہ ہو،عربی زبان پہ مہارت صرف،نحو،علم معانی علم بیان، علم بدیع۔ تفسیر،حدیث عقائد وکلام اور تاریخ وسیرت پر مہارت حاصل ہونے کے ساتھ۔ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے ایمانی اور روحانی تعلق بھی ہو تبھی مترجم ایک شاہکار ترجمہ پیش کرسکتا ہے۔احمد رضا فاضل بریلوی میں یہ تمام خصوصیات موجود تھیں جس کی بنا پر قرآن کریم کا شاہکار ترجمہ''کنزالا یمان فی ترجمۃ القران'' کی شکل میں سامنے آیا۔

علامہ بریلوی سے قرآن کریم کا ترجمہ کرانے کا کام صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف''بہار شریعت'' کا کام تھا۔چونکہ علمی مشاغل اور کثرتِ کار کی وجہ سے مولانا بریلوی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ باقاعدہ ترجمہ کا کام انجام دیتے۔لیکن مولانا امجد علی اعظمی کے بار بار اصرار کرنے پر اس کے لیے تیار ہوگئے بغیر کسی اہتمام کے کیونکہ مولانا بریلوی کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ یہ ترجمہ کرنے سے پہلے اور تراجم دیکھ لیتے اور اس سے متعلق چیزوں پر سرسری نظر ڈالتے۔چنانچہ مولانا بدرالدین احمد''سوانح اعلیٰ حضرت میں لکھتے ہیں:

''جب حضرت صدرالشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے مستقل وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔چنانچہ حضرت صدرالشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور

---

[1] محاسن کنزالایمان۔ملک شیر محمد خاں اعوان۔مطبوعہ۔ممبئی،ص ۲۷

Marfat.com

دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فر فر فر پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفسیر معتبر کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آ گئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ کرا لیا۔"[1]

اس طرح یہ فی البدیہہ ترجمہ اپنی بے شمار خصوصیات کی وجہ سے اہل علم و دانش کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے چنانچہ سعید بن یوسف زئی، امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان، اس ترجمہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے جس میں پہلی بار اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت و تقدیس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علمائے کا ہو، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی ﷺ سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے۔ بلکہ "ما ینطق عن الھویٰ" اور ورفعنالك ذكرك" کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔"[2]

مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ:

"انہوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔ شان نزول ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت و نبوت رسالت کا تقدس

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدر الدین احمد قادری، مطبوعہ ممبئی، ۳۶۷

[2] معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

Marfat.com

بھی پیش نظر ہے۔[۱]

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی فرماتے ہیں:

''علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔ اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔''[۲]

''کنزالایمان'' کی مقبولیت کا ہی سبب ہے کہ آج دنیا کے مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہو رہے ہیں۔ Ph.D اور M.Ph ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ کنزالایمان پر ۵۰ سے زائد مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ جن کی فہرست مختلف پہلوؤں سے درج ذیل ہے۔

۱۔ خصائص کنزالایمان۔ عبدالحکیم خاں اختر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸

۲۔ تسہیل کنزالایمان۔ عبدالحکیم شاہجہاپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳

۳۔ کنزالایمان اور دیگر اردو تراجم قرآن علامہ یٰسین اختر مصباحی ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۱

۴۔ معارف کنزالایمان علامہ یٰسین اختر مصباحی مطبوعہ دہلی

۵۔ تراجم و تفاسیر قرآن میں لفظ ذنب کی تحقیق شرعی علامہ یٰسین اختر مصباحی ماہنامہ حجاز جدید دہلی نومبر ۱۹۹۱ء۔

۶۔ کنزالایمان اور عظمت توحید۔ علامہ یٰسین اختر مصباحی۔ ماہنامہ حجاز جدید دہلی ستمبر ۱۹۹۱ء

۷۔ کنزالایمان اور اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمۂ قرآن علامہ یٰسین اختر مصباحی سے معیاری ترجمۂ قرآن۔ مشمولہ کنزالایمان جدید ایڈیشن دہلی۔

۸۔ کنزالایمان اردو زبان کا سب سے معیاری ترجمہ قرآن (ہندی) علامہ یٰسین اختر مصباحی سے معیاری ترجمۂ قرآن (ہندی) مشمولہ کنزالایمان ہندی ایڈیشن۔

۹۔ کنزالایمان کا مطالعہ تین رخ سے۔ علامہ ارشد القادری ماہنامہ حجاز جدید دہلی اکتوبر ۱۹۹۶ء

۱۰۔ کنزالایمان اور صدر الشریعہ علامہ عبدالمبین نعمانی ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر۔

۱۱۔ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری قادری (دہلی) کا احمد رضا نمبر۔

۱۲۔ دفاع کنزالایمان۔ علامہ اختر رضا خاں ازہری مطبوعہ ممبئی۔

۱۳۔ اصول ترجمہ قرآن۔ عبدالحکیم شرف قادری مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰۔

---

[۱] معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نمبر ص ۲۳

[۲] ایضاً ص ۳۲

Marfat.com

۱۴۔ ترجمانِ قرآن امام احمد رضا بریلوی علامہ عبدالحکیم شرف قادری مقالات رضویہ مبارکپور ۲۰۰۰ ۔
۱۵۔ کنزالایمان پر پابندی کیوں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ ممبئی۔
۱۶۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ ممبئی
۱۷۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ ممبئی
۱۸۔ کنزالایمان اور معروف تراجم پروفیسر مجید اللہ قادری قرآن (مقالہ ڈاکٹریٹ) مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹۔
۱۹۔ کنزالایمان میں سائنسی خصوصیات۔ پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ مالیگاؤں ۲۰۰۱ء۔
۲۰۔ کنزالایمان کی امتیازی خصوصیات۔ پروفیسر مجید اللہ قادری معارف رضا کراچی ۲۰۰۴ء
۲۱۔ محاسن کنزالایمان۔ ملک شیر محمد خاں اعوان مطبوعہ ممبئی
۲۲۔ مطالب قرآن۔ مولانا محمد منشاء تابش قصوری مشمولہ کنزالایمان جدید ایڈیشن دہلی
۲۳۔ امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات۔ مولانا حکیم خلیل الرحمٰن۔ قاری امام قادری احمد رضا نمبر دہلی۔
۲۴۔ غلط ترجموں کی نشاندہی۔ مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی مطبوعہ مالگاؤں
۲۵۔ دیوبندی ترجموں کا آپریشن مولانا محبوب علی خاں مطبوعہ ممبئی
۲۶۔ کنزالایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ۔ مولانا اختر حسین فیضی مصباحی سہ ماہی افکار رضا ممبئی جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء
۲۷۔ انوار کنزالایمان۔ مولانا وارث جمال قادری مصباحی مطبوعہ
۲۸۔ تجلیات کنزالایمان مولانا مبین الہدیٰ نورانی مصباحی مطبوعہ
۲۹۔ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں۔ سعید بن عزیز یوسف زئی۔ مطبوعہ کراچی
۳۱۔ ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی سہ ماہی افکار رضا ممبئی (سلسلہ وار)
۳۲۔ کنزالامان کا ادبی ولسانی جائزہ محمد ذیشان احمد۔ ماہنامہ جام نور دہلی مئی ۲۰۰۳
۳۳۔ من ورائع کنزالایمان عربی حافظ خواجہ سلطان محمود۔ محاسن کنزالایمان کراچی ۲۰۰۳ء
۳۴۔ ردالشبہات عن کنزالایمان (عربی)۔ فضیلۃ الشیخ غلام حمید الدین السیالوی محاسن کنزالایمان کراچی ۲۰۰۳
۳۵۔ کنزالایمان علمائے حق کی نظر میں۔ اعجاز اشرف انجم
۳۶۔ امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن۔ پروفیسر امتیاز سعید
۳۷۔ تقابل تراجم قرآن مجید۔ پروفیسر شیر احمد قادری
۳۸۔ مقالہ بر کنزالایمان محمد اسلم فرخی
۳۹۔ کنزلایمان کا اردو تراجم میں مقام۔ پروفیسر محمد طاہر القادری

Marfat.com

۴۰۔ کنزالایمان کی ادبی جھلکیاں ۔۔ پروفیسر محمد مسعود احمد

۴۱۔ ضیائے کنزالایمان ۔علامہ غلام رسول سعیدی

۴۲۔ تنزیہ کنزالایمان عن خرافات اہل الطغیان ۔علامہ محمد احسان الحق

۴۳۔ تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان ۔مولانا عبدالرزاق بھترالوی

۴۴۔ کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں ۔مولانا محمد صدیق ہزاروی

۴۵۔ پاسبان کنزالایمان ۔مولانا عبدالستار خاں نیازی

۴۶۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم ڈاکٹر صالح عبدالحکیم شرف الدین (پی ۔ایچ ۔ڈی مقالہ)

۴۷۔ ایک قرآن ایک ترجمہ ۔سلطان المجاہد طاہر

۴۸۔ کنزالایمان پر پابندی کیوں؟ ۔ضیاء الرحمٰن فاروقی

۴۹۔ کنزالایمان ارباب علم و دانش کی نظر میں ۔عبدالستار طاہر

۵۰۔ کنزالایمان اور اردو تراجم کا جائزہ ۔عبدالمجتبیٰ رضوی

۵۱۔ ترجمہ قرآن اور امام احمد رضا کے تاثرات ۔شیخ محمد ارشاد احمد

۵۲۔ موازنہ تراجم قرآن پاک ۔نواب الدین گولڑوی

۵۳۔ قرآن پاک کے اردو تراجم کا تقابلی جائزہ ۔سید وجاہت رسول قادری مشمولہ معارف رضا ۱۹۸۹ء

کنزالایمان پر مقالات کی طویل فہرست اور دانشوروں کے تاثرات اس بات کی دلیل ہے کہ کنزالایمان اپنے اسلوب، جامعیت معنویت، اور مقصدیت سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

علم حدیث:

احمد رضا فاضل بریلوی کو مختلف علوم کے ساتھ ساتھ فن حدیث میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی ۔آپ کے سلسلہ حدیث میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا عبدالعلی لکھنوی اور شیخ محمد عابد سندھی مدنی اکابر محدثین ہیں ۔حدیث کے بحر زخار فتاویٰ رضویہ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ کا ایک بحر بیکراں آپ کے سینہ میں موجزن تھا ۔شیخ یٰسین احمد الخیاری المدنی علم حدیث میں مولانا بریلوی کے تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں وھو امام المحدثین ا۔ وہ محدثین کے امام ہیں۔

علامہ بریلوی کو متن حدیث اور خصوصاً اسماء الرجال پر دسترس حاصل تھی ۔ چنانچہ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی علامہ بریلوی کی علم حدیث پر گرفت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

''علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیث فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے ان کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت از بر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب و تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا۔ یحیٰ نام کے سینکڑوں راویان حدیث ہیں لیکن جس یحیٰ کے طبقہ واستاد و شاگرد کا نام بتایا گیا اسی پر مکمل جرح و تعدیل فرما دیتے۔ اس فن کے اعلیٰ حضرت خود موجد تھے کہ طبقہ و اسماء سے بتا دیتے تھے کہ راوی ثقہ ہے یا مجروح۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم حدیث سے شغف کامل۔ اور علمی مطالعہ کی وسعت اور خداداد علمی کرامت۔ (خطبہ صدارت ناگپور ۱۳۹۷ھ)

اسماء الرجال جیسے اہم فن پر جرمنی کے ایک فاضل ڈاکٹر اسپرنگر لکھتے ہیں ''نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے''[1]

علامہ بریلوی علم حدیث کے مختلف شعبوں سے واقف تھے اور علم حدیث سے متعلق مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے اور بیشتر کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔ مختلف موضوعات پر کتب کی تعداد درج ذیل ہے:

۱۔ علم حدیث	۲۶
۲۔ اصول حدیث	۴
۳۔ تخریج احادیث	۱
۴۔ لغت حدیث	۱
۵۔ اسانید حدیث	۶
۶۔ جرح و تعدیل	۲
۷۔ اسماء الرجال	۷

علامہ بریلوی کی علم حدیث پر سب سے اہم کتاب عربی زبان میں ''الروض البھیج فی اٰداب التخریج'' ہے جس میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ایک عالم دین کو استخراج حدیث میں کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس عدیم المثال کتاب پر مولانا رحمٰن علی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہو تو پھر امام احمد رضا کو اس فن کا موجد کہا جائے گا''[2]

مولانا بریلوی نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی کے رسالہ پر شرح لکھی ''النجوم الثواقب فی تخریج احادیث

---

[1] فکر و نظر۔ شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۹۱ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

[2] تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی۔ ص ۱۰۰

Marfat.com

الکواکب"۔ مولانا نے اس شرح میں حدیث کے قواعد وضوابط، کتب احادیث اور حدیث کے فرقِ مراتب پر روشنی ڈالی ہے۔ اس طرح کے بیشتر کتب ورسائل کے مطالعہ سے علم حدیث اور اس کے مختلف گوشوں پر علامہ بریلوی کے عبور کا پتہ چلتا ہے یہی نہیں بلکہ آپ نے بہت سی مشہور ومعروف حدیث کی کتابوں پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔ جس کی ایک طویل فہرست ہے جو تھیسس کے آخر میں موجود ہے باوجود اس کے صاحب نزھتہ الخواطر کا یہ کہنا کہ:

"کان قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر" میرے تحقیق کے مطابق صاحب نزھتہ الخواطر کی یہ رائے کہیں سے بھی مستند نہیں سمجھ میں آئی۔ کیونکہ اگر کسی کو علم حدیث پر مضبوط گرفت نہیں ہوگی تو وہ حدیث کی کتابیں صحیح مسلم، صحیح بخاری، سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث پر حواشی نہیں لکھ سکتا۔ جیسا کہ علامہ بریلوی نے ان کتب پر حواشی لکھے ہیں۔

علم فقہ

فاضل بریلوی کو علم فقہ اور اس کی جزئیات پر بھی عبور حاصل تھا۔ فقہ میں آپ کی ۲۴۹ کتابیں اس بات کی بین دلیل ہیں کہ علامہ بریلوی کو علم فقہ میں وہ تجر حاصل تھا جو اپنی مثال خود ہے۔ یہ کتابیں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ عربی میں ۸ فارسی میں ۱۰ اور باقی اردو زبان میں موجود ہیں۔ ان کتب میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مولانا بریلوی علم فقہ کے باغ کے بھی باغباں نظر آتے ہیں۔

احمد رضا خاں بریلوی نے فقہ میں تحقیق کے بھی جواہر پارے بکھیرے ہیں۔ آپ کی بلند تحقیقی بصیرت دیکھ کر عقل متحیر ہو جاتی ہے۔ مثلاً پانی سے متعلق آپ کی تحقیق اور جزئیات پر دسترس کو دیکھیے۔ وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ۱۶۰ قسمیں بیان کیں۔[1] اور جس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس کی ۱۴۶ قسمیں بیان کیں۔[2] اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کیں۔[2] اور اس موضوع پر ایک تحقیقی وعلمی رسالہ تصنیف کیا بعنوان "سمع الدماء فیما یورث العجز عن الماء۔"[3]

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے اس کی ۱۱۸ قسمیں بیان کی ہیں۔ اور وہ چیزیں جن سے تیمم جائز نہیں ہے ان کی ۱۳۰ قسمیں بیان کیں۔[4]

بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۴ء) مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت کی بہترین دستاویز ہے۔ اس فتویٰ کی ہر جلد ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد علامہ اقبال نے کچھ اس طرح اظہار خیال کیا:

---

[1] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لائل پور ص ۶۵۴۔

[2] ایضاً ص ۵۰ ۔ ۳، ۷۳ ۔ ۴، ۵۴۳

[3] ایضاً ص ۶۱۱ ۔ ۶۵۹

[4] ایضاً ص ۵۸۶، ۸۵۰

Marfat.com

"وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرور تھے اور پاک و ہند کے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔"[۱]

احمد رضا بریلوی کے فقہی شاہکار "فتاویٰ رضویہ" پر مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب الحرام نے اپنے مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تفضل علینا سیدنا بعدة اوراق من فتاویه الموذجة نرجو الله عزشانه ان لیسهل و یقارب لکم الاوقات لاتمامها فی اقرب حین فانها حریة بان یعتنی بها جعلها الله تعالی لکم ذخراً الیوم المیعاد والله اقول الحق اقول انه لو راها ابوحنیفه النعمان لاقرت عینه و جعل مولفها من جملة الاصحاب۔"[۲]

ترجمہ: اے ہمارے سردار آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق راقم کو عطا کئے تھے۔ ہم خداوند کریم سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں عطا کرے گا اور فتاویٰ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اوقات میں برکت فرمائے گا، کیونکہ یہ فتاویٰ اعتنا اور اہتمام کے لائق ہیں۔ (خداوند کریم اسے آپ کے لیے توشہ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں، اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے موئف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔"

علامہ کا فتاویٰ رضویہ "علوم نقلیہ اور عقلیہ کے جملہ علوم و فنون کا احاطہ کرتا ہے۔ مولانا بریلوی نے علوم نقلیہ کے علاوہ علوم عقلیہ کی روشنی میں بہت سے دینی مسائل کا استخراج کیا ہے۔ علم ریاضی زیجات فلکیات کی روشنی میں رؤیت ھلال کے سینکڑوں مسائل حل فرمائے ہیں۔[۳]

علم ہئیت، توقیت کی مدد سے صوم وصلوٰۃ کے اوقات متعین کیے۔ ۲ علم توقیت، جغرافیہ اور ارضیات کے آئینہ میں مسافت قصر کا تعین کیا۔[۴]

مولانا احمد رضا خاں کے پاس ہندوستان، پاکستان، افغانستان، برما، چین افریقہ، امریکہ اور حجاز وغیرہ سے استفتاء آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے تھے۔

مستفتی جس زبان اور جس اسلوب میں فتویٰ طلب کرتا ہے احمد رضا اسی زبان او اسلوب میں جواب دیتے ہیں۔ مختلف

---

[۱] مقالات یوم رضا، عبدالنبی کوکب، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱، جلد ۳ ص ۱۰ بروایت ڈاکٹر عابد احمد مرحوم مہتمم بیت القرآن۔ لاہور

[۲] الاجازت المتینه العلماء بك۔ المدینه، ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۰۶

[۳] العطایه النبویه فی الفتاویٰ الرضویه، جلد دوم احمد رضا بریلوی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء۔

[۴] جد الممتار علی رد المحتار، جلد اول، احمد رضا خاں

Marfat.com

زبانوں مثلاً عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں آپ کے پاس استفتاء آتے تھے۔ مولانا بریلوی کے پاس کچھ نظم کے پیرائے میں بھی آتے تھے۔ اس طرح کے دو استفتاء ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ نواب سلطان احمد خاں نے علامہ بریلوی سے ایک استفتاء اردو نظم میں بھیجا:

"عالمان شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
اگر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے جیسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سبکدوشی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب
چاہیئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب:

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں
فرق یہ ہے فہم معنی اِس میں شرط اُس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہوگیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیے
نظم و معنی دو ہیں اس میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ یہ صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موجِ ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب بہ یُفتی علیہ الاعتماد
شامی از فیض و نہر و اللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی

Marfat.com

کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا تو بہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے
آخر نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے
قلته اخذاً من التعليل فى امر الصلوٰة
وهو بحث ظاهر و العلم حقالا إله [1]

مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی کے کابلی طالب علم محمد افضل نے ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ میں فارسی نظم کے پیرائے میں ایک فتویٰ

"سزا ایم برگنا ھم لازم آمد — پس آنگہ رحمتش نہ باھم آمد
بگو مفتی خطائے یا صوابم — بسا اسرار اینجا باھم آمد۔

الجواب:

مسلماں را سزا لازم کہ کردست — کہ قول اعتزالی ظالم آمد
وگر یابد سزا کامل نیابد — کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض از و چیزے نہ بخشد — زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشاء لا کل فرد — یعذب من یشاء ہم قائم آمد
بدنیا رحمتش بر جملہ عام است — بعقبیٰ خاص خط مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی است — عذابش بہر کافر دائم آمد

برائے ہر صفت منظر بکارست
کہ او ذو انتقام و ارحم آمد [2]

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مستفتی محمد قادر غنی صاحب نے رنگون سے انگریزی میں فتویٰ طلب کیا۔ جس کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

---

[2] فقیہ اسلام بحیثیت شاعر و ادیب، پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ص ۱۳۔ ۱۴

Marfat.com

Rangoon

The 19th May 1908

To,

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque

Mohalla Sudagran

Bareilly United Provices

Bareilly

Honoured Sir,

We desire to place before you a certain religious matter on which we solocit your valuable opinion the facts are breifly thus there is a chulia mosque in moving loulay street at there places there are five duly elected trusted or Motawllies who manage the affairs of the said mosque according to schemes framed by the Cheif Court of lawer Barma. The Trustees are given the power of dispensing with the Imam. Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the Trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the discharge the trustees filed a suit in the chief court of lower may be confirmed that inspite of his mis conduct they have no power to discharge.

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam when they fined if necessary to do. So, this is a vital point which is at present ingaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohammeddan community and we shall thank you very much if you can send your fatwa before the 1st week of June.

Thanking You in anticipation. We beg to remain Honoured Sir,

Marfat.com

Your most obedients & humble followers.

M.Quadir Ghani

President, The Medras Muslim Association

No. 37 Tocakey Mig Lovley Street

Bareilly الجواب

The 28th of May 1908

To,

Mr. Qadir Ghani,

President,

The Madras Muslim Association

Sir,

With reference to your letter dated the 9th of May 1908. I send my Fatwa for your Perusal:

The Trustess can discharge an Imam be their authority when such indifference is found in him which may be th sufficient reason of share for him to be dismissed.

Wide lisonal Hukkom Printed almisr (egipt) Page 123.

فی فتاویٰ قاضی خان اذا عرض للامام اوللمئوذن عذرمنعه عن المباشره مدة ستةاشهر فلمتولی ان یعزله دیولی غیره وان کان للمعذورنائب۔

Translation-

There is a Fatwa Qazi Khan, when an Imam or Muazzin may have some certain business which may be course of six months absence from the mosque not with standing. He may have give some person for him to act. At

Marfat.com

such opportunity trustees can discharge him and may establish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and Shami pinted constantipls Volume 3 Page 639

ونقدم حد ما يدل على جواز عزله اذا مض شهر

Translation-

Birizoda has said that the book a fore said style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the Mosque the trustee has no need of taking sanction of discharging the Imam from the court or from any higher officer or Governor because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohammedan Governor, although the same mota wallis or trustees may have been fixed by the same Mohammedan Governor.

See ashbahunnazair Printed Lucknow Page 179 copied from the Fatwa of Imam Rashiduddin.

لا يملك القاضى التصرف فى الوقف مع وجود ناظرهٔ ولو من قبله

Translation-

A Qazi can not interfare a waqf in the Presnece of a Trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi, Hmawi Sharhe Ashbah Printed lucknow Page 179 ocepied from Fatwa Zahiruddin.

قاضى البلد اذا نصب رجلا متوليا للوقف بعد ما قلده الحاكم للحكومة فليس للحاكم على الوقف سبيل حتى لا يملك الاجازة ولا غيرها.

Marfat.com

Translation-

A king appointed a Qazi and after in the Qazi fixed a trustee on a waqf.

Now the King has no connection with the waqf nor has he any power of its contract etc.

Another style from lisonal Hukum copied from Fatwa Imam Wabri

لا تدخل ولاية السلطان على ولاية المتولى فى الوقت

Translation-

A king can not interfare a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or Governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan Trustee knowers.

The Trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Share" or there may be found in him some thing which may be the cause of abborrance which decreases number of people at prayers or he may be disobedient against the managing rules of affairs of the mosque or assembly of person at prayers or there may be something such in him: otherwise he will not be discharged without falt.

See Raddul Muhtar constant in opie

Volume 3, Page 597-

قال فى البحر والمستقيد من عدم وصحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب و ظيفة فى جنحة وقف بغير جنحة وعدم اهلية

Marfat.com

Translation-

It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults from this it is manifested that any receivers of a salary of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be to be unfit for his duties [1]

فقہ حنفی میں احمد رضا خاں بریلوی کی مہارت کی وجہ سے عدالتہائے عالیہ کے جج بھی پیچیدہ مقدمات کے سلسلے میں آپ سے رجوع کرتے چنانچہ عدالتِ عالیہ (بہاول پور) کے جج جسٹس محمد دین نے مناسخہ کا ایک فتویٰ جس پر بیشتر مفتیانِ کرام اظہارِ خیال کر چکے تھے آخری فیصلے کے لیے محدث بریلوی کو استفتاء ارسال کیا اور محدث بریلوی نے اس کا محققانہ اور مفصل جواب ارسال کیا۔[2]

علامہ بریلوی کے فتاویٰ میں قرآن کے علاوہ احادیث سے اس قدر شواہد پیش کیے گئے ہیں کہ ان احادیث کو جمع کرنے پر خود ایک مکمل کتاب بن جاتی ہے۔ علامہ ظفر الدین رضوی بہاری نے "صحیح البہاری" کے نام سے "فتاویٰ رضویہ" کی احادیث کو جمع کیا تو چھ جلدیں تیار ہوگئیں۔ "صحیح البہاری" کی دوسری جلد حیدرآباد سندھ سے چھپ چکی ہے جو ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا بریلوی کے فقہی بصیرت کو دیکھ کر "صاحب "نزھۃ الخواطر" نے یہ اعتراف کیا:

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد بذالک مجموع فتاواہ و کتابہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث وعشرین وثلاث ماۃ والف۔[3]

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

احمد رضا فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ مفصل ہوتے ہیں اور اتنے مفصل کہ اکثر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً فتویٰ الهنی النمیر فی الماء المستدیں"۔[4]

---

[1] فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ۔ ص ۱۷۲ تا ۱۷۶۔

[2] احمد رضا خاں۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱ ص ۱۹۰۔ ۲۶۰

[3] نزھۃ الخواطر۔ عبدالحیٔ لکھنوی (الجزء الثامن) مطبوعہ۔ حیدرآباد دکن، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء ص ۴۱

[4] فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم۔ احمد رضا خاں۔ ص ۳۲۱ تا ۳۳۰۔ ۴۳۳ تا ۳۷۱۔ ۴۸۴ تا ۴۹۹

Marfat.com

اصول فقہ

احمد رضا فاضل بریلوی اس علم میں بھی انتہائی درک رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ وہ علم ہے جس سے فقہی جزئیات اور اس کے مشکل مسائل کو آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ احمد رضا بریلوی کی یہ خاص خوبی تھی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ اس کے اصول وضوابط پر بھی گہری نظر تھی۔ مولانا بریلوی کو اصول فقہ پر عبور ہی حاصل نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اس فن پر متعدد کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں جس کی تفصیلات فہرست کتب میں ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ بریلوی نے اس فن کی کتابوں پر درج ذیل حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں جس سے آپ کی تحقیقی بصیرت کا پتہ چلتا ہے:

۱۔ حاشیہ مسلم الثبوت

۲۔ تبویب الاشباہ و النظائر [1]

۳۔فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت [2]

علوم عقلیہ

علم سائنس۔

احمد رضا فاضل بریلوی کو دینی علوم کے ساتھ۔ ساتھ سائنسی علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ وہ سائنسی علوم کے نظریات کو اسلام کی روشنی میں پرکھتے تھے۔ علامہ بریلوی ان تمام سائنسی علوم سے اعراض کرتے جو اسلامی نظریات کے مطابق نہ ہوں۔ چنانچہ جب مشہور سائنس داں پروفیسر حاکم علی (پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی تو علامہ بریلوی نے یہ جواب دیا:

"محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات ونصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو سائنس کا ابطال ہو یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ"۔ [3]

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت۔ بدر الدین، ص ۳۹۵

[2] ایضاً

[3] معارف رضا۔ ۱۹۸۳ ص ۷۶، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

Marfat.com

علامہ بریلوی نے سائنس کو اسلامی نظریات کے تحت جانچتے اور پرکھتے ہوئے ان سائنس دانوں کے نظریات جنہوں نے اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کیا کہ زمین سورج کے ارد گرد گردش کررہی ہے لیکن احمد رضا بریلوی نے ان سائنس دانوں کے برخلاف قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ زمین اپنے مستقر میں ٹھہری ہوئی ہے اور سورج گردش کر رہا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "والشمسُ تجری لمستقرّ لّها ذالك تقدير العزيز العليم۔" چنانچہ علامہ بریلوی نے جدید سائنس دانوں کے اس کی ان تحقیقات کے رد میں ایک مکمل رسالہ فوزمبین درردحرکت زمین تحریر فرمایا۔

علامہ بریلوی کے اس نظریہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیئے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس داں بھی ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں رائپور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دوروزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنس دانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے سائنس دانوں کو دعوتِ فکر دی۔ اسی طرح مسٹر برنٹ (Barnet) نے اپنی کتاب The Einstien.Universe and Dr میں نظریہ اضافت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آئن اسٹائن کی نظر میں" دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور معیار نظر نہیں آتا جس سے انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کرسکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کرسکے نہ کوئی ایسا طبعیاتی تجزیہ ہوا جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ واقعی زمین حرکت کررہی ہے"۔[1]

فاضل بریلوی کے علم سائنس سے متعلق رسالے "فوزمبین درردحرکت زمین" اور "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" کے علاوہ گراموفون سے متعلق رسالہ "البیان شافیاً الفونوعزافیاً" ۱۳۲۶ھ بھی ملتا ہے۔ یہ رسالہ دو مقدمہ پر مشتمل ہے جس میں پہلے مقدمہ میں درج ذیل مباحث موجود ہیں۔

۱۔ آواز کیا چیز ہے

۲۔ کیونکر پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ کیونکر سننے میں آتی ہے۔

۴۔ اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

۵۔ کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی اور چیز کی؟

۷۔ اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

علامہ بریلوی نے مقدمہ ثانیہ میں درج ذیل امور پر بھی محققانہ بحث کی ہے۔

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ص ۱۶۸۔

Marfat.com

۱۔ وجود فی الاعیان ۲۔ وجود فی العبارۃ

۳۔ وجود فی الا ذھان ۴۔ وجود فی الکتابت[1]

ارضیات اور طبیعیات وغیرہ سے متعلق بھی آپ نے کئی رسائل تحریر فرمائے ہیں جو متعدد بحثوں پر مبنی ہیں جیسے۔

۱۔ پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔

۲۔ سونا چاندی کیوں پگھلتا ہے۔

۳۔ پتھر کیسے بنتا ہے۔

۴۔ ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہوسکتا۔

۵۔ جملہ کا تکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔

۶۔ آگ جسم میں کیا اثر دکھاتی ہے۔

۷۔ کبریت نر ہے اور پارہ مادہ۔انہیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔[2]

احمد رضا بریلوی نے اکابر سائنس دانوں پر تنقید بھی کی جن کی ایک لمبی فہرست ہے۔جن میں چند قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شیخ بوعلی سینا (۳۸۰ھ/۱۰۸۰ء) ۲۔ پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن

۳۔ آئزک نیوٹن ۴۔ نجم الدین علی بن محمود القزوینی (۶۷۵)

۵۔ ملا محمد جونپوری ۶۔ پروفیسر حاکم علی

۷۔ شمس الدین محمد بن مبارک میرک بخاری

۸۔ راجہ رتن سنگھ بہادر ہشیار جنگ۔احمد رضا بریلوی نے راجہ کی تصنیف ''حدائق النجوم'' پر سخت تنقید کی۔

مولانا بریلوی نے ان حضرات کے رد میں کئی رسائل تحریر فرمائے جن میں الکلمہ الملھمہ فی الحکمت المحکمہ لو ھاء فلفة المشئمة (۱۳۳۲) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ اور فوز مبین در رد حرکت زمین قابل ذکر ہے۔

علم ریاضی (Abstract of Science)

احمد رضا خاں بریلوی جامع العلوم شخصیت کے مالک تھے کون سے ایسا شعبہ علم ہے جس میں انہوں نے اپنی مہارت کا ثبوت نہ دیا ہو۔انہیں شعبوں میں ایک شعبہ علم ریاضی کا ہے۔ملک کے مشہور ریاضی داں اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق

---

[1] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۴۔۱۱۵

[2] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۳۰۔۱۳۱

Marfat.com

وائس چانسلر پروفیسر سرضیاء الدین نے علم مربعات سے متعلق ایک سوال دبدبہ سکندری (رامپور) میں شائع کرایا اور کہا کہ کوئی ماہر ریاضی داں اس کا تشفی بخش جواب دے۔ اور جب سرضیاء الدین کا یہ سوال احمد رضا کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے نہ صرف اس کا معقول اور تشفی بخش جواب دیا بلکہ ایک سوال بھی پیش کیا جس کو دیکھ کر سرضیاء الدین متحیر ہو گئے اور کہا:

''ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ الٹا سوال بھی پیش کر دیا''[1]

اس طرح سرضیاء الدین محدث بریلوی سے پہلی بار غائبانہ متعارف ہوئے۔ دوسری مرتبہ سرضیاء الدین کو ریاضی کے کسی مشکل سوال کو لیکر مولانا بریلوی سے روبرو متعارف ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ سرضیاء الدین ریاضی کو کسی مسئلہ میں دشواری درپیش تھی۔ ہفتوں کے غور و فکر کے ساتھ جب وہ مسئلہ حل نہ ہو سکا تو جرمنی جانے کا قصد کیا۔ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) بصد اصرار پروفیسر موصوف کو اس مسئلہ کے حل کے لیے بریلی لیکر آئے۔ جب سرضیاء الدین نے ریاضی کے اپنے مسئلہ کو علامہ بریلوی کے سامنے پیش کیا اس وقت علامہ بریلوی بخار کی حالت میں تھے۔ اس مسئلہ کو دیکھتے ہی علامہ بریلوی نے حل کر دیا۔ علم ریاضی میں محدث بریلوی کی زبردست گرفت کو دیکھ کر سرضیاء الدین نے سید سلیمان اشرف بہاری سے کہا: ''یہاں اتنا زبردست محقق، عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہ میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلہ کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا:

''صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے''۔[2]

ریاضی جیسے مشکل فن پر بھی مولانا نے قلم اٹھایا اور عربی فارسی اور اردو تینوں میں متعدد کتب و رسائل اور حواشی لکھے ہیں جن کی فہرست تصانیف کے باب میں موجود ہے۔ اس موضوع پر آپ کے مقالات کو دیکھ کر ڈاکٹر سرضیاء الدین نے محدث بریلوی سے فرمایا ''افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا۔[3]

علم نجوم و علم ہیئت

احمد رضا فاضل بریلوی کو علم نجوم و علم ہیئت میں بھی کمال حاصل تھا۔ علم ہیئت میں فاضل بریلوی نے شرح چغمینی حضرت مولانا عبد العلی رامپوری صاحب سے پڑھی۔ اس علم میں آپ کو اتنا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ آپ نے تصریح شرح چغمینی

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اوّل ص ۱۵۶

[2] اکرام امام احمد رضا۔ محمد برہان الحق۔ ص ۵۸۔۵۹

[3] ماہنامہ مہر و ماہ۔ لاہور۔ ستمبر ۱۹۹۰ء ص ۸۔۹

Marfat.com

پر حاشیہ لکھا اور اس کے مغلق مقامات کو حل فرمایا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ کا مشہور منجم و ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشین گوئی کی۔ یہ پیشین گوئی بانکی پور پٹنہ کے انگریزی اخبار ایکپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شائع ہوئی۔ پیشین گوئی میں کہا کہ:

''۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل پنچوں یہ چھ سیارے جنگی طاقت سب سے زائد ہے قران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور ان کی مجموعی کشش سے آفتاب میں زبردست سوراخ ہوگا۔ جس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ کی دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی۔ زلزلے، طوفان، بجلیاں اور سخت بارش ہوگی یہاں تک کہ بعض علاقہ جات صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ مولانا ظفرالدین بہاری نے پروفیسر کی اس پیشین گوئی سے علامہ بریلوی کو آگاہ کیا اور اس کی صحیح حقیقت جاننا چاہی۔ علامہ بریلوی نے مولانا ظفرالدین بہاری کو اس کی حقیقت سے مطلع کرتے ہوئے ایک رسالہ ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' تحریر کیا۔ یہ رسالہ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ پورٹا کی پیشین گوئی کو لغو اور باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

''بالفرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام کے منجموں کے لیے بے سروپا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گروہ یا جوگ یا پچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو، اور واقعی خرافات ہیں پھر کیا آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یاد ہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہیں ہوا۔ بیان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے لیے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں۔''[1]

اسی رسالہ میں دلیل نمبر ۶ کے تحت آگے لکھتے ہیں:

''عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجہ کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھا ہے تو یونہی عظیم ہاتھی مع یورینس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون میں کہا ہے:

''دو سیار ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ''

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو بے چارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکٹھے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تمز د پر لائیگی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب ہیں کم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئے گی ورنہ ٹکڑے ہو

---

[1] معین مبین بہر دور شمس وسکون زمیں احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ص ۱۶

Marfat.com

جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر آفتاب کے اس طرف چھ رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیشین گوئی محض باطل ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشین گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کو اکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بالفرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصولوں پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل اور من گھڑت ہیں جن کا مہمل اور بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیشین گوئی باطل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔''[1]

اس طرح ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پروفیسر البرٹ کی یہ پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ علامہ بریلوی کو اس فن پر نہ صرف مہارت ہی حاصل تھی بلکہ پندرہ سے زائد کتب وحواشی بھی تحریر کیے ہیں جن کی فہرست اس مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔

علم توقیت Ephemeris

احمد رضا بریلوی کو جہاں علم ہیئت ونجوم میں مہارت حاصل تھی وہیں علم توقیت میں بھی مہارت حاصل تھی۔ مولانا ظفر الدین بہاری علم توقیت پر مولانا بریلوی کی مہارت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد پر تھا یعنی اگر اس کا موجد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔''

علامہ بریلوی کو اس فن پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ آپ اپنے ایجاد کیے ہوئے قواعد کے ذریعہ معلوم کر لیتے کہ کس وقت آفتاب طلوع ہوگا اور کس وقت غروب۔

علامہ بریلوی کو اس فن پر اس قدر کمال حاصل تھا کہ آپ اس کے قواعد اپنے شاگردوں کو زبانی ارشاد فرماتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا حکیم سید شاہ عزیزی غوث صاحب بریلوی اور مولوی سید محمود خاں صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے۔ اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشاء، ضحوۂ کبریٰ اور عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے، پھر میں ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح وتشریح کے ساتھ مع امثلہ لکھ کر اس کا نام ''الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت

---

[1] معین مبین بہر دور شمس وسکونِ زمیں احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ص ۷

Marfat.com

معروف بہ توضیح التوقیت" رکھا"۔[1]

آپ سیارہ شناس بھی تھے۔ یہاں تک کہ مولانا بریلوی کو سیاروں کے چال کی شناخت بھی بہت زبردست تھی۔ مولانا وصی احمد محدث سورتی فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کو سیارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔"[2]

فاضل بریلوی نے اس اہم فن پر ۱۶ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تحریر فرمائے ہیں۔ جس کہ فہرست مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔

علم تکسیر Arithmetic

ہیئت ہو یا ہندسہ، علم مثلث کروی ہو یا سطی، ارتھمیٹک ہو یا الجبرا، زیج ہو یا تکسیر کوئی بھی علم ایسا نہیں ہے جس پر آپ نے خامہ فرسائی نہ کی ہو۔ ان علوم وفنون میں آپ کی تقریباً پچاس کتب و رسائل موجود ہیں[3]

علم تکسیر نہایت مشکل فن ہے اور اس مشکل فن پر بھی علامہ بریلوی کو مہارت حاصل تھی۔ بعض اہل فن نقش بھر تو دیتے ہیں جن میں نقش مثلث یا یا مربع نقش ہی بھرتے ہیں۔ حالانکہ مکمل چال سے نقوش بھرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ علامہ بریلوی کے معاصرین میں بھی جو اس فن کے ماہر کہے جاتے ہیں وہ بھی محدث بریلوی کی اس میں دسترس کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ماہر تکسیر مولانا مقبول احمد اور مولانا ظفرالدین بہاری سے علم تکسیر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا مقبول صاحب کے ساتھ ایک شاہ صاحب بھی تھے جو "مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ" سے تشریف لائے تھے انہیں بھی علم تکسیر سے واقفیت تھی اس بات کا ذکر شاہ صاحب بہت فخریہ انداز میں کرتے تھے۔ شاہ صاحب سے مولانا ظفرالدین بہاری نے پوچھا کہ آپ مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں تو انہوں نے بہت فخریہ انداز میں فرمایا سولہ طریقے سے۔ مولانا ظفرالدین صاحب نے کہا بس اس پر شاہ صاحب نے فرمایا اور آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ تو مولانا بہاری نے فرمایا گیارہ سو باون طریقے سے۔ شاہ صاحب کو بہت تعجب ہوا۔ اور پوچھا مولانا بریلوی کتنے طریقوں سے نقش بھرتے تھے۔ مولانا بہاری نے کہا "تیئس سو ۲۳۰۰ سو طریقے سے" کہا آپ نے کیوں نہیں سیکھا، مولانا بہاری نے کہا:

"وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں جس فن کا ذکر آیا ایسی گفتگو فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ عمر بھر اسی علم کو دیکھا اور اسی کی کتب بینی فرمائی۔ ان کے علوم کو میں کہاں تک حاصل کر سکتا ہوں۔"[4]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفرالدین بہاری۔ جلد ۱۔ ص ۲۴۷۔ ۲۴۸

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ مولانا ظفرالدین بہاری۔ ص ۶۱۰

[3] ماہنامہ معارف رضا، کراچی شمارہ ۲۵۔ ص ۱۹۵

[4] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفرالدین بہاری۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء ص ۲۵۱ ناشر مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور۔

Marfat.com

اس فن پر احمد رضا بریلوی کے کمال و مہارت کو دیکھ کر علماء حجاز نے آپ کو اس علم کا موجد قرار دیا۔ یہاں تک کہ اس علم میں آپ کی شہرت و مقبولیت کو دیکھ کر مولانا سید حسین مدنی بریلی تشریف لائے جس کا ذکر کرتے ہوئے علامہ بریلوی لکھتے ہیں:

''مولانا سید حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینہ فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق و تکسیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ "اطائب الاکسیر فی علم التکسیر" زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے''[1]

محدث بریلوی نے اس فن پر بھی متعدد کتب و رسائل تحریر فرمائے جس کی تفصیل کتب کی فہرست میں موجود ہے۔

علم جفر (Foretelling Astrology)

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو جہاں علم تکسیر، نجوم ہیئت توقیت لوگارثم اور جبر و مقابلہ وغیرہ میں جس قدر عبور حاصل تھا اسی قدر آپ کو علم جفر جیسے مشکل علم میں بھی کمال حاصل تھا۔ علامہ بریلوی فرماتے ہیں کو علم جفر میں نے کسی سے نہ سیکھا بلکہ جداول کثیرہ اس فن کی تکمیل جلیل کے لئے اپنی طبع زاد ایجاد کیں۔[2]

علامہ بریلوی نے اپنے استاد کے حکم کے مطابق اس علم کی تحصیل کی اور ''الجفر الجامع'' کے قاعدہ سے پیچیدہ مسائل حل کیے۔ آپ نے بہت سے جداول بھی تیار کیے اور سینکڑوں جداول اپنے شاگردوں کو املاء کروائے۔ اس فن پر بھی آپ کی متعدد تصانیف ہیں جس کا ذکر تصانیف کی فہرست اور کتابوں پر تبصرہ کے باب میں موجود ہے۔

تاریخ گوئی

ادبیات میں تاریخ گوئی کا فن ایک معروف و مقبول فن رہا ہے۔ مقبولیت و معروفیت کے ساتھ یہ فن مشکل فن بھی ہے لیکن اس کا تعلق ہماری تہذیب و ثقافت اور تاریخ سے ہے۔ کسی تاریخی واقعے، حادثے اور تعمیر و تخریب نیز کسی شخص کی پیدائش و وفات، کسی کتاب کی تالیف اور طباعت کی تاریخ وغیرہ کو محفوظ کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ اس کا براہ راست تعلق ریاضی سے ہے اس لیے کہ حروف تہجی کے اعداد سے ہی مطلوبہ سال یا تاریخ حاصل کی جاتی ہے۔ تاریخیں منظوم اور منثور دونوں ہی ہوسکتی ہیں۔ قرآنی آیات سے بھی تاریخ نکالی جاتی ہے۔ اشخاص اور کتابوں کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے ہیں۔

تاریخ گوئی کا فن فارسی سے اردو میں منتقل ہوا۔ یہ ''نظام ابجد'' پر استوار ہوتا ہے۔ یعنی جس مصرعے سے تاریخ نکالی جاتی ہے اس میں استعمال ہونے والے حروف کے اعداد شمار کر کے انہیں جوڑا جاتا ہے اور حاصل جمع اعداد کو تاریخ، یا 'سال واقع' مراد لیتے ہیں۔ اس کی تعریف میں یوں بیان کی گئی ہے:

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۶۳

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ جلد اول ص ۴۶

Marfat.com

''کسی واقعہ کا سنہ وقوع کسی لفظ، جملے یا مصرع سے بہ حساب ابجد اعداد نکال کر حاصل ہوتا ہے۔ قول فیصل: اس کا صرف 'کہنا اور نکالنا' کے ساتھ ہے''۔[1]

نوراللغات کے مؤلف نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے:

کسی چیز کے ظہور کا وقت ظاہر کرنا، کسی امر عظیم کے وقت کا تعین کرنا، کسی واقع کو ایسے الفاظ میں ظاہر کرنا جن کے اعداد بہ حساب جمل جوڑنے سے زمانہ وقوع ظاہر ہو۔ مثلاً ''اردو کا نادر لغت نور اللغات کی تالیف کی تاریخ ہے جس سے ۱۹۱۷ء نکلتے ہیں۔[2]

اس کے مختلف اقسام بھی ہیں جیسے سالم العدد تعمیہ تدخلہ اور تعمیہ تخرجہ وغیرہ۔

احمد رضا بریلوی جیسی جامع العلوم شخصیت نے تاریخ گوئی میں بھی اپنے قلم کو جنبش دی۔ آپ خداداد صلاحیت کی بنا پر اس فن میں بھی اپنے ہم عصر علماء سے سبقت لے گئے۔ علامہ بریلوی پیدائش، وفات، سن طباعت، سن تالیف کی تمام تاریخیں عربی اسلامی تاریخ کا لحاظ کرتے ہوئے سن ہجری سے ہی نکالتے ہیں۔ آپ کی بیشتر تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ اور ان تاریخوں سے ہی کتاب کا موضوع سن تالیف، طباعت کتاب اور ساتھ ہی مندرجات سب عیاں ہو جاتے ہیں۔ درج ذیل کتب کی تاریخوں سے مولانا بریلوی کی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۱۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (سنہ ۱۳۲۴ھ)

ح	س	ا	م	ا	ل	ح	ر	
۸	۶۰	۱	۴۰	۱	۳۰	۸	۲۰۰	
م	ی	ن	ع	ل	ی	م		
۴۰	۱۰	۵۰	۷۰	۳۰	۱۰	۴۰		
ن	ح	ر	ا	ل	ک	ف	ر	
۵۰	۸	۲۰۰	۱	۳۰	۲۰	۸۰	۲۰۰	
و	ا	ل	م	ی	ن			
۶	۱	۳۰	۴۰	۱۰	۵۰			سنہ ۱۳۲۴ھ

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم سنہ ۱۳۲۴ھ

ک	ف	ل	ا	ف	ق	ی

۱ مہذب اللغات، ص ۰۱۲ تالیف مرزا محمد مہذب لکھنوی مطبوعہ ۱۹۷۴ء

۲ نوراللغات جلد ۲، ۲۱۲

Marfat.com

۲۰ ۸۰ ۳۰ ۱ ۳۰ ۸۰ ۱۰۰ ۱۰

ہ ا ل ف ا ہ م ف

۵ ۱ ۳۰ ۸۰ ۱ ۵ ۴۰ ۸۰

ی ا ح ک ا م ق ر

۱۰ ۱ ۸ ۲۰ ۱ ۴۰ ۱۰۰ ۲۰۰

ط ا س ا ل د ر ا ہ م

۹ ۱ ۶۰ ۱ ۳۰ ۴ ۲۰۰ ۱ ۴ ۵۰

سنہ ۱۳۲۴ھ

۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن سنہ ۱۳۳۰ھ

ک ن ز ا ل ا ی م

۲۰ ۵۰ ۷ ۱ ۳۰ ۱ ۱۰ ۴۰

ا ن ف ی ت ر ج م

۱ ۵۰ ۸۰ ۱۰ ۴۰۰ ۲۰۰ ۳ ۴۰

ت ا ل ق ر ا ن

۴۰۰ ۱ ۳۰ ۱۰۰ ۲۰۰ ۱ ۵۰ سنہ ۱۳۳۰

۴۔ الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمہ سنہ ۱۳۳۸ھ

ا ل ک ل م ہ ا ل

۱ ۳۰ ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵ ۱ ۳۰

م ل ہ م ہ ف ی ا

۴۰ ۳۰ ۵ ۴۰ ۵ ۸۰ ۱۰ ۱

ل ح ک م ہ ا ل م

۳۰ ۸ ۲۰ ۴۰ ۵ ۱ ۳۰ ۴۰

ح ک م ہ ل و ہ ا

۸ ۲۰ ۴۰ ۵ ۳۰ ۶ ۵ ۱

ی ف ل س ف ہ ا ل

Marfat.com

۱۰	۸۰	۳۰	۶۰	۸۰	۵	۱	۳۰
م	ش	م	ہ				
۴۰	۳۰۰	۴۰	۵	سنہ ۱۳۳۸ھ			

۵۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین سنہ ۱۳۳۸ھ

م	ع	ی	ن	م	ب	ی	ن
۴۰	۷۰	۱۰	۵۰	۴۰	۲	۱۰	۵۰
ب	ہ	ر	د	و	ر	ش	
۲	۵	۲۰۰	۴	۶	۲۰۰	۳۰۰	
م	س	و	س	ک	و	ن	ز
۴۰	۶۰	۶	۶۰	۲۰	۶	۵۰	۷
م	ی	ن					
۴۰	۱۰	۵۰	سنہ ۱۳۳۸ھ				

علامہ بریلوی کو اس مشکل فن پر بھی اس قدر مہارت حاصل تھی کہ آپ بامعنی اور برمحل برجستہ تاریخی ماد ے نکال دیتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کوئی جملہ یا شعر لکھ دیتے اور جب اس کے اعداد نکالے جاتے تو وہ موقع کے عین مطابق ہوتا۔ برجستہ تاریخ گوئی کا ایک واقعہ ہے کہ مولانا ظفرالدین بہاری نے اپنے بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دیتے ہوئے تاریخی نام کی درخواست کی۔ علامہ فاضل بریلوی نے یہ خبر سنتے ہی فی البدیہ فرمایا۔

"نام تو مختار الدین ہونا چاہیے" سنہ ۱۳۳۶ء

جب اس کے اعداد نکالے گئے تو یہ موقع کے عین مطابق نکلے۔

احمد رضا بریلوی نے متعدد صنعتوں میں تاریخیں کہی ہیں جیسے صنعت مرکب سے حضرت حمزہ مارہروی (سنہ ۱۱۹۸ھ) کی تاریخِ وصال نکالی ہے جس میں موقع کی مناسب سے انتہائی معنی آفرینی ہے۔ ادخلی فی جنتی

۱۱۹۸ھ

اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ وصال بھی صنعت مرکب سے نکالی ہے جو نہایت معنی خیز ہے۔

یا غفور	وادخلی فی جنتی و عبادی
۱۲۹۷	۱۲۹۷
جنّت اعدت للمتقین،	صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و اھلہ اجمعین

Marfat.com

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

آپ نے بہت سی تاریخیں نظم کے پیراے میں متعدد صنعتوں کے استعمال سے نکالی ہیں۔ جس کا ذکر "احمد رضا بحیثیت عربی شاعر" کے باب میں کیا گیا ہے یہاں پر صرف چند مثالیں دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

تاریخ گوئی میں فاضل بریلوی کی مہارت کا اندازہ اس تاریخ سے لگایا جا سکتا ہے جس میں علامہ بریلوی نے اپنے پیرو مرشد شاہ آلِ رسول مارہروی کی تاریخ وفات کہی ہے۔ یہ تاریخ وفات مربع کی شکل میں ہے۔ مربع کے خانوں میں منتخب الفاظ اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے سن وفات نکالی ہے۔ اس مربع کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس مربع کی سیدھی، آڑی، ترچھی جتنی جالیں نکلتی ہیں سب سے تاریخ وفات کا استخراج ہوتا ہے۔

۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	طارم محل ۳۲۸	واصل برب ۳۳۱	اصفی عمل ۳۲۱	اجود قرب ۳۱۶	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	بحر سمی ۳۲۰	اشفہ بجد ۳۱۷	آل رسول ۳۲۷	انقی صفا ۳۳۲	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	فرد اجل ۳۱۸	اصفی النساء ۳۲۳	ال روح دین ۳۲۹	جان عرب ۳۲۶	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	کنف صفی ۳۳۰	شاہ ھدیٰ ۳۲۵	نور نجی ۳۱۹	افق العلی ۳۲۲	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ

اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں بھی بہت جدت فکر کا مظاہرہ کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ دیگر علوم وفنوں کے ساتھ فن تاریخ گوئی میں بھی زبردست مہارت رکھتے تھے۔

Marfat.com

۱۔ محمد ظفر الدین بہاری، چودھویں صدی کے مجدد۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۵۹۔۶۰

۲۔ فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں بریلوی جلد دہم۔ باب علم و متعلم، علم التعلیم۔ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی۔ پاکستان ۱۹۸۸ء۔

۳۔ ماہنامہ معارف رضا، صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی نمبر۔ کراچی پاکستان جولائی ۲۰۰۱ء ص ۱۲۹۔

۴۔ مجلہ امام احمد رضا خاں کانفرنس، کراچی ۱۹۹۲ء ص ۳۱

۵۔ امام احمد رضا اور تصوف، علامہ محمد احمد مصباحی، مطبوعہ مبارکپور ۱۹۸۸ء ص ۹۔۱۰

۶۔ معارف رضا، کراچی۔ ۱۹۸۳ء ص ۴۷

۷۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ محمد مسعود احمد، مطبوعہ ممبئی ص ۱۰۴

۸۔ معارف رضا، کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۱۵۰۔۱۵۲

۹۔ محاسن کنز الایمان۔ ملک شیر محمد خاں اعوان۔ مطبوعہ ممبئی ص ۲۷

۱۰۔ سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدر الدین احمد قادری، مطبوعہ ممبئی ص ۳۶۷

۱۱۔ معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱۲۔ معارف رضا۔ کراچی، شمارہ ۲۵، ۲۰۰۵ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نمبر ص ۲۳

۱۳۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۲۳

۱۴۔ الفیوضات المکیہ۔ احمد رضا خاں۔ ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء مطبوعہ کراچی ص ۴۷

۱۵۔ فکر و نظر۔ شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۹ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۱۶۔ تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی۔ ص ۱۰۰

۱۷۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ لائل پور ص ۴۵۶۔

۱۸۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۵۰۔ ۳۔ ۷۳، ۴، ۵۴۳

۱۹۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۶۱۱۔۶۵۹

۲۰۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۵۸۶۔۸۵۰

۲۱۔ مقالات یوم رضا، عبد النبی کوکب، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، جلد ۳ ص ۱۰ بروایت ڈاکٹر عابد احمد مرحوم مہتمم بیت القرآن۔ لاہور۔

۲۲۔ الاجازت المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۵ء احمد رضا خاں بریلوی ص ۱۰۶۔

۲۳۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد دوم احمد رضا بریلوی ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۴ء۔

۲۴۔ جد الممتار علی رد المحتار۔ جلد اول۔ احمد رضا خاں

۲۵۔ احمد رضا خاں۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ جلد دوم ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۴ء

Marfat.com

۲۶۔ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں مطبوعہ پٹنہ ص ۱۶۷۔
۲۷۔ فقیہ اسلام بحیثیت شاعر و ادیب، پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ص ۱۳۔ ۱۴۔
۲۸۔ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ۔ ص ۱۷۲ تا ۱۷۶۔
۲۹۔ احمد رضا خاں۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۱ ص ۱۹۰۔ ۲۶۰۔
۳۰۔ نزهة الخواطر۔ عبدالحی لکھنوی (الجزء الثامن) مطبوعہ۔ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۹۰ھ سنہ ۱۹۷۰ء ص ۴۱
۳۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم۔ احمد رضا خاں۔ ص ۳۲۱ تا ۳۳۰۔ ۳۳۴ تا ۳۷۱۔ ۴۸۴ تا ۴۹۹۔
۳۲۔ سوانح اعلیٰ حضرت۔ بدر الدین، ص ۳۹۵
۳۳۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۳۴۔ معارف رضا۔ سنہ ۱۹۸۳ء ص ۶۷، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔
۳۵۔ معارف رضا سنہ ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۸۔
۳۶۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۴۔ ۱۱۵۔
۳۷۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۳۰۔ ۱۳۱۔
۳۸۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اول ص ۱۵۶۔
۳۹۔ اکرام امام احمد رضا۔ محمد برهان الحق۔ ص ۵۸۔ ۵۹
۴۰۔ اکرام امام احمد رضا۔ محمد برهان الحق۔ ص ۵۹۔ ۶۰۔
۴۱۔ ماہنامہ مہر و ماہ۔ لاہور۔ ستمبر سنہ ۱۹۹۰ء ص ۸۔ ۹
۴۲۔ معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمیں احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ص ۱۶
۴۳۔ معین مبین بہر دور شمس و سکونِ زمیں احمد رضا خاں بریلوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور۔ ص ۷۔
۴۴۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ جلد۔ ا ص ۲۴۷۔ ۲۴۸
۴۵۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۶۰
۴۶۔ ماہنامہ معارف رضا، کراچی شمارہ ۲۵۔ ص ۱۹۵
۴۷۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین مہاری۔ مطبوعہ۔ سنہ ۲۰۰۳ء ص ۲۵۱ ناشر مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور۔
۴۸۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۱۶۳۔
۴۹۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ جلد اول ص ۴۶۔
۵۰۔ مہذب اللغات، ص ۲۱۰ تالیف مرزا محمد مہذب لکھنوی مطبوعہ ۱۹۷۴ء۔
۵۱۔ نور اللغات جلد ۲، ۲۱۲۔

Marfat.com

۴

عربی زبان وادب میں مہارت

Marfat.com

Marfat.com

احمد رضا خان محدث بریلوی کی شخصیت عبقری شخصیت تھی اس بات کا اعتراف متعدد اہل علم وصاحبان نظر نے بھی کیا ہے۔[1] آپ ایک ایسے عالم دین تھے جو ہندی ہوتے ہوئے بھی عربی میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی بنا پر علمائے عرب وعجم کی نظر میں بہت محترم تھے۔تصانیف،[2] مکاتیب،[3] سندات، اجازات[4] اور اشعار[5] وغیرہ سے اس بات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ آپ کو کس قدر اس عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔بقول حضرت ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی:

''امام احمد رضا خاں ایسے مسلم مجاہد تھے جو عربی زبان سے اس لیے محبت کرتے تھے کہ یہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خاں کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانے میں عربی زبان وادب کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا۔''[6]

آپ نے دس برس کی عمر میں ''عربی زبان میں شرح ھدایۃ النحو'' لکھی اور ۱۳ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ میں عربی زبان میں آپ کی پہلی تصنیف ضوء النھایہ فی اعلام الحمد والھدایۃ منظر عام پر آئی۔[7]

عربی زبان میں مختلف اصناف وفن پر تقریباً تین سو کتابیں اس بات کی دلیل ہیں کہ عربی زبان آپ کی فطرت سلیمہ میں قسام ازل کی طرف سے ودیعت کر دی گئی تھی۔ڈاکٹر احمد ادریس مصری اپنے مقالہ الادب العربی فی شبہ القارہ الھندیہ میں اہل ہند کے دیگر علما وفضلا کے درمیان آپ کی منفرد حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نواب صدیق حسن خاں قنوجی (متوفی ۱۳۰۷ھ) کی عربی زبان میں چھپن کتابیں ہیں، ملا عبدالحیٔ بن عبدالحلیم فرنگی محل (متوفی ۱۳۰۴ھ) کی چھیاسی، اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ) کی تیرہ اور مولانا احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) کی تین سو تصانیف ہیں۔''[8]

مولانا بریلوی کو نثر اور نظم دونوں میں یکساں عبور حاصل تھا اور دونوں صنفوں میں اپنی عبقریت کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک محدث بریلوی کے نام کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔آپ کی عربی زبان دانی اور فصاحت وبلاغت کا اعتراف خود اہل عرب نے بھی کیا ہے اور متعدد عربی تصانیف پر داد تحسین بھی دی ہے۔چنانچہ جلیل القدر عالم شیخ احمد

---

[1] پیغامات یوم رضا،محمد مقبول احمد قادری۔مطبوعہ لاہور،۱۹۷۱ء،ص ۲۵

[2] جد الممتار حاشیہ رد المحتار،احمد رضا خاں۔مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۹۹ھ

[3] اطائب الصیب علی ارض الطیب۔احمد رضا خاں، ۱۳۹۹ھ،مشمولہ رسائل رضویہ ج۔۱،ص ۲۸۵۔۳۴۴

[4] الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینۃ۔احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ،مشمولہ رسائل رضویہ جلد۔۲،ص ۲۳۷،۴۰۴

[5] امام احمد رضا کی عربی شاعری۔ڈاکٹر حامد علی خاں،مشمولہ انوار رضا،مطبوعہ لاہور،۱۳۹۷ھ،ص ۵۳۳۔۵۴۶

[6] مولانا احمد رضا خاں کی عربی خدمات،محمود حسین بریلوی،ناشر ادارۂ تحقیقات۔۔ص ۳۳،سنہ اشاعت ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء،

[7] المجمل المعدد،محمد ظفر الدین بہاری،مطبوعہ لاہور،۱۹۷۴ء،ص ۶

[8] حولیۃ الجامعۃ السلامیہ العالمیۃ العدد الرابع،عام ۱۹۹۶،ص ۱۵۹

Marfat.com

ابوالخیر مرداد (والد ماجد امام مسجد حرام، مکۂ معظمہ) نے جب احمد رضا خاں کا رسالہ 'کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم' مطالعہ فرمایا تو محدث بریلوی کو علم وفصاحت کا تاج دار قرار دیتے ہوئے کہا:

''الحمد للہ علی وجود مثل ھذا الشیخ فانی لم ار مثلہ فی العلم و الفصاحۃ وسعۃ الباع من حسن سبك العبارۃ''[1]

شیخ سعید بن محمد (مدرس مسجد حرام، مکۂ معظمہ) احمد رضا خاں بریلوی کی عربی تحریروں کو دیکھ کر متحیر ہو گئے اور کہا کہ ان کی سطریں گویا موتیوں کی لڑیاں ہیں:

''کانھا جواھر تکونت من الفاظ عذاب و مواھب لا تدرك بید اکتساب''[2]

ترجمہ: گویا وہ گوہر ہیں کہ شیریں لفظوں سے بنے، وہبی عطیے ہیں کہ زورِ بازو سے نہیں ملتے۔ بالفاظ دیگر: ابن سعادت بہ زورِ بازو نیست

عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری نے محدث بریلوی کی زبان و بیان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ویذعن لفصاحتھا کل ناظم و ناثر''[3]

ترجمہ: ''اور سب ناظم و ناثر اس کی فصاحت کے آگے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔''

شیخ حامد احمد محمد جداوی مکی نے مولانا بریلوی کی ایک عربی تصنیف پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فوجدتھا شذرۃ من عسجد و جوھرۃ من عقودی یاقوت و زبرجد''[4]

ترجمہ: تو میں نے اسے خالص سونے کا ٹکڑا پایا اور موتیوں اور یاقوت اور زبرجد کی لڑیوں کا ایک جوہر۔

سید مامون البری مدنی نے فاضل بریلوی کی عربی تصنیف کا مطالعہ کیا اور اس کی عبارت کو دیکھ کر احمد رضا خاں کو 'جادو نگار' قرار دیتے ہوئے کہا:

''صاحب القلم کالاسحار والکلم الفائق لطفھا نسیم الاسحار''[5]

ترجمہ: جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے جس کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے۔

شیخ علی بن حسین مکی انھیں 'مرجع کار' قرار دیتے ہوئے علامہ بریلوی کی عربی تصانیف کے بارے میں کچھ اس طرح اظہار

---

۱ مکتوب سیّد اسماعیل بن خلیل (حافظ کتب حرم) مکہ معظمہ محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ بنام امام احمد رضا خاں (مشمولہ رسائل رضویہ ج ۲، ۱۳۹۶ھ ص ۲۶۲۔

۲ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری) جلد ۱، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۴ھ

۳ رسائل رضویہ، ص ۱۵۸

۴ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۱۰۱

۵ مکتوب سیّد مامون البری مدنی، محررہ، محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا خاں۔

Marfat.com

خیال کیا ہے:

"ابدی معانی المشکلات بیانہ بدیع منطقۃ الجواھر انظمت"[1]

ترجمہ: مشکلات اس سے کھلے اس کا بیان ایسا بدیع، جس کی لڑیوں سے ہے جواہر کو زیب وزینت۔

شیخ اسعد بن دھان مکی (مدرس، مسجد حرام، مکہ معظمہ) نے مولانا بریلوی کی فصیح اور بلیغ عربی عبارت دیکھ کر یہ کہنے سے گریز نہیں کیا:

"العلامۃ الذی افتخرت بہ الاواخر علی الاوائل و الفھامۃ الذی ترك تبیانہ سحبان باقل۔"[2]

ترجمہ: وہ علامہ کہ سب پچھلے اگلوں پر فخر کرتے ہیں اور جلیل فہم والا جس نے اپنے روشن بیان سے سحبان فصیح البیان کو بے زبان کر دیا۔

شیخ علی بن حسین مکی تو فاضل بریلوی کو 'رب البلاغۃ' کے نام سے پکار اٹھے:

"ذاخبرۃ مولی المعارف والھدیٰ   رب البلاغۃ من بہ الدنیا نزھت

ابدی معانی المشکلاتِ بیانہ   بیدیع منطقۃ الجوھر انظمت"

ترجمہ: وہ تجربہ کار اور صاحب معارفِ ہدایت ہیں، ایسے بلیغ جس پر دنیا ناز کرے، اس کے بیان نے مشکل معانی واضح کر دیے، اس کے اچھوتے بیان میں موتیوں کو پرو دیا گیا ہے۔ یہ چند آرا ہیں احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر زبردست تسلط کے بارے میں۔ جب اہل عرب عربی زبان میں کامل دسترس اور فصاحت و بلاغت کی تصدیق و تعریف کریں اور ان کے کارناموں کا اعتراف کریں تو یہ کہنا کہ علامہ بریلوی کو عربی آتی ہی نہیں تھی، جیسا کہ احسان الٰہی ظہیر نے اپنی کتاب 'البریلویۃ' میں کہا ہے تو اسے کیا کہا جائے۔ محض بغض وعناد کی بنا پر یہ رائے قائم کر لینا درست نہیں ہے۔ دراصل احسان الٰہی ظہیر نے اپنی کتاب 'البریلویۃ' میں احمد رضا بریلوی کے عربی میں نابلد ہونے کی بات کہی ہے جو آج بھی مشہور ہے۔ 'البریلویۃ' کے صفحہ ۲۳ پر احسان الٰہی ظہیر نے جو اعتراض کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

خامسا: ان سلسلۃ بیعتہ تصل الی النبی ﷺ بواسطۃ ائمۃ السبعۃ کماذکی نغسہ فی عبارتہ العربیۃ (اللھم صلی وسلم وبارك علی سیدنا و مولانا محمد المصطفی رفیع المکان۔ المرتضی علیّ الشان الذی رجیل من امتہ خیر من الرجال السالفین ن۔ وحسین من زمرتہ احسن من کذا و کذا۔ حسنا من السالفین۔ السید السجاد زین العابدین۔ باقر علوم الانبیاء۔ والمرسلین

---

[1] سلامت اللہ لاہل السنہ، حامد رضا خاں، ۱۳۳۲ھ، مطبوعہ بریلی، ص ۵۴، ۵۵

[2] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۷۳

Marfat.com

ساقی الکوثر، ومالك تسنیم، جعفر الذی یطلب، موسی الکلیم، رضاربه بالصلاة علیه) ومن هذہ العبارة یظهر ایضا نبوغه فی العربیه ومهارته فیها، الشخص الذی یقولون عنه:انه کان یتکلم بهاوهوفی الثالثه من العمر۔

ولاندری ترکیب هذا وآیة عبارة هذه (حسین من زمرته احسن من کذاوکذا؟

وایضامامعنی (باقر علوم الابنیاء)؟

ومامعنی (بالصلاة علیه)؟

مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے احسان الٰہی ظہیر کے تمام اعتراضات کا مفصل جواب اپنی کتاب ''البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' میں دیا ہے۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوار رضا۲ (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں ۲۱ محرم بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ یہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے،لیکن جسے اس کا مطلب ہی نہ سمجھ میں آئے،وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ وہ اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں،احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں:

''ومن هذہ العبارة یظهر ایضا نبوغه فی العربیة ومهارته فیها، الشخص الذی یقولون عنه:انه کان یتکلم بهاوهو فی الثالثة من العمر۔''

(اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے،وہ شخص جسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:''جب کہ ان کی (احسان الٰہی ظہیر) اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے،اصل عبارت یہ تھی: خیرمّن رجال من السالفین' اسے یوں نقل کر دیا خیر من الرجال السالفین یعنی رجال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد'من' حذف کر دیا۔رجال پر تنوین تعظیم کے لیے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مضمون برقرار نہیں رہا۔پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا،مثلاً 'کذاوکذا' حسناً' کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الکلیم کے درمیان،جعفر کے بعد قومہ ہونا چاہئے تھا جو نہیں دیا گیا ہے۔اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونما نہ ہوتیں۔

دراصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے،ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو نبی کریم ﷺ کا وصف بتایا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر آئے ہیں۔اس درود شریف کا ترجمہ،ملاحظہ ہوتر درجا تا رہے گا:

''اے اللہ! صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما، ہمارے آقا و مولیٰ محمد ﷺ، منتخب بلند مرتبہ والے، پسندیدہ عالی شان والے

Marfat.com

, جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء و مرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

یہ تمام نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسینؓ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم ﷺ کے لیے بے ادب تھا۔ اس لیے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں:

''جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین، گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے۔'' چونکہ ظہیر صاحب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا اس لیے بڑے بھولے پن سے کہتے ہیں:

''پتا نہیں یہ کون سی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟''

اگر مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں:

''باقر علوم الانبیاء کا کیا معنیٰ ہے؟''

اتنی واضح عبارت کا معنیٰ بھی سمجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا ہوا ہے، جس کے دیکھنے سے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لیے کہتے ہیں: 'لانه بقر العلوم ای شقه وفتحه فعرف اصله وتمکن فیه''

(کہ انہوں نے علم کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے)

''باقر علوم الانبیاء'' کا معنیٰ ہوگا انبیاء کے علوم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں: ''وما معنی بالصلوٰة علیه''، ''بالصلوٰة علیه'' کا معنیٰ کیا ہے؟ پورے جملے کا ترجمہ دیکھئے معنیٰ سمجھ میں آجائے گا ''وہ کہ موسیٰ علیہ السلام ان پر درود بھیج ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔''

جہاں تک خود 'البریلویہ' کے مصنف احسان الٰہی ظہیر کی عربی زبان دانی کی بات ہے تو انہیں کے مکتبۂ فکر (اہل حدیث) سے تعلق رکھنے والے حافظ عبدالرحمن مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کہتے ہیں:

''جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی داں حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی ظہیر کی عربی کتب کے سلسلے میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔''

حافظ عبدالرحمن مدنی 'ہفت روزہ اہل حدیث' میں مزید لکھتے ہیں:

''الحمدللہ! مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ

Marfat.com

کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں، اس سلسلے میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں، بلکہ میرے گواہ، میرے اپنے شاگرد ہیں، جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دیے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔"

اس طرح دیکھا جائے تو احسان الٰہی ظہیر کی کتاب 'البریلویۃ' احمد رضا کی عربی دانی پر بہت بڑی ضرب ہے۔ دورانِ ریسرچ راقم الحروف کو بھی ایسے لوگ ملے جنہوں نے 'البریلویۃ' کے حوالہ سے یہ کہا کہ تم شعبۂ عربی میں احمد رضا بریلوی پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہی ہو جن کو خود ہی عربی نہیں آتی تھی۔ لہٰذا درمیانِ تحقیق و مطالعہ اس بات کا انکشاف ہو گیا کہ کس کو عربی آتی تھی اور کس کو نہیں۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری 'البریلویۃ' کے مصنف احسان الٰہی ظہیر کی عربی دانی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب 'البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ' کے صفحہ ۴۰ پر لکھتے ہیں:

'البریلویہ کے صفحہ ۲۳ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے جس میں احمد رضا بریلوی نے صنعتِ ایہام میں مشائخ سلسلۂ قادریہ کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: فانہم اعطوا اللعصاۃ البغاۃ رسید الجنۃ۔[1] جس طرح ظہیر نے اسے عربی سمجھا، ظہیر صاحب کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ 'رسید' لفظ عربی نہیں فارسی ہے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: بل اصدروا فرمانا[2] کہ ظہیر نے اسے عربی سمجھ کر تحریر کیا۔ انہیں کون سمجھائے کہ 'فرمان' لفظ عربی نہیں ہے، فارسی ہے۔"[3]

ظہیر صاحب نے نقل کرنے میں جو غلطیاں کی ہیں اس کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۱	ان اخلص المحبّین قلوہ	قلاہ
۱۵	۱۷	انفصلت البریلویۃ	عن البریلویۃ
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع ان الثابت
۲۰	۱۱	عبدالحق خیرآبادی	الخیر آبادی
۲۰	۱۷	من ابنہ ابی الحسین	من ابن ابنہ
۲۱	۱۵	لم تکن رائجۃ بین السنّۃ	بین اھل السنّۃ
۲۱	۲۰	یروجھا بین السنّۃ	بین اھل السنّۃ

---

[1] البریلویہ، احسان الٰہی ظہیر، ص ۱۳۵

[2] البریلویہ، احسان الٰہی ظہیر، ص ۳۷

[3] البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۴۰-۴۱

Marfat.com

٢٢	١٣	كتب فيها لآل البيت	لاهل البيت
٢٣	٣	كفر السنّة	اهل السنّة
٢٥	٣	حلى	حلياً
٢٥	٢١	ولافلسا	فلسا
٢٧	١٣	اى يصفه بها	ان يصفه بها
٢٨	١٧	ان القوم	الى ان القوم
٢٨	٢١	المواضيع	المواضع
٢٩	١٢	هٰذه الكتب	تلك الكتب
٢٩	١٢	الى البريلوية	الى البريلوى
٣٣	١٦	الحجم الصغير	القطع الصغير
٣٣	١٨	يشتمل على ٢٦٣صفحه	٨٦٣ صفحة
٣٧	١٦	اصدروافرمانا	حكما (فرمانالفظ فارسى)
٣٩	١٢	نظرة تقدير واحترام	نظرة تعظيم واحترام
٤٠	١	اعتزلت البريلوى	اعتزل البريلوى
٤٠	١٥	غضبوها	غصبوها
٤٠	١٨	استرتقاق	استرقاق
٤٠	٢٢	فى صاع المستعمرين	فى مصالحته المستعمرين
٤١	٢٠	استخالاص	استخلاص
٤٢	٣	والاالمقصودالاصلى	والافالمقصودالاصلى
٤٢	٢١	مناصرة للاستمار	للاستعمار
٤٣	١٠	الاستعمرا	الاستعمار
٥٢	١٦	ستمبر	سبتمبر
٥٣	١٦	من ابن البريلوى احمدرضا	حامدرضا
٥٥	١٨	بعدما كنت رفوضة	كانت
٦٧	٧	فلينصف القراعة	القراء

Marfat.com

۶۷	۸	ومن جاء	الی من جاء
۶۷	۱۷	كبيب النمل	كدبيب النمل
۶۸	۷	فيكتبت	فيكتب
۷۶	۶	الذی بينهما	التّی بينهما
۱۱۰	۱۶	ولم يبقی	ولم يبق
۱۱۱	۸	ولكنّ تعمی	ولكنْ تعمی
۱۱۷	۳	ردُّ المختار	ردُّالمحتار
۱۱۷	۳	دار المختار	الدُرّ المختار
۱۳۵	۸	رسيد الجنة	رسید عجمی لفظ
۱۳۸	۱۹	ان يبوس	عجمی، بوسہ سے ماخوذ
۲۰۵	۳	ترك التكايا	تکیہ کی جمع، عجمی لفظ[1]

احمد رضا خاں بریلوی کو عربی زبان وادب سے ذہنی مناسبت تھی۔ دس سال کی عمر میں 'مسلم الثبوت' پر عربی میں حاشیہ لکھ کر اس زبان پر اپنی دسترس کا ثبوت دیا۔ آپ نے عربی زبان وادب میں وہ علمی کارنامے اور فنی شہ پارے یادگار چھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر اہل علم ششدر رہ جاتے ہیں اور علامہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ نثر ہو یا نظم دونوں میں علامہ کا قلم سیل رواں کے مانند چلتا ہے۔ نظم میں مولانا نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ جس کا تفصیلی جائزہ 'احمد رضا کی عربی شاعری کا تنقیدی جائزہ' میں پیش کیا گیا ہے۔ مولانا بریلوی کی عربی ادب ونعت پر مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندو پاک کے مشہور عالم علامہ عبد العزیز میمن (م ۱۹۷۸ء) جن کو بقول شاکر القحام عربی ادب اور نعت پر بے پناہ دسترس حاصل تھی، آپ پچاس برس تک 'المجمع العربی' دمشق کے مستقل ممبر اور مقالہ نگار تھے، ان کے اساتذہ میں عربی نشر اد عالم محمد طیب مکی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) تھے۔ چنانچہ ایسی قابل قدر شخصیت کے استاد محمد طیب مکی نے ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ کو احمد رضا کا رسالہ 'ازالۃ العاز (۱۳۱۶ھ) کا تعاقب کرتے ہوئے عربی میں ایک خط لکھا، احمد رضا نے ۲۰ جمادی الاخر ۱۳۱۹ھ کو محمد طیب صاحب کے خط کا جواب دیا، مولوی طیب نے پھر دوسرا اعتراض کیا، فاضل بریلوی نے اس اعتراض کا جواب ۲ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا، اس جواب کے بعد مولوی طیب صاحب تین ماہ تک خاموش رہے چنانچہ فاضل بریلوی نے ۵ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو تیسرا خط لکھا جس پر مولوی طیب صاحب نے جواب بھیجنے کا وعدہ کیا، اس کے جواب میں احمد رضا نے ۹ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو چوتھا خط ارسال کیا لیکن مولوی طیب صاحب نے وعدہ کے مطابق جواب ارسال نہ کیا تو احمد رضا نے ان پر پانچواں خط ۱۱ ذی قعدہ

[1] البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔ عبد الحکیم شرف قادری۔ مطبع: احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۹۵ء، شعبان المعظم، ص ۱۴۱ تا ۱۴۳

Marfat.com

۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا۔ یہ خط وکتابت عربی زبان میں ہوئی۔ مولوی طیب صاحب کی طرف سے فاضل بریلوی کو تین خطوط ارسال ہوئے اور یہ تینوں خطوط ۳۹ سطروں پر مشتمل ہیں۔ علامہ بریلوی نے ان کے خطوط میں املاء اور صرف ونحو کی دس غلطیوں کی نشاندہی کی جس سے مولانا طیب صاحب زچ ہوکر رہ گئے۔ لہٰذا علامہ بریلوی کے یہ عربی خطوط ان کی عربی زبان پر مہارت کی دلیل ہیں۔ [1] مولوی طیب مکی کے علاوہ علامہ بریلوی کی جن سے مراسلت ہوئی ان میں عبدالکریم درس، مولانا عبدالسلام جبلپوری اور بہت سے عرب علماء بھی شامل ہیں۔ ذیل میں مکتوبات کے نمونے دیے جارہے ہیں جس سے مولانا کی عربی زبان میں مہارت کا اندازہ ہوجائے گا۔ مولانا کے دستیاب مکتوبات 'مکتوبات امام احمد رضا' اور 'رسائل رضویہ' کے نام سے شائع ہوچکے ہیں۔

نمونہ مکتوبات:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الى الفاضل الكامل الشيخ محمد طيب المكى مدده الله بقلب ملكى

امّا بعد! فانى احمد الله اليك، سلام عليك وصل الكتاب وهل الخطاب. غب ماطال امد وزال ابد، وظن الوداد ان قد نفد، او كان قد، ومما يسران التخاطب فى امردينى. والسوال عن فرض يقينى فاحببت الجواب رجاء للثواب، اظهار اللصواب، وقضاءً لحق اخوة الاحباب ولوانك يا اخى رجعت فى هٰذا الى الكلام المبين لاغناك عن مراجعة مثلى من المقلدين كمابه تعينت فيما تمنيت عن الائمة المجتهدين رضوان الله تعالیٰ عليهم اجمعين۔

فان رايت ما التمسته انت ولم ياتك بدء، انه هو الطريق القويم فذالك المامول من طبعك السليم وودك التقويم ولافانى اعوذبربى وربك ان تكابر تحقيقاً اوتدابر صديقا وان ابيت فماانايات ماأتيت ولعلك تجدمن يجازى بمثل ولايمل مكابرة ولايخشى مدابرة ولله الهادى وله الحمد فى الاولى والأخرة وصلى الله تعالىٰ على سيدنا ومولانا الامان الامين فاتح الخلق وخاتم النبيين محمد شارع الاجتهاد للماهرين وأمر التقليد للقاصرين وعلى اله الطاهرين وصحبه الطاهرين ومجتهدى ملته والمقلدين لهم باحسان الى يوم الدين وبارك وسلم

---

[1] رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۴۴ تا ۲۸۵ میں مولوی طیب صاحب کے تین عربی خطوط اور احمد رضا کے پانچ عربی خطوط ایک رسالہ کی شکل میں اس میں شامل ہے۔

[2] رسائل رضویہ، جلد اول، مرتب مولانا عبدالحکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۹۱۔۲۹۲

Marfat.com

ابدالابدین اٰمین اٰمین والحمد للہ رب العالمین۔[1]

ان مکتوبات کے علاوہ مولانا بریلوی اپنے عربی خطبات میں بھی اپنی بے پناہ صلاحیت اور مہارت کا ثبوت دیتے ہیں۔ احمد رضا بریلوی کے عربی زبان میں انتہائی شاندار اور بیش قیمت خطبے موجود ہیں۔ آپ کے دستیاب خطبے دو طرح کے ہیں۔ خطب المنابر یعنی جمعہ عیدین کے موقع پر دیے گئے خطبے خطب الدفاتر یعنی کتابوں کے آغاز میں لکھے گئے خطبے۔ فاضل بریلوی نے جمعہ وعیدین کے موقع پر جو خطبے دیے ہیں ان خطبوں میں متانتِ اسلوب، زورِ بیان، آیاتِ قرآنی واحادیث نبویہ کے اقتباس وحوالہ جات، الفاظ کی شیرینی، مؤثر لب ولہجہ، منتخب الفاظ، سادہ وسلیس عبارت جیسی خصوصیات موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ علامہ بریلوی کے خطبات اس قدر مؤثر ہوتے ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی ان خطبات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نمونہ خطبہ عید الفطر:

الحمد للہ حمد الشاکرین، الحمد للہ کمانقول وخیراً ممانقول، الحمد للہ قبل کل شیٍ الحمد للہ بعد کل شئی، الحمد للہ کما ینبغی بجلال وجھه الکریم، الحمد للہ کما حدہ الانبیاء والمرسلون والملائکہ المقربون، وعباداللہ الصالحون، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ واللہ اکبراللہ وللہِ الحمد.........فیاایھا المومنون رحمناورحکم اللہ، اعلموان یومکم ھٰذایوم عظیم یوم یتجلی فیہ ربکم باسمہ الکریم ویغفر فیہ للصائمین، الاوللصائم فرحتان، فرحة عندالافطاروفرحة عندلقاء الرحمٰن، الاوان فی الجنة باباًیقال له الریان لایدخله الاالصائمون لوجه الکریم الملك الدیّان اللہ اکبراللہ اکبر لا الہ الااللہ واللہ اکبراللہ اکبروللہ الحمد، الاوان نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قداوجب علیکم فی ھٰذہ الیوم علی کل من یملك النصاب فاضلاً عن الحاجة الاصلیة عن نفسه وعن صغار الذریة صاعاً من تمراوشعیر اونصف صاع من براوزبیب الاوانھا لطھرة لصیامکم عن اللغووالرفث وان الصیام معلقه بین السماء والارض حتٰی تودی ھٰذہِ الصدقة فادوھا طیبة بھا انفسکم تقلبھااللہ والصیام مناومنکم ومن اھل الاسلام اللہ اکبراللہ اکبر لا الہ الااللہ واللہ اکبراللہ وللہِ الحمد۔ الاوان ربکم فرض فرائض فلا تترکوھاوحرم حرمات فلا تنتھکوھا. الاوان نبیکم صلی اللہ علیه وسلم سن لکم سنن الھدیٰ فاسلکوھا[2]

---

[1] رسائل رضویہ، ایضاً، مرتب مولانا عبدالحکیم شاہ جہاں پوری، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۸۹۲

[2] الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ۔ احمد رضا خاں، ص ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳

Marfat.com

مولانا بریلوی کا وہ خطبہ بھی قابل دید ہے جس میں رعایت سجع، براعت استہلال، دیگر صنائع بدائع کا بے تکلف اور خوبصورت استعمال ملتا ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان سب رعایت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود کہیں بھی خطبے کی سلاست اور روانی میں فرق نہیں آنے پایا۔ اس خطبے میں کہیں حمد باری تعالیٰ ہے تو کہیں نعت رسول ﷺ کی جلوہ سامانیاں ہیں تو کہیں درود وسلام کی رعنائیاں، کہیں صحابہ اکرام اور اہل بیت کے مناقب و مدح وستائش کے گلشن لہلہاتے نظر آتے ہیں۔ اس میں کتب وفقہ کے ناموں اور ائمہ کرام کے اسماء گرامی کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ خطبہ وصاحت و بلاغت، دلکش تشبیہہ واستعارات اور تلمیحات کا پیکر ہے۔ اس میں الفاظ کی بندش اور ترکیب کی برجستگی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ خطبہ ملاحظہ ہو:

"الحمدلله هوالفقه الاكبر،والجامع الكبير لزيادات فيضه المسبوط الدرر والغرر. به الهداية، ومنه البداية، واليه النهاية"

"بحمده الوقاية ونقاية الدراية، وعين العناية وحسن الكفاية، والصلوة والسلام على الامام الاعظم للرسل الكرام، مالكي وشافعي احمدالكرام، يقول الحسن بلاتوقف، محمدالحسن ابويوسف، فانه الاصل المحيط، لكل فضل بسيط، ووجيز ووسيط، البحر الزخار، والدرالمختار، وخزائن الاسرار، وتنويرالابصار،ورد المحتار وردالمحتار على منح الغفار وفتح القدير وزاد الفقير وملتقى الابحر ومجمع الانهر و كنز الدقائق وتبيين الحقائق البحر الرائق منه يستمدّ كل نهر فائق فيه المنسيه وبه الغنيه ومراقى الفلاح وامداد الفتاح وايضاح الصلاح الخ نهر امداد الفتاح، وايضاح الاصلاح، و نورالايضاح، كشف المضمرات، وحل المشكلات والدرّ المنتقى، وينا بيع المبتغى، وتنويرالابصار وزواهر الجواهر، البدائع النوادر، المنزه وجوباً عن الاشباه و النظائر،مغنى السائلين، ونصاب المساكين، الحاوى القدسى لكل كمالٍ قدس وانسى، الكافى الوافى الشافى المصفى المصطفى المستصفى المجتبى الصافى، عدة النوازل، وانفع الوسائل، لاسعاف السائل، بعيون المسائل، عمدة الاواخر وخلاصة الاوائل، وعلى آله وصحبه، واهله وحزبه، مصابيع الدجى، ومفاتيح الهدى، لاسيما الشيخين الصاحبين، الاخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين، والختنين الكريمين، كلّ منها نورالعين، ومجمع البحرين، وعلى مجتهدى ملته، وائمة امته، خصوصاالاركان الاربعة، والانوار اللامعة، وابنه الاكرم، الغوث الاعظم، ذخيرة الاولياء وتحفة الفقهاء وجامع الفصولين، فصول الحقائق، والشرع المهذب بكل زين،وعلينامعهم،وبهم

Marfat.com

ولهم یاارحم الراحمین، آمین آمین والحمدللہ رب العالمین۔

احمد رضا کے درج ذیل خطبے سے ان کی لسانی مہارت اور زبان و بیان پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

''اما بعد فھذہ، بحمداللہ، ورفداللہ، وعون اللہ، وصون اللہ، تبارك تعالیٰ، وبارك اللہ، ماشاء اللہ، لاقوۃ الاّ باللہ، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر، جنات عالیہ، قطوفھا دانیہ، فیھاسرررفوعۃ واکواب موضوعۃ ونمارق مصفوفہ، وزرابی مبثوثہ، من مسائل الدین الحنیفی، والفقہ الحنفی، تجدفیھا ان شاء اللہ عینا جاریہ من عیون تحقیقات السلف الکرام، مع رفرف خضروعبقری حسان من تمھیدات الخلف الاعلام، وعرائس نفائس کانھا الیاقوت والمرجان، لم یطمثھنّ قبلی انس ولاجان۔''[۲]

نمونہ خطبۂ جمعہ:

''الحمدللہ الذی فضل سیدنا ومولانا محمداًﷺ علی الغلمین جمیعا۔ واقامہ یوم القیامۃ للمذنین المتلوثین الخطّائین الھالکین شفیعاً۔ فصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارك علیہ وعلی کل من ھومحبوب و مرضیّ لدیہ، صلاۃ تبقی وتدوم بدوام الملك الحی القیوم واشھدان لاالہ اللہ وحدہ لاشریك لہ، واشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ بالھدیٰ ودین الحق ارسلہ ﷺ وعلی الہٖ وصحبہ اجمعین وبارك وسلم۔

امّا بعد فیاایھا المومنون رحمناورحکم اللہ تعالیٰ اوصیکم ونفسی بتقوی اللہ عزوجل فی السروالاعلان فان التقویٰ سنام ذری الایمان واذکرواللہ عندکل شجر و حجر، واعلمو ان اللہ بما تعملون بصیروان اللہ لیس بغافل عمّا تعلمون، واقتفوا اثار سنن سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔ فان السنن ھی الانوار وزینوا قلوبکم بحب ھذا النبی الکریم علیہ وعلی الہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ فان الحب ھوالایمان کلہ الا لا ایمان لمن لا محبۃ لہ۔''[۳]

جمعہ وعیدین کے خطبوں کے علاوہ مواعظ ونصائح سے متعلق خطبات بھی موجود ہیں۔ ان خطبات کے مطالعہ سے اس بات کا

---

[۱] العطایاوالنبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اوّل، ۱۹۰۴ء/ ۱۳۲۲ھ

[۲] العطایاوالنبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اوّل، ۱۹۰۴ء، ۱۳۲۲ھ

[۳] الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ، احمد رضا خاں، ص ۷، ۸، ۹

Marfat.com

اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی کو مشکل مسائل آسانی کے ساتھ سلیس لب ولہجہ میں بیان کرنے پر کس قدر قدرت ومہارت حاصل تھی۔

نمونہ خطبہ وعظ:

"الحمدلله رب العالمين۔ حمد الشاكرين وافضل الصلوٰة واكمل السلام على سيد المرسلين، خاتم النبيين، اكرم الاولين والآخرين، قائد الغرّ المحجلين، نبي الحرمين، امام القبلتين سيدالكونين وسيلتنا في الدارين صاحب قاب قوسين، المزيّن بكل زين، المنزه من كل شين، حدالحن والحين، نبي الانبياء، عظيم الرجاء، عميم الجود والعطاء، ماحي الذنوب والخطاء، شفيعنا يوم الجزاء، سر الله المخزون، در المكنون، عالم ما كان ومايكون، نور الافئدة والعيون، سرور القلب المحزون۔"[1]

احمد رضا خاں بریلوی کے بیشتر تصنیفات کے خطبات ومقدمات عربی زبان میں ہیں۔ ان خطبوں اور مقدموں میں بلاغت اور صنائع بدائع کا انتہائی برمحل اور بے تکلف استعمال نظر آتا ہے۔ علامہ بریلوی کی خوبی یہ ہے کہ تصنیفات کے ان مقدمات اور خطبات میں حمد باری تعالیٰ اور درود شریف کے ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان کر دیتے ہیں جو کتاب کے اندر تفصیلی ذکر کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی کے شہرۂ آفاق کارنامہ "العطايا البنبويه في الفتاوى الرضويه" المعروف بہ فتاویٰ الرضویہ کی جلد اول کے عربی خطبہ میں جو جدت اور ندرت نظر آتی ہے وہ فقہ کی پوری تاریخ میں کہیں نہیں نظر آتی ہے۔ یہ عربی خطبہ فصاحت وبلاغت کا شاہکار ہے۔ پاکستان کے نامور عالم محقق، ناقد اور شاعر مولانا قاضی عبدالدائم دائم اس فصیح اور بلیغ خطبہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس بلاغت پارے کی خصوصیات یہ ہیں کہ خطبے کے جملہ لوازمات ومناسبات ---- یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ ﷺ کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود وسلام ---- یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور آئمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے مسجع اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ غنچے چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود وسلام کی ڈالیاں تیار ہوگئی ہیں اس کے ساتھ۔ ساتھ جملہ محسنات بدیعیہ از قسم براعتِ استہلال ورعایت مسجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیود اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست وروانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا ---- نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ تلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم"[2]

---

[1] الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ، احمد رضا خاں، ص ۷، ۸، ۹

[2] فتاویٰ رضویہ کا خطبہ، مولانا قاضی عبدالدائم دائم، مشمولہ، معارف رضا شمارہ ۱۴، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء، ص ۷۷

Marfat.com

پاکستان کے مشہور و معروف ادیب، صحافی، شاعر مصنف اور نقاد جناب کوثر نیازی نے جب فتاویٰ رضویہ کے اس خطبہ کا مطالعہ کیا تو علامہ بریلوی کی عربی زبان ولغت پر دسترس کو دیکھ کر متحیر ہو گئے اور امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اپنے مقالہ میں اس خطبہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا:

"دورانِ تعلیم مولوی فاضل کے درجہ میں مقامات حریری پڑھی جو عربی ادب کے حوالے سے ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ اسی طرح فیضی کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام دیکھی جس کو تاریخ میں ایک بلند امتیاز حاصل ہے۔۔۔۔۔۔ اسی طرح عربی ادب کے اور بھی شاہکار مطالعہ کے دوران نظر سے گزرے، مگر ان سب پر امام احمد رضا کے فتاویٰ کا عربی خطبہ فوقیت اور انفرادیت رکھتا ہے۔"[1]

لہٰذا احمد رضا کا یہ خطبہ عربی ادب کا شاہکار ہے۔ اس خطبے سے آپ کی جلالت علمی اور وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۹۰ سے زیادہ کتب فقہ ان کے مطالعہ میں تھیں۔ غرض کہ یہ خطبات جہاں آپ کے علمی کمالات کے شاہد ہیں وہیں احمد رضا کے عربی زبان ولغت پر کامل دسترس کے آئینہ دار بھی ہیں۔

احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں مہارت کا ثبوت ان کی تصنیفات کے عربی ناموں سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کی بیشتر تصنیفات و رسائل کے عربی نام نہایت موزوں، مناسب اور واقع کے عین مطابق اور حسین ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر باذوق قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کے بیشتر تصنیفات کے ناموں کا خاص پہلو یہ ہے کہ ہر نام اسم با مسمّٰی ہوتا ہے۔ لہٰذا نام سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ رسالہ کا موضوع کیا ہے اس کے ساتھ ہی سب سے خاص بات یہ ہے کہ تصنیفات کے نام سے ہی حروف ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف نکل جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان ناموں میں سجع کا پورا پورا التزام رکھا گیا ہے یعنی کتابوں کے نام دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں فقروں کے آخری کلمات ہم وزن ہوتے ہیں، مثلاً:

۱۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم۔ (۱۳۲۴ھ)
۲۔ الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ۔ (۱۳۲۴ھ)
۳۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القران۔ (۱۳۳۰ھ)
۴۔ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام نبی تھامۃ۔ (۱۲۹۹ھ)
۵۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ۔ (۱۳۲۳ھ)
۶۔ اعلام الاعلام بان ھندوستان دار السلام۔ (۱۳۰۶ھ)
۷۔ جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور۔ (۱۳۳۹ھ)

---

[1] امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء، اسلام آباد

Marfat.com

۸۔ الهاد الکاف فی حکم الضعاف۔ (۱۳۱۳ھ)

۹۔ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا۔ (۱۳۲۸ھ)

۱۰۔ الزبدۃ الزکیه فی تحریم سجود التحیة (۱۳۳۷ھ)۔

۱۱۔ بدر الانوار فی اداب الآثار۔ (۱۳۲۶ھ)

۱۲۔ اعالی الافادۃ فی تعزیة الهند وبیان الشهادۃ۔ (۱۳۲۱ھ)

احمد رضا بریلوی کی عربی زبان دانی پر ڈاکٹر حازم محفوظ استاد جامعہ ازھر کہتے ہیں:

"عند ما نطالع مؤ لفاته النثرية كتبها و كتب اغلبها باللغة العربية نتحير من تمكنه التام من اللغة العربية وآدابها ومما يدعوالى التامل انّ هذاالامام تعلم اللغة العربيه واجادها اجاوة تامة......اماعن النثر العربي فقدبلغ اسلوبه فيه قمة الفصاحة والبلاغه۔"[1]

ترجمہ: "جب ہم امام احمد رضا کی ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں جو آپ نے عربی زبان میں لکھی ہیں تو عربی زبان و ادب میں ان کی مہارت اور کمال قدرت کو دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔قابل غور پہلو یہ ہے کہ انہوں نے عربی زبان سیکھی اور اسے خوب سے خوب تر کیا۔۔۔۔۔اور عربی نثر میں تو آپ کا اسلوب و پیرایہ بیان فصاحت و بلاغت کی بلندیوں تک پہنچا ہوا ہے۔"

احمد رضا خاں کے نثری شہ پاروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا اسلوب نہ خالص علمی ہے اور نہ ہی خالص ادبی یا خطابی، بلکہ ان دونوں اسالیب کا حسین امتزاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی عربی تحریروں میں الفاظ و معنی کا تصادم اور طرز بیان میں جھول نظر نہیں آتا ہے اسی لیے قاری ان تحریروں سے آپ کے مافی الضمیر کو باآسانی سمجھ لیتا ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید الکشف شافیا حکم فونوجرافیا کے اس اقتباس سے ہوتی ہے جس میں شعر کے بارے میں مولانا بریلوی لکھتے ہیں:

"فما هو الأن الاوزان العروضية آلة الأداء كل قسم من الكلام موزونا. فلايحكم عليها فى انفسها بحسن ولاقبح، بل تتبع المؤدیٰ بها. فان كان حسنا سائغاوذكر بالغافى الحديث الصحيح: ان من الشعر لحكمة وان كان هزلافرغا ورذلا زائغافى القرآن المجيد: الشعراء يتبعهم الغاؤن، وللاول بشریٰ تحيرالفواد۔ ان الله يؤيد حسان بروح القدوس وعلى الآخر وعيد يفت الاكباد: امرء القيس صاحب لواء الشعراء الى النار۔"[2]

---

[1] معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، فروری تا اپریل، ص ۱۱۹

[2] الکشف شافیا حکم فونو جرافیا، احمد رضا خاں، ص ۸۵، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

Marfat.com

احمد رضا خاں کی عربی منثور تحریروں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کسی دبستان سے وابستہ نہیں تھے۔ بلکہ آپ کا اپنا ایک الگ دبستان تھا۔ نہ آپ پوری طرح دبستان ابن العمید سے وابستہ تھے اور نہ ہی دبستان ابن المقفع سے متاثر نظر آتے ہیں۔ دبستان ابن العمید کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سارا زور بیان الفاظ کو پر شوکت اور حسین و جمیل بنانے پر صرف ہوتا ہے، معنوی حسن کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے مسجع جملے، ہم شکل الفاظ کا استعمال وغیرہ اس دبستان کی خصوصیت ہے۔ اور دبستان ابن المقفع کے امتیازی اوصاف میں جملوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں توڑنا، الفاظ میں ہم آہنگی، سہل پسندی، معنی کا زیادہ اہتمام اور سجع بندی سے گریز شامل ہے۔ جبکہ دبستان احمد رضا کا خاص وصف یہ ہے کہ الفاظ کی تراش خراش سے زیادہ معنی پر زور دیا جاتا ہے اور سجع بندی سے حد درجہ گریز بھی نہیں ہے بلکہ معنوی پہلو کو برقرار رکھتے ہوئے بے تکلف سجع بندی کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کے طرز تحریر اور طرز بیان کو دونوں دبستانوں کا سنگم کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

عربی ادب کے علاوہ مولانا بریلوی کی عربی زبان میں مہارت کی دلیل تاریخ گوئی بھی ہے جس میں آپ کو حد درجہ کمال حاصل تھا۔ مولانا کی تاریخ کی بے شمار مثالیں ہیں جیسے۔ تاریخ ولادت، تاریخ وفات اور تاریخ سنہ تصنیف وغیرہ۔ ان تواریخ کا تفصیلی ذکر 'احمد رضا کی عربی شاعری' کے باب میں موجود ہے۔

احمد رضا خاں بریلوی کی عربی زبان و ادب میں سلاست و روانی کا عدیم المثال مرقع "کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم" (سنہ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) ہے جس میں کرنسی نوٹ سے متعلق تفصیلی اور مدلل بحث احکام شریعت کی روشنی میں کی گئی ہے۔

سنہ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد (امام مسجد الحرام) اور ان کے استاد مولانا حامد محمد جداوی نے کرنسی نوٹ کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سوال کا جواب علامہ بریلوی نے سلیس عربی زبان میں بحالت بخار بغیر کسی کتاب کی مدد کے دیا۔ اس بات کا اظہار خود فاضل بریلوی نے کیا ہے۔ مولانا بریلوی کی عربی زبان و ادب میں مہارت، روانی، سلاست اور برجستگی کا اندازہ رسالہ 'کفل الفقیه' کے ذیل کی عبارت سے لگایا جاسکتا ہے۔

"وکل طفل عاقل یعلم ان هٰذه المعانی مما لایخطر ببال احد من المتعا ملین بها ولایقصدون قط بهٰذا التداول ادانه ولااستدانة ولاحوالة ولا یذهب خاطر هم الی شئ من ذٰلك اصلاولاتریٰ احدهم قط یذ کرفی دفتر دیونه علی الناس من اخذالدراهم منه باعطاء النوط ولایقول له مدة عمره انك استدنك منی کذا فاقضنی ووخذ تذ کرتك منی ولافی دفتر دیون الناس علیه من اخذ هوالدراهم منه واعطاه النوط ولایذ کرلاحدفی حیاته ولاعندمماته ان لفلان علی کذا فاقضوه وخذواتذ کرتی منه الظلمة المهتکة المعتادة بأکل

Marfat.com

الرباء جهار الایدینون احدادرهما الابربایوضع علیه کل شهرمالم یقض وتراهم یاخذون النوط ویعطون الدراهم ولایطلبونَ علیهماً فلساً واحداً لاعلی شهر ولاعلی سنین ولوعلموا انه ادانة لماتر کوه قطعا فالحق انهم جمیعا انمایقصدون المبادلة والبیع والشراء ۔"[1]

"فاقول یجب القطع بشروطه من تکلیف ونطق وبصرو حرزتام وغیرها اذابلغت قیمته کلا یومی السرقة والقطع عشرة دراهم مضروبة جیادا وذالك كله لما بينا انه مال متقوم بنفسه۔"[2]

عربی زبان میں لکھی ہوئی کتاب الدولة المکیه بالمادة الغیبیة، جو سرزمین مکہ میں بغیر کسی کتاب کی مدد کے ساڑھے آٹھ گھنٹے میں لکھی گئی ہے۔ اس تصنیف کے مطالعہ کے بعد اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ یقیناً فاضل بریلوی عربی زبان کے ماہر تھے اور اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ علامہ کس قدر قرآن و حدیث اور فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ اس کتاب میں بے شمار دلائل و براہین قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ ذیل کی عبارت سے مولانا بریلوی کی زبان و بیان کی سلاست، روانی اور اپنی بات کو واضح طور پر پیش کرنے کے ہنر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"فثبت ان احاطة احد من الخلق بمعلومات الله تعالیٰ علی جهة التفضیل التام محال شرعاً وعقلاً، بل لوجمیع علوم جمع العلمین اولاً وآخراً لما کانت لها نسبة ما اصلاً الی علوم الله سبحانه وتعالیٰ کنسبة حصة من ألف ألف حصة قطرة الی ألف ألف بحروذالك لان تلك الحصة من القطرة متناهیة، وتلك البحار الزواخر ایضاً متناهیات ولابد للمتناهی من نسبة الی المتناهی، فانالو اخذنا امثال تلك الحصة من البحار مرة بعد اخریٰ لابد ان یأتی علی البحار یوم تنفد وتفنی لتناهیها، اماغیر المتناهی فکل ما اخذت منه امثال المتناهی وان کان بالغاً فی الکبر ما بلغ کان الحاصل متناهیا ابدا، والباقی فیه غیر متناه ابداً فلایمکن حصول نسبة ابدا، هذاهو ایماننا بالله۔"[3]

"اللهم غفرا نری الظلمات عمت و طمت، وکلمه النکال علی کثیر من الناس تمت، فبما قررناه ان العلم الذاتی او المطلق المحیط التفصیلی مختص بالله تعالیٰ ومالعباد الامطلق العلم العطائی وانه حاصل لکل مومن فضلا عن الانبیاء الکرام، علیهم الصلوٰة والسلام۔

---

[1] کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم، احمد رضا خاں، ص ۱۲۶، مطبع اہل سنت بریلی، مطبوعہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء

[2] کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم، احمد رضا خاں، مطبوعہ، مطبع اہل سنت بریلی، ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء، ص ۳۹

[3] الدولة المکیة بالمادة الغیبیة، احمد رضا خاں، مطبوعہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۲۰۔۲۱۔۲۲

Marfat.com

اذلولاہ لما صح الایمان کما مرّ البیان، عسی ان یتوهم متوهم ان لم یبق اذن فرق بیننا وبین نبینا الله ﷺ فما ظنك سائر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام؟ فان الذی حصل له ولهم قد حصل لنا وماهو منتف عنا فهو منتف عنهم ایضاً. فقد استوینا. وهذا وان کان لا یصدر عن عاقل، فضلاً عن فاضل۔"[1]

علمائے عرب کو احمد رضا کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور ۷۰۔۸۰ برس بعد آج بھی وہی شوق برقرار ہے۔ حافظ کتب حرم سید اسماعیل بن خلیل، امام احمد رضا سے 'ردالمختار' پر لکھا ہوا حاشیہ طلب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وتحریر اتکم التی علی حاشیه ابن عابدین لا یخفی جنابکم اننی من المحتاجین الیها جعلکم الله من المحسنین۔"[2]

ترجمہ: اور حضرت کو معلوم ہو کہ میں ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ حاشیۂ ابن عابدین پر افادہ فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو محسنین میں شامل فرمائے۔

مولانا سید مامون البری مدنی احمد رضا کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا شوق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ونرجو ایضا من حضرتکم ان ترسلوا لنا بعضا من تالیفکم العربیه۔"

ترجمہ: آپ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اپنی بعض تالیفات عربیہ ارسال فرمائیں گے۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل عرب میں فاضل بریلوی کی عربی تصانیف کس قدر ذوق وشوق سے پڑھی جاتی رہی ہیں۔

اس طرح عربی زبان وادب کو احمد رضا بریلوی نے جو جلا بخشی وہ ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ عربی زبان وادب اور لغت پر تبحر کا اندازہ قرآن کریم کے ترجمہ 'کنز الایمان' سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کا ترجمۂ قرآن 'کنز الایمان' عربی زبان اور لغت پر مہارت کی بیّن دلیل ہے۔ 'کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن' ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا۔ نعیم الدین مراد آبادی نے 'خزائن العرفان فی تفسیر القرآن' کے عنوان سے اس پر تفسیری حواشی لکھے ہیں۔ احمد رضا کا یہ ترجمہ سلیس، رواں اور شگفتہ ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کی روح اور عربیت سے بہت قریب ہے۔ اس میں الفاظ ومحاورے کا حسین امتزاج ہے۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ورموز منکشف ہوتے ہیں جو دوسرے تراجم سے واضح نہیں ہو پاتے۔ علامہ بریلوی کے اس ترجمہ قرآن کے بارے میں استاد سعید بن عزیز یوسف زئی (امیر جمعیت برادران اہل حدیث، پاکستان) تحریر فرماتے ہیں:

"جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شد ومد سے اس کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ تکفیر کرتے ہیں مگر میں

---

[1] الدولۃ المکیہ النظر الاول ص ۱۹۲ تا ۱۹۶، ناشر المکتبہ اندرون کھتاؤ، کراچی

[2] الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء، ص ۳۶۔۳۷

Marfat.com

نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ الٓمٓ سے لے کر والنّاس تک ہم نے کنزالایمان میں نہ تو کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کو پایا ہے۔ نہ ہی کسی بدعت اور شرک کرنے کا جواز پایا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علوت، تقدس، عظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں۔ ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے اس طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا، شفیع روزِ جزا سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ سے ہے یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو وقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور نحوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ ما ینطق عن الھوی اور ورفعنالك ذكرك کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ناپید ہے۔"[1]

مولانا احمد رضا بریلوی کا ترجمۂ قرآن 'کنزالایمان' ادبی نقطہ نظر سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس ترجمہ کی اہمیت اور مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ ہندی، انگریزی، سندھی، ڈچ، بنگلہ، ترکی، گجراتی[2] وغیرہ زبانوں میں شائع ہو کر مقبولِ عام حاصل کر چکا ہے اور دوسری زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ فارسی زبان میں بھی ترجمہ کا کام شروع ہوگیا ہے۔ کنزالایمان پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کراچی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ کنزالایمان کے حوالے سے تقریباً پچاس کتب ورسائل اور مقالات پاک وہند سے شائع ہو چکے ہیں جن سے کنزالایمان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ احمد رضا کی عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرنے والوں میں علمائے حرمین شریفین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ علامہ بریلوی کے آٹھ گھنٹوں کی محنت کا ثمرہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر علمائے حرمین شریفین اور دیگر بلادِ عربیہ کے علماء کی تقاریظ کو دیکھ کر اس بات کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مولانا بریلوی کی عربی اپنے محاسن کے اعتبار سے اس قدر سحر آمیز ہے کہ خود اہل زبان فصحائے عرب آپ کے کلام کو دیکھ کر مسحور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے کہ یہ کسی عجمی کی تحریر ہے۔

---

[1] کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں، ص ۵۔۶ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی

[2] مولانا نورالدین نظامی نے کنزالایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر الافاضل مکمل کرلیا۔ یہ ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ انگریزی ترجمہ شاہ فرید الحق صاحب نے کیا۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی مکتبہ رضویہ سے طبع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر اختر حنیف صاحب نے (پروفیسر لندن یونیورسٹی) انگریزی میں ترجمہ کر چکے۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ وائس، انگلستان سے شائع ہوا۔ اس کے بعد قرآن کمپنی لاہور نے شائع کیا۔
اس کا سندھ ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الرشید جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ص ۶۷۔ اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ہالینڈ) نے مکمل کیا۔ ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ بنگلہ زبان میں مولانا عبدالمنان (چٹاگانگ بنگلہ دیش) نے کیا۔ ترکی زبان میں ترجمہ اسماعیل حقی نے کیا اور گجراتی میں مولانا حسن آدم گجراتی نے کیا۔

Marfat.com

احمد رضا بریلوی کو عربی زبان سے انتہائی محبت تھی چونکہ مولانا بریلوی کو رسول ﷺ سے محبت تھی۔ رسول ﷺ سے محبت کا یہ تقاضا تھا کہ رسول ﷺ سے مناسبت رکھنے والی ہر شئے سے محبت رکھی جائے۔ عربی نبی ﷺ اور قرآن کی زبان ہے یہی وجہ ہے کہ فاضل بریلوی کو عربی زبان سے والہانہ محبت تھی۔ اور اس زبان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

اس طرح مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ احمد رضا فاضل بریلوی حقیقتاً عربی زبان و ادب کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ اس کی جزئیات پر بھی آپ کو کاملاً عبور حاصل تھا۔

۱۔ پیغامات یوم رضا، محمد مقبول احمد قادری۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۱ء، صہ ۲۵

۲۔ جد الممتار حاشیہ رد المختار، احمد رضا خاں۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۹۹ھ

۳۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب۔ احمد رضا خاں، ۱۳۹۹ھ، مشمولہ رسائل رضویہ ج۔۱، صہ ۲۸۵۔ ۳۴۴

۴۔ الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینۃ۔ احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ، مشمولہ رسائل رضویہ جلد۔ ۲، صہ ۲۳۷۔ ۴۰۴

۵۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری۔ ڈاکٹر حامد علی خاں، مشولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، صہ ۵۳۳۔ ۵۴۶

۶۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی خدمات، محمود حسین بریلوی، ناشر ادارہ تحقیقات۔۔۔ صہ ۳۳، سنہ اشاعت ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء

۷۔ الجمل المعدد، محمد ظفر الدین بہاری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۶

۸۔ حولیۃ الجامعۃ السلامیہ العالمیۃ، العدد الرابع، عام ۱۹۹۶، صہ ۱۵۹

۹۔ مکتوب سید اسماعیل بن خلیل (حافظ کتب حرم) مکہ معظمہ، محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ بنام امام احمد رضا خاں (مشمولہ رسائل رضویہ، ج۔ ۲، ۱۳۹۶ھ، صہ ۲۶۲

۱۰۔ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری) جلد ا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۴ھ،

۱۱۔ رسائل رضویہ، صہ ۱۵۸

۱۲۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۵ھ، صہ ۱۰۱

۱۳۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ، محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا خاں۔

۱۴۔ سلامت اللہ لاہل السنہ، حامد رضا خاں، ۱۳۳۲ھ، مطبوعہ۔ بریلی، صہ ۵۴۔ ۵۵

۱۵۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور ۱۳۹۵ھ، صہ ۷۳

۱۶۔ البریلویہ۔ احسان الٰہی ظہیر، ناشر ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۳ء، صہ ۲۳۔ ۲۴

۱۷۔ انوار رضا، مرتب سید محمد جیلانی، شرکت حنفیہ لاہور، ۱۹۷۷ء، صہ ۳۰

Marfat.com

۱۸۔ البریلویہ، احسان الٰہی ظہیر، ناشر۔ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۳ء، صہ ۲۳

۱۹۔ شرح مسلم، ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (نور محمد، کراچی) جلد ا، صہ ۱۵

۲۰۔ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب، البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء مطبع۔احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، صہ ۱۶۲۔ ۱۶۴

۲۱۔ بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء، صہ ۶

۲۲۔ بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور، شمارہ ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء، مقالہ نگار حافظ عبدالرحمٰن مدنی، صہ ۵

۲۳۔ البریلویہ، احسان الٰہی ظہیر، صہ ۱۳۵

۲۴۔ البریلویہ، احسان الٰہی ظہیر، صہ ۳۷

۲۵۔ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری، جنوری ۱۹۹۵ء، صہ ۴۰۔ ۴۱

۲۶۔ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔عبدالحکیم شرف قادری۔مطبع۔احمد سجاد آرٹ پریس، موہنی روڈ، لاہور، جنوری ۱۹۹۵ء، شعبان المعظم، صہ ۴۱ تا ۴۳

۲۷۔ المعارف، لاہور، شمار ۱۴، صہ ۵۴

۲۸۔ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۴۴ تا ۲۸۵ میں مولوی طیب صاحب کے تین عربی خطوط اور احمد رضا کے پانچ عربی خطوط ایک رسالہ کی شکل میں اس میں شامل ہیں۔

۲۹۔ رسائل رضویہ، جلد اول، مرتب مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۹۱۔ ۲۹۲

۳۰۔ رسائل رضویہ، ایضاً، مرتب مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۲۹۸

۳۱۔ الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ، احمد رضا خاں، صہ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔

۳۲۔ العطایا والنبویہ فی الفتاوی الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اول ۱۹۰۴ء/ ۱۳۲۴ھ

۳۳۔ العطایا والنبویہ فی الفتاوی الرضویہ، احمد رضا خاں، جلد اول ۱۹۰۴ء/ ۱۳۲۴ھ

۳۴۔ الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعۃ، احمد رضا خاں، صہ ۷۔ ۸۔ ۹۔

۳۵۔ ایضاً۔۔۔۔ایضاً۔۔۔۔، صہ ۴

۳۶۔ فتاویٰ رضویہ کا خطبہ، مولانا قاضی عبدالدائم دائم، مشمولہ، معارف رضا شمارہ ۱۴۔ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء، صہ ۷۷

۳۷۔ امام احمد رضا کانفرنس، منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء، اسلام آباد

۳۸۔ معارف رضا، کراچی ۲۰۰۶ء، فروری تا اپریل، صہ ۱۱۹

۳۹۔ الکشف شافیا حکم فونوجرافیا، احمد رضا خاں، صہ ۹۵ مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی

Marfat.com

۴۰۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، احمد رضا خاں، صہ ۱۶۶، مطبع اہل سنت بریلی، مطبوعہ، ۱۳۲۴ھ/سنہ ۱۹۰۶ء

۴۱۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، احمد رضا خاں، مطبوعہ، مطبع اہل سنت بریلی، ۱۳۲۴ھ/سنہ ۱۹۰۶ء، صہ ۳۹

۴۲۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/سنہ ۱۹۰۵ء، صہ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲

۴۳۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، احمد رضا خاں، مطبوعہ، ۱۳۲۳ھ/سنہ ۱۹۰۵ء، صہ ۳۶۔ ۳۷

۴۴۔ کنزالایمان اہل حدیث کی نظر میں ۔ص ۵۔ ۶ ناشر رضا اکیڈمی ممبئی۔

۴۵۔ مولانا نورالدین نظامی نے کنزالایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر صدرالا فاضل مکمل کرلیا۔ یہ ترجمہ ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

انگریزی ترجمہ شاہ فرید الحق صاحب نے کیا ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی مکتبہ رضویہ سے طبع ہو چکا ہے۔ اس سے پہلے پروفیسر اختر حنیف صاحب نے (پروفیسر لندن یونیورسٹی) انگریزی میں ترجمہ کر چکے۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ وائس، انگلستان سے شائع ہوا اس کے بعد قرآن کمپنی لاہور نے شائع کیا۔

اس کا سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الرشید جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ص ۷۶

اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ہالینڈ) نے مکمل کیا ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

بنگلہ زبان میں مولانا عبدالمنان (چٹاگانگ بنگلہ دیش) نے کیا۔

ترکی زبان میں ترجمہ اسماعیل حقی نے کیا۔

اور گجراتی میں مولانا حسن آم گجراتی نے کیا۔

Marfat.com

—۵—

مولانا کی شہرت کے اسباب

Marfat.com

Marfat.com

گزشتہ ابواب کے محتویات و مشمولات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بیک وقت ایک جید عالم، صاحبِ نظر فقیہ، مسکت مناظر، محتاط محدث، عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر، زبردست صوفی اور ۵۵ مجرد نقلی و عقلی علوم و فنون پر ید طولیٰ رکھتے تھے جس کی شاہد ان کی بے شمار شاہکار تصانیف ہیں۔

آج نہ صرف عرب و عجم بلکہ یورپ کے یونیورسٹیوں میں بھی آپ کے علمی و دینی کارناموں پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ کی عربی شاعری اور عربی نثر نگاری سے عربی یونیورسٹی جامعہ الازھر، مصر کے اساتذہ اس قدر متاثر ہوئے کہ علامہ بریلوی پر خود بھی تحقیقی مقالات لکھے اور اپنے تلامذہ کو بھی ان پر ریسرچ کروائی۔ جامعہ ازھر نے احمد رضا بریلوی کی عربی انشاء پر دازی اور شاعری کے محاسن پر خاص توجہ دی۔ پاکستان کے اسکالر ممتاز احمد سدیدی نے جامعہ ازھر سے فاضل بریلوی کی عربی شاعری پر "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الھندی. شاعراً عربیاً" کے عنوان سے ایم۔فل کا تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا۔ جامعہ ازھر کے ہی استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے احمد رضا بریلوی کی مختلف تصانیف سے سو (۱۰۰) عربی اشعار جمع کر کے 'بساتین الغفران' کے نام سے مرتب کیا۔ اور ساتھ ہی 'حدائق بخشش' حصہ اول و دوم کا منثور عربی ترجمہ بھی کیا ہے۔ انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ "الامام الاکبر المجدد محمد احمد رضا خان العالم العربی بھی قلم بند کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے احمد رضا خاں بریلوی کے ۸۰ ویں عرس پر جامعہ ازھر قاہرہ سے ایک خصوصی مجلہ شائع کیا جس کا عنوان ہے:

"الکتاب التذکاری..... مولد الامام احمد رضا خاں" (قاہرہ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء) اس مجلہ میں عربی اور اردو میں مقالات شامل ہیں۔ ڈاکٹر حازم المحفوظ نے محدث بریلوی کے مشہور سلام کو عربی نثر میں ترجمہ کیا۔ اسی عظیم اور قدیم یونیورسٹی کے ایک اور فاضل استاد ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے (جو مصر کے جلیل القدر استاد اور فاضل ہیں) اس سلام کو عربی میں منظوم کیا اور یہ عربی سلام "المنظومۃ السلامیۃ فی مدح خیر البریۃ" کے عنوان سے منظر عام پر آیا۔ یہ سلام ۱۵۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک فاضلانہ مقدمہ (۷۔۷۷ صفحات) شامل ہے۔ پھر سلام پر گفتگو ہے۔ (۵۰ صفحات) اس کے بعد عربی سلام ہے۔ (۱۰۷۔۱۳۶ صفحات) اور آخر میں سلام کا اردو متن ہے۔ (۱۳۷ تا ۱۵۰ صفحات) پھر مراجع کی فہرست ہے۔ (۱۵۰ تا ۱۵۴ صفحات)۔ [2] ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے دیوان "حدائق بخشش" کے اردو کلام کا منظوم عربی ترجمہ کیا ہے جو مصر سے ہی "صفوۃ المدیح" (۲۰۰۱ء) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جلال الدین چاٹگامی بنگلہ دیشی نے

---

[1] ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس (قاہرہ)، جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کی ۲۶ جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفید ہو چکی ہیں۔ آپ نے گیارہ زبان میں پڑھایا، تصانیف میں ۸۶ کتابیں ہیں اور اردو، عربی، فارسی میں ۶ دواوین بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کر چکے ہیں۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء) ص ۲۸

[2] امام احمد رضا اور عالم اسلام ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء، ص ۲۸

Marfat.com

قاہرہ یونیورسٹی سے "امام احمد رضا القادری وجهوده فی مجال العقیدة الاسلامیه فی شبه القارة الهندیه" کے عنوان سے ایم۔فل (M.Phil.) کیا۔مولانا مشتاق شاہ الازہری نے جامعہ ازہر سے ہی محدث بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے ایم۔فل کیا۔ڈاکٹر مسز اوشا سانیال نے کولمبیا یونیورسٹی نیویارک سے Devotional Islam (Ahmad Raza Khan Bareillivi and his and Politics in British India movement, 1920 - 1970)[1] کے عنوان پر پی۔ایچ۔ڈی کی اور اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا کہ علامہ بریلوی انگریزوں کے ہمدرد نہیں تھے بلکہ ان کے سخت مخالف تھے۔اس طرح بیرونی ممالک کے علاوہ پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیوں (جامعات) میں بھی فاضل بریلوی کی شخصیت کے مختلف علمی ادبی پہلوؤں پر کام ہو چکے ہیں اور اب بھی ہو رہے ہیں۔اب تک مولانا بریلوی کی تقریباً ۸۰۰ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اب تک کے معلومات کے مطابق ۴۱ پی۔ایچ۔ڈی اور ایم۔فل رجسٹرڈ ہوئے ہیں جس میں بیشتر مکمل ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور کچھ اپنے آخری مرحلے میں ہیں۔

کسی بھی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کا لکھا جانا اس کی شہرت کا سب سے بڑا سبب اور اس کی عبقری شخصیت کی دلیل ہے۔واقعی احمد رضا اپنے دینی اور علمی کارناموں کی وجہ سے اس مقام تک پہنچے اور وہ شہرت اور مقبولیت حاصل کی جس کی وجہ سے اہل علم کا ان کی طرف متوجہ ہونا فطری تھا۔

آپ کی شہرت کا سبب نہ صرف علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی کارنامہ ہے بلکہ آپ کے نظریات سے مختلف مکتبۂ فکر کے لوگوں کا اتحاد و اختلاف بھی ہے۔بعض ارباب علم و دانش نے جو اگرچہ آپ کے بعض نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے تھے لیکن باوجود اس کے محدث بریلوی کے علمی اور ادبی کارناموں اور مختلف علوم وفنون پر دسترس اور بے پناہ صلاحیتوں کے معترف تھے۔اور کہیں نہ کہیں اہل علم و دانش نے مولانا بریلوی کی صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا۔ایسے علماء میں مولانا ابو الاعلیٰ مودودی۔ مولانا عبدالحئ رائے بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد الیاس، مولانا علی میاں، مولانا ابو الکلام آزاد، علامہ اقبال۔ مولانا شاہ معین الدین ندوی، ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)، پروفیسر حاکم علی۔کلیم محمد سعید ندوی وغیرہ کا نام سرفہرست تھا۔

پروفیسر عبدالقیوم نے اپنے ایک مقالے میں امام احمد رضا کو اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا مناظر بتایا ہے۔[2]

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان) کے شعبۂ بنیادی سائنس کے پروفیسر ابرار حسین صاحب نے 'فوز مبین در رد حرکت زمین' پر کام کر کے مغربی دنیا میں محدث بریلوی کے اس علمی کارنامہ کو متعارف کرایا۔

احمد رضا بریلوی عبقری شخصیت کے حامل تھے۔عالم اسلام میں ان کی شہرت اور مقبولیت کے سبب اہل علم و دانش نے

---

[1] معارف رضا، سالنامہ ۲۰۰۵

[2] تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان وہند، جلد دوم، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۴۰۲

Marfat.com

ان پر خامہ فرسائی کی چاہے وہ محدث بریلوی کے معترف ہوں یا معترض۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈاکٹر حامد علی خاں نے آپ کی شخصیت اور علمی و ادبی کارناموں سے متاثر ہو کر کہا۔

''آپ ہی جیسے ستودہ صفات سے متصف انسان کے لیے بجا طور پر شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جا سکتا ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ اپنی متنوع حیثیات سے منفرد تھے اور آپ کی ہستی کو صفات حسنہ کی جامع شخصیت کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے بارے میں خامہ فرمائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں۔ اگر آپ کے حالاتِ زندگی، مشاغل حیات اور عملی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی لگن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہو سکتا ہے۔''[1]

ہندوستان سے لیکر انگلستان تک مولانا بریلوی کی شہرت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ لندن یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے صدر پروفیسر حنیف احمد فاطمی نے ۱۹۷۳ء میں احمد رضا کے اردو ترجمہ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا۔ پروفیسر فاطمی ۱۹۸۰ء میں پاکستان آئے اور کراچی میں ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد سے ملاقات کی۔ پروفیسر فاطمی نے دوران گفتگو فرمایا کہ جب میں ترجمہ مکمل کر چکا تو ایک عیسائی فاضل سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ میں اسلام کا مطالعہ کر رہا ہوں. قرآن کریم کے بہت سے انگریزی ترجمے دیکھے۔ مگر دل کو اطمینان نہیں ہوا۔ فاطمی صاحب نے جواباً فرمایا کہ میں نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے اس کو بھی پڑھیں، چنانچہ مسودہ اس کو دے دیا۔ جب وہ عیسائی فاضل یہ ترجمہ پڑھ چکا تو اتنا متاثر ہوا کہ مشرف با اسلام ہو گیا۔[2] یہ ترجمہ انگلستان اور لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر فاطمی آپ کی عربی تصانیف پر بھی کام کر رہے ہیں۔ غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، نیو کاسل، انگلستان) نے احمد رضا کے مشہور سلام'' قصیدۂ سلامیہ'' کے ۱۶۹ اشعار کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اور یہ ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر قریشی نے ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' کو انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ آپ نے احمد رضا خاں بریلوی کی شاعری پر انگریزی میں ایک مضمون لکھا تھا جو ماہنامہ ''دی میج انٹرنیشنل'' میں شائع ہوا۔ اپنے اس مضمون میں وہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ''شریعت اسلامیہ کے صرف حنفی مکتب فکر کے مسائل میں انہوں نے جس ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو فضل و کمال کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے وہ جودتِ طبع اور وسعتِ علم کے مالک تھے۔ ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہن کی خاص علامت ہے۔''[3]

---

[1] المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۵

[2] امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ناشر، ادارہ مسعودیہ، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۵۲

[3] دی میج انٹرنیشنل، کراچی، شمارہ مئی ۱۹۸۱ء، ص ۴۳ تا ۴۴

Marfat.com

پروفیسر غیاث الدین قریشی نے محدث بریلوی کی کتاب ''تمہید ایمان بآیات قرآن'' کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ حدائق بخشش کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ کے نومسلم انگریز اسکالر ڈاکٹر محمد ہارون نے احمد رضا کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالات قلم بند کیے۔ انھوں نے ۱۹۸۸ء میں احمد رضا کا ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' اور دیگر کتب کے مطالعہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا تھا موصوف ''کنزالایمان'' کی بنیاد پر قرآن کریم کا سلیس انگریزی ترجمہ اور تفسیر لکھ رہے ہیں۔[1]

کیلیفورنیا یونیورسٹی (برکلے، امریکہ) کے شعبۂ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربر مٹکاف نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا۔ بعنوان The 1900-Reformist Ulema Muslim Religious Leadership in India 1860 (1974,Berkeley) اس مقالے کے آٹھویں باب میں احمد رضا خاں اور ان کے مسلک کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے جو ۱۹ صفحات پر مبسوط ہے۔

اس طرح دیکھا جائے تو یورپ کے ملکوں میں بھی نہ صرف آپ کی تصانیف کو پڑھا اور سمجھا جا رہا ہے بلکہ اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر خلیل عبدالحمید ازہر یونیورسٹی ''کلیۃ اللغات والترجمہ'' میں شعبۂ فارسی کے استاد ہیں۔ انہوں نے احمد رضا کے فارسی کلام کا انتخاب ''ارمغان رضا'' کا عربی نثر میں ترجمہ کیا جبکہ اس نثری ترجمہ کو عربی نظم کرنے کا بیڑا بین الاقوامی شہرت کے حامل ڈاکٹر حسین مجیب المصری نے اٹھایا ہے۔

عربی زبان میں غالباً سب سے پہلے پروفیسر محی الدین الوائی (ازہر یونیورسٹی، قاہرہ) جو مسلکاً اہل حدیث تھے۔ محدث بریلوی پر ایک وقیع مقالہ لکھا جو قاہرہ کے مشہور جریدہ ''صوت الشرق'' میں ۱۹۷۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ ان کے بعد فاضل بریلوی پر عربی زبان میں لکھنے والوں کی فہرست لمبی ہوتی چلی گئی۔

پاکستان کے سابق وزیر تعلیم خان محمد خاں نے ۱۹۸۰ء میں ''یوم رضا'' کے موقع پر راولپنڈی ایک جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اعلیٰ حضرت کی دینی اور ملی خدمات کو دیکھ کر حرم پاک کے عظیم عالم سید خلیل مکی نے انہیں ''چودھویں صدی کا مجدد'' کہا اور یہ نعرہ اہل سنت کا نعرہ بن گیا۔ لبنان کے شہرۂ آفاق مفکر علامہ یوسف نبہانی نے انہیں ''امام کبیر'' کے لقب سے نوازا۔۔۔۔۔جن حضرات نے اعلیٰ حضرت کی گراں مایہ کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی وسیع المطالعہ شخصیت کو ملاحظہ کیا ہے اور ان کے وسعت علمی کے سمندر میں غوطہ زنی کی کوشش کی۔۔۔۔۔وہ یقیناً علامہ مکی اور علامہ نبہانی کی آراء کی تائید کرتے ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اربعہ عناصر سے مرکب ہے مگر اعلیٰ حضرت کا خمیر تین عناصر سے اٹھا تھا اور وہ ہیں۔ علم عمل.

---

[1] امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ناشر، ادارۂ مسعودیہ کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۹۰

Marfat.com

عشق رسول ﷺ۔[۱]

آپ کے علم وفضل کی شہرت نہ صرف ہندوپاک کی سرزمین تک محدود رہی بلکہ عرب وعجم تک جا پہنچی۔ چنانچہ رحمٰن علی اپنی فارسی تصنیف ''تذکرہ علمائے ہند'' میں لکھتے ہیں۔

''ودرسال نودوپنجم صدی مذکور (۱۲۹۵ھ) بہ معیت والدِ ماجد خود بہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً مشرف شدہ از اکابر علمائے آں دیار آں آعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ وعبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ، سند حدیث وفقہ واصول وتفسیر ودیگر علوم یافتہ۔

روز نماز مغرب بمقام ابراھیم علیہ السلام خواند، بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمیل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود برد تا دیر پیشانی وے گرفتہ فرمود۔

انی لاجد نوری اللہ فی ھٰذا الجبین

سپس سندِ صحاح ستہ واجازتِ سلسلۂ قادریہ بہ دستخطِ خاص دادہ فرمودند کہ نامِ تو ضیاء الدین احمد است وسندِ مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند وہم درمکہ معظمہ بہ ایمائے شیخ جمیل اللیل موصوف شرح رسالہ جوہرۂ مضیہ دربیانِ مناسک حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیف شیخ سابق الوصف است، اندردو یوم نوشتہ ونام آں النیرۃ الضیہ فی شرح الجھرۃ المصئیۃ مقرر کردہ پیش شیخ وبرد، شیخ بہ تحسین وآفرین وے لبکشاد۔ درمدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد عرب ضیافت صاحب ترجمہ کرد۔ بعد نمازِ عشاء صاحب ترجمہ درمسجدِ خیف تنہا توقف نمود، درآں جا بشارت مغفرت یافتہ۔[۲]

ترجمہ: ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین میں حاضر ہوا اور وہاں کے اکابر علماء مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث وفقہ واصول وتفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی ایک روز نمازِ مغرب مقام ابراھیم علیہ السلام پر ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمیل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے رہے اور فرمایا۔

''میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں''

اس کے بعد امام شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلۂ قادریہ میں اپنے دستخط خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین رکھا، سندِ مذکور میں امام بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء پر مذہب شافعیہ میں مناسک حج پر ان کی جوہرۂ مضیہ کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام ''النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیۃ'' رکھا، جب یہ شرح شیخ موصوف کے پاس لے

---

۱ ہفت روزہ افق، کراچی، شمارہ ۶ فروری ۱۹۸۰ء، ص ۳۱

۲ تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، رحمٰن علی، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء، ص ۱۵۔۱۶

Marfat.com

گئے تو شیخ نے تحسین و آفرین کی۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا اور یہاں آپ کے مغفرت کی بشارت ملی"

دوسرے سفر حج کو دوران احمد رضا خاں بریلوی سے حرمین شریفیں میں جو سوالات کیے گئے جو مناظرے ہوئے اور ان کے جواب میں جو کتابیں لکھیں اور ان کتابوں کی جو پذیرائی ہوئی اور حرمین شریفین کے بیشتر علماء کرام نے ان کتابوں پر جو تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں وہ عالم اسلام میں مولانا کی شہرت کا زبردست سبب بنیں۔

مولانا کی وہ تصانیف جن سے علمائے عرب نے فیض اٹھایا اور اپنے اپنے تاثرات قلم بند کیے اور مولانا کی شہرت ومقبولیت کو چار چاند لگا دیے۔ وہ تصانیف قابل ذکر ہیں:

۱۔ فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین (سنہ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء)

۲۔ المستند المعتمد فی نجاۃ الابد (سنہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)

۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (سنہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

۴۔ الاجازہ الرضویہ لمبجل البہیہ (سنہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)

۵۔ الاجازۃ المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ (سنہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

۶۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (سنہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

۷۔ الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (سنہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء)

ان میں بعض کتابوں کی وجہ تالیف کو لکھنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کتابیں کیوں لکھی گئیں اور ان کتابوں پر علمائے حرمین کے کیا تاثرات تھے۔

(۱) فتاویٰ الحرمین۔ یہ استفتاء وفتوی تقریباً چالیس صفحات پر مبنی ہے۔ یہ ندوۃ العلماء کے بارے میں محدث بریلوی کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مولانا بریلوی اپنے غزل عربی اشعار میں اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"فما هو الاشغل عشرين ساعة
وعنها الى السجدات والاكل يفرد
فما كان ذا الابتوفيق ربنا
له الحمد حمدا دائمايتأبه۔"[۱]

بقول احمد رضا یہ کتاب ۲۰ گھنٹے کی محنت کا ثمرہ ہے۔ ۱۶ شوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لیکر ۱۷ شوال ۱۳۱۷ھ طلوع فجر

---

[۱] رسائل رضویہ عبدالحلیم اختر شاہ جہاں پوری، جلد اوّل، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۴۰

Marfat.com

سے پہلے مسودہ مکمل کرلیا۔ جب یہ ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل مسودہ علمائے حرمین کے پاس پہنچا تو انہوں نے ان جوابات کی تصدیق کی چنانچہ مکہ معظمہ کے سولہ ۱۶ اور مدینہ منورہ کے سات ۷ علمائے کرام نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ تصدیقات پیش کرنے والے علماء میں حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ احمد رضا کے علم وفضل کا اعتراف کیا گیا ہے اور ساتھ ہی آپ کو بلند القاب و آداب سے بھی نوازا گیا ہے۔

(۲) المستند المعتمد فی بناء نجاۃ الابد۔ احمد رضا بریلوی نے شاہ فضل رسول بدایونی کی عربی تصنیف "المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) پر "المعتمد المستند" کے نام سے عربی میں تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا۔[۱] مولانا کی یہ تصنیف ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین کے سامنے پیش کی گئی اس پر ۳۷ علماء نے اپنی۔ اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔[۲] محدث بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں بعض معاصرین کی قابل اعتراض نگارشات کے مطالعہ کے بعد ان کا تعاقب کرتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔

(۳) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ مسئلہ علم غیب پر محدث بریلوی کی یہ تصنیف دوسرے حج بیت اللہ کے دوران ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ وہ تصنیف ہے جس نے احمد رضا کو عرب و عجم، معترضین و ممدوحین اور ہر خاص و عام میں مقبول بنایا۔ آپ حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو وہاں مخالفین نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ مولانا بریلوی علم مصطفیٰ کو علم الٰہی کے مثل قرار دیتے ہیں۔ شریفِ مکہ کی طرف سے محدث بریلوی سے اس مسئلہ پر چند سوالات کیے گئے۔ فاضل بریلوی نے اس استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جس کا تاریخی نام "الدولۃ المکیہ" ہے۔ اس میں علم ریاضی، فلسفہ اور منطق سے متعلق بعض مباحث موجود ہیں۔ اس مقالے کے مباحث علمیہ سے شریف مکہ اور علماء حرمین شریفین بہت متاثر ہوئے اور تقریباً ۵۰ علمائے حرمین اور ۱۵ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء نے اس پر تقاریظ لکھیں۔ (اس تصنیف کا تفصیلی ذکر باب ششم میں موجود ہے) ان تقاریظ میں سے بعض تقاریظ کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے جس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ علمائے حرمین شریفین کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ (ان تقاریظ کے متن کا عکس اس مقالے کے آخر میں موجود ہے۔)

---

[۱] یہ متن اور حواشی لاہور اور استانبول سے شائع ہو چکے ہیں۔

[۲] تفصیلات کے لیے دیکھیے حسام الحرمین، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۵ء

Marfat.com

عربی تقاریظ کا ترجمہ و تلخیص

۱۔ احمد الخزائری بن السید احمد المدنی (مفتی مالکیہ، مکہ معظمہ)

علامہ زماں، یکتائے روزگار، منظور انظار، سید عدنان، منبع عرفان، حضرت مولانا شیخ احمد رضا خاں کا رسالہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" کا مطالعہ کیا۔ یہ ایسی تالیف ہے جس سے ہر صاحب توفیق سمجھدار انسان نفع حاصل کریگا۔ مصنف پر یہ الزام کہ علم الٰہی اور علم مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں مساوات کے قائل ہیں، اس رسالے کے مطالعہ سے غلط ثابت ہوتا ہے، رسالے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے موئف کو اپنے افضال سے نوازے اور مسلمانوں میں ان جیسے بہت سے علماء پیدا کرے۔ آمین

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء

۲۔ محمود بن علی عبد الرحمٰن الشوبل (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

بندۂ حقیر، مدرسِ حرم نبوی محمود بن شیخ عبد الرحمٰن شوبل عرض کرتا ہے کہ حضرت عالم الخریر، دراکۃ اشہیر، امام، مرشد شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف (الدولۃ المکیہ) میں نے مطالعہ کی۔ اس کے مضامین امام الانبیاء، سید الاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عجیب انداز سے لکھے گئے ہیں، اس کو آنکھوں کے پانی سے دلوں پر لکھنا چاہیے۔ (یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء)

۳۔ یوسف بن اسماعیل النبہانی (مدینہ منورہ)

اس سال ۱۳۳۱ھ میں مدینہ منورہ میں بعض افاضل علماء خصوصاً سید عبد الباری بن علامہ سید امین رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ پر تقریظ لکھوں، ان سے قبل عالم باعمل، شیخ فاضل، شیخ کریم اللہ ہندی سے بیروت کے پتے پر مجھ سے خط و کتابت کی تھی، جب اس دفعہ سید عبد الباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دلیلیں بڑی متحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے، آمین!

(صفر ۱۳۳۱ھ / ۱۹۳۱ء)

۴۔ محمد یسین بن سعید (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

ادیب لبیب شیخ احمد رضا خاں کی تالیف الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ مطالعہ کی اور اس کو قابل قبول پایا کیونکہ یہ ان باتوں سے پاک ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور اس میں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کو آپ کے طفیل مقبولیت و سعادت عطا فرمائے اور ان کی تمام امیدیں و آرزوئیں برلائے۔ آمین

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)

Marfat.com

۵۔ عبد القادر حلمی الحسنی الخطیب (مدینہ منورہ)

جب میں مدینہ منورہ میں زیارت روضۂ نبی کریم ﷺ سے مشرف ہوا تو بعض احباب نے علامۃ الھند وعلامۃ الدھر حضرت مولانا شیخ احمد رضا خاں صاحب کی تالیف الدولۃ المکیہ کو دیکھنے کے لیے اصرار کیا۔ چونکہ وطن واپسی کا وقت قریب آچکا تھا اس لیے جلدی جلدی رسالہ مذکورہ کو پڑھا، میں نے اسے سرچشمۂ تحقیق پایا، اس سے واضح ہوتا گیا کہ مؤلف علامہ کے بارے میں جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو رسول اللہ ﷺ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ اس الزام کے خلاف یہ کتاب ایک روشن ثبوت ہے۔ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۶۔ سید عمر بن سید مصطفٰے غیطہ (مدینہ منورہ)

سعادت ابدیہ کا امیدوار سید عمر بن مصطفیٰ غیطہ، خادم حدیث حرم نبوی عرض کرتا ہے کہ حضرت علامہ عارف ربانی، استاذ کبیر، عالم بے نظیر حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" مسجد نبوی میں مجھے سنائی گئی۔ میں نے اس کو مختصر مگر جامع وصحیح پایا، یہ وہم کی تاریکی سے نکالکر فہم کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ اس کو مفید بنائے۔ آمین! (۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۷۔ حسین بن محمد (مدرس حرم نبوی، مکہ معظمہ)

عالم وعامل، سنی کامل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کے تالیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" میں نے مطالعہ کی۔ اس میں ایسی قوی دلیلیں ہیں جو مخالفین کو خاموش کر دیتی ہیں، جو شخص بھی اس کتاب کے مقابلے پر کوئی نظریہ پیش کریگا۔ مغلوب ہوگا۔ (صفر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)

۸۔ احمد الجزائری بن السیّد احمد المدنی (المفتی مالکیہ، مکہ معظمہ)

۹۔ عبد الکریم ابن التارزی بن عزوز التونسی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

استاذ کامل، فرید عصر، یگانۂ دہر حضرت علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیہ" دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اس کے مضامین قابل اتباع ہیں جو حقیقت میں الہامات ربانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان جیسے افراد بکثرت پیدا فرمائے۔ آمین!

۱۰۔ شیخ علی بن علی الرحمانی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

یہ رسالہ عالم علامہ، بحر فہامہ، معدن فصاحت وبراعت، اجل علماء اہل سنت وجماعت، مولانا واستاذنا شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے، میں نے اس رسالے کو شافی وکافی اور جامع ووافی پایا جو مؤلف بزرگ کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ بیشک وہ اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ذات اور ان کی تصانیف سے نفع پہنچائے اور ان کے برکات ونفحات ہم پر اور تمام مسلمانوں پر لوٹا رہے۔ آمین!

Marfat.com

میں نے اس بزرگ اور بلند مرتبہ تالیف کے مطالعہ کی تاریخ کہی ہے۔

۱۱۔ محمد توفیق الایّوبی الانصاری (مدینہ منورہ)

رسالہ ''الدولة المكيه بالمادة الغيبة'' جو حجم میں چھوٹا ہے، معلومات کے لحاظ سے بڑا ہے۔

بیشک مصنف پاکیزہ بیان والے ہیں، انہوں نے اپنے پاکیزہ دلائل بیان کر کے مخلوق و خالق کے علم میں فرق کر دیا ہے اور اپنے بے خطا تیر سے حقیقت کے جگر کو شکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جیسی ہستیاں زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اپنے جود و سخا کی بارشیں کرے، آمین!

۱۲۔ مصطفٰی ابن التارزی بن عزوز التونسی (مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ الدولۃ المکیہ کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا ہے، اس کے مؤلف رہبر و رہنما، علامہ اکبر اور عمدۃ الفہامۃ ہیں۔ اپنے علم و کمال کی وجہ سے مشہور ہیں، عارف باللہ ہیں اور ہر حال و مقام میں اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں، یعنی ہمارے سردار احمد رضا خاں صاحب، ان کی ساعی مقبول و محمود ہوں، ان کی عنایات بلند اور لطف و کرم ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں۔۔۔ میں نے اس رسالے کی اصولی باتوں کے لفظی جواہر کی طرف توجہ اور اس کے باغ معنی کے پھولوں میں فکر کو جولاں کیا تو میں نے اس کے بے مثال موتیوں کو خوش بیان اور خوب مضبوط پایا۔ اس کے روشن فائدوں سے ذہنوں کے باغوں میں روشنیاں پھیل گئیں۔ اس کی شاخیں اور جڑیں فیصلہ کن اور واضح قرآنی آیتوں صحیح و مشہور حدیثوں اور اعلیٰ قسم کے عقلی روشن دلیلوں سے لدی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمالاتِ علیہ کی پاسبان ہے اور عقائد اہل سنت و جماعت کے عین مطابق۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضل و کمال کی حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے جس نے آپ کو یہ علوم عطا فرمائے، اس سے انکار ایک جاہل ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو خوب خوب نوازے۔ وہ استادِ کامل اور جامع (معقول و منقول) ہیں، وہ ابر باراں کی طرح فیض رساں ہیں، انہوں نے بندگانِ خدا کو فائدے پہنچائے اور ان کو راہ دکھائی انہوں نے شہروں کو روشن کیا یہ ان کی شرف بزرگی اور حسن سیرت کی دلیل ہے اور ان کے اخلاص، پاکیزگی، طبعی ذکاوت اور آگہی کا روشن ثبوت، وہ معقول و منقول اور اصول و فروع کے میدانوں میں گویا سبقت لے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان جیسے اور بہت سے پیدا کرے، آمین!

(۱۰ شعبان ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء)

۱۳۔ محمود بن صبغة الله (مدینہ منورہ)

یگانۂ روزگار، یکتائے زمانہ، علامہ دہر مولانا احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' کا مطالعہ کیا۔ بیشک اس رسالے میں ایسی باتیں ہیں جو بیمار کو صحت عطا کریں اور تشنہ کاموں کو سیراب کریں، اس رسالے میں مسئلہ علم غیب کی پوری

Marfat.com

پوری تحقیق کی ہے اوران امور کی حقیقت واضح کر دی ہے جن میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔اللہ تعالیٰ مصنف کو دونوں جہاں میں اچھابدلہ عطافرمائے اور دونوں جہاں میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین! (۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)

۱۴۔ ھدایۃ اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری (مدینہ منورہ)

بندہ ضعیف جب ۹ محرم ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارتِ روضۂ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہہ شریفہ میں جامع الفضائل والخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجدد مائۃ حاضرہ حضرت علامہ عبد المصطفےٰ شیخ احمد رضا خاں حنفی قادری کی تالیف جلیل ''الدولۃ المکیہ'' کا ذکر کیا، میں عرصۂ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا۔ یہ میری دیرینہ آرزو مولانائے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی، میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا۔ اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان وقلم دونوں عاجز ہیں ۔میں نے تحقیق وتدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ شنید دید کی مانند نہیں ۔

جو کچھ حضرت مؤلف علاّمہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مؤلف علاّمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل مرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے، کاش ان کو معلوم ہوتا کہ حسد صرف جسم کو ہلاک کرتا ہے اور حاسد کبھی رہبر نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی جھوٹی قوم سے شکایت ہے جو افتراء پر فخر کرتے ہوئے اس آیہ کریمہ سے روگرداں ہے ۔اِنّما یفتری الکذب الذین لایومنون

ان لوگوں کی گھٹیا درجہ کی حرکتوں میں یہ ہے کہ اپنی گڑھی ہوئی باتوں کو مشہور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا سکتے ۔اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آیہ کریمہ کو بھول جاتے ہیں ۔''اِنّ الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنین بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا'' کاش ان لوگوں کی آنکھوں پر حسد وبغض کے پردے نہ ہوتے تو مذکورہ رسالے کے کئی مقامات پر مؤلف علاّمہ کی تحریر کی روشنی میں اپنے باطل دعوؤں کو پادر ہوا پاتے ۔۔۔۔مثلاً نظر اول میں مؤلف فرماتے ہیں ۔

''علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے جو بھی علم ذاتی میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے لیے ثابت کرے تو وہ کافر ومشرک ہے ۔'' اور فرماتے ہیں ۔

''علم غیر متناہی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے''

اور فرماتے ہیں ۔

''کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کو تفصیلاً شرعاً اور عقلاً احاطہ نہیں کرسکتا بلکہ تمامی جہانوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے ایک قطرے کے ہزاروں حصے میں سے کسی ایک حصہ کی ہزار ہا سمندروں کی طرف نسبت کی مانند ہے ۔''

Marfat.com

نظر ثانی میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کائنات کے علم کی مساوات کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آسکتا۔

نظر ثالث میں فرماتے ہیں:

''علم ذاتی مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات کو صرف علم عطائی حاصل ہے۔

نظر خامس میں فرماتے ہیں:

''ہم کسی مخلوق کا علم اللہ کے علم کے برابر اور مستقل نہیں مانتے بلکہ بعض عطائی فرماتے ہیں۔'' پس مخالفین مساوات کا ڈھنڈورا کیسے پیٹتے ہیں، کیسے حق سے ہٹ جاتے ہیں۔ (۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء)

۱۵۔ محمد آفندی الحکیم (دمشق)

باغ و بہار، بے مثل کتاب ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی۔ یہ کتاب مؤلف علامہ کے معارف نقلیہ وعقلیہ اور شریعتِ محمدیہ کے لیے ان کی غیرت پر گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ھدایت وارشاد کے لیے آفتاب بن کر چمکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین! (۱۷ صفر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)

۱۶۔ محمد امین سوید (دمشق)

علامہ کبیر فہامہ شہیر، محقق ومدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' کا مطالعہ کیا، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ بردار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن جو عقائد اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بے شک علم ذاتی محیط اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرتا ہے جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی تعلیم پر موقوف ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لیے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔ (۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)

۱۷۔ محمود بن سیّد العطار (دمشق)

میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق وتدقیق کی شہادت کے ساتھ۔ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت و جماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس

Marfat.com

پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کی تائید کے لیے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے۔ آمین!

۱۸۔ محمد عارف بن محی الدین بن احمد اسھیر بالمحملجی (دمشق)

علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب ''الدولۃ المکیہ'' کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے۔ اس میں اہلِ حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو منتفع فرمائے، آمین!

(رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ، سنہ ۱۹۱۰ء)

۱۹۔ محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین (دمشق)

۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم ﷺ کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ کے لیے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے۔۔۔۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور منزلت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء ﷺ کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ آمین!

(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ، سنہ ۱۹۱۳ء)

۲۰۔ محمد یحییٰ المکبتی الحسینی (دمشق)

مجاور مدینۃ النبی استاد و محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائد سلف کے مطابق پایا، حضور ﷺ کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ''ابواب الصحیح'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کوئی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع کیا ہے کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات، اور ہمارے زمانے میں استاد شیخ محمد بدر الدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔ (۷ صفر ۱۳۲۷ھ، سنہ ۱۹۰۹ء)

۲۱۔ مصطفٰے بن محمد آفندی اشطی (دمشق)

بعض ایسے احباب نے رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی جن کی فرمائش کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات لکھے ہیں۔

حضرت مؤلف علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق و صحیح ہے، اس سے جناب مؤلف کی وسعت علمی اور فضل و کمال کا ثبوت ملتا ہے۔

Marfat.com

فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۲۲۔ محمد القاسمی (دمشق)

عالم و عامل، فاضل و کامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' مطالعہ کیا۔یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے،مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا،یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلف کتاب فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے.وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں،ان کی فضلیت کا یقین،دشمن و دوست دونوں کو ہے،ان کا علمی مقام بہت بلند ہے۔ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے،اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم اور ان کو ان کی برکات سے سرفراز فرمائے.آمین! (۲رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

۲۳۔ محمد عطا اللہ العتم (دمشق)

کتاب ''دولتِ مکیہ'' کا مطالعہ کیا،یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن و حدیث و اقوال صحیحہ پر مشتمل ہے.مؤلف علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام و خاص پر ہمیشہ جاری ہے۔انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے۔اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسن خاتمہ فرمائے.آمین! (ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء)

۲۴۔ احمد رمضان (شام)

۱۳۳۱ء میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاءؒ نے حضرت علامہ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف ''الدولۃ المکیہ'' سے آگاہ کیا۔میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کو حسن بیان اور پختگیِ برہان میں آفتاب کے مانند چمکتا پایا،یہ حقیقت صاحب بصیرت،اہلِ دل اور اہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا ہے جو عین حق ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ مؤلف علامہ جزائے خیر عطا فرمائے اور علمائے اہلِ سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں،آمین!

۲۵۔ ابراھیم عبد المعطی (قاھرہ)

یہ رسالہ نہایت ہی منزلت والا ایک بلند مینار ہے،اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو دین حق اور مشرب صحیح کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کے پڑھنے والے کو نفع بخشے،آمین!

۲۶۔ عبد الرحمٰن المدخنن المصری (قاھرہ)

ماہِ رمضان المعظم ۱۳۲۹ء میں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ہم زیارت قبر شریف سید الموجودین ﷺ سے مشرف ہوئے.

Marfat.com

یہاں مدینہ منورہ کے بعض افاضل نے رسالہ ہذا ''الدولۃ المکیہ'' کی خبر دی، میری زندگی کی قسم! مصنف نے اس میں اختیار کے ساتھ کافی ووافی دلائل جمع کر دیے ہیں، تطویل سے کوئی فائدہ نہیں اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت و جماعت کی مدد فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو نیک بات سنتے بھی ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، والحمد للہ رب العالمین!

۲۷۔ محمد سعید بن عبد القادر قادری النقشبندی (بغداد شریف)

میں نے اس رسالے پر پوری نگاہ ڈالی، جو کچھ فاضل امام، فخر انام مولانا مولوی احمد رضا خاں نے تحریر فرمایا ہے وہ مستحکم دلائل اور بلند براہین پر مبنی ہے اور وہی اہل ایمان کا قول ہے، بلاشبہ جو ان کلمات و اقوال کی مخالفت کرے وہ اہل کفر وطغیان میں سے ہے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں، دین اسلام میں واضح ہے۔

۲۸۔ موسیٰ علی الشافی الازہری الاحمدی الدریری (مدینہ منورہ)

میں نے رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' کا مطالعہ کیا، اس کو شفاء پایا اور اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے دلوں کی دوا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں دونوں جہاں میں اپنی عنایات نازل فرمائے، اس لیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزۂ علم غیب کی تائید کے لیے کھڑے ہو گئے جس سے کتاب اللہ اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں، یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتاب نصف النہار کی طرف روشن ہو گیا۔

(۴) الاجازات الرضویہ لمبجل بکتہ البھیہ

(۵) الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ

یہ دونوں کتابیں ان سندات پر مشتمل ہیں جو احمد رضا خاں محدث بریلوی نے علمائے اسلام کو عنایت فرمائیں۔ اس کے علاوہ اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علمائے اسلام نے احمد رضا کو ارسال فرماتے تھے۔

مدینہ منورہ میں بھی محدث بریلوی سے بیشتر علماء نے اجازت حاصل کی۔ علامہ نے بہت سے علماء کو زبانی اجازت مرحمت فرمائی اور بعض علماء سے یہ وعدہ کیا کہ وطن واپسی کے بعد سندات ارسال کر دی جائیں گی جیسے شیخ عمر بن حمدان المحرسی، سید مامون البری، شیخ الدلائل، شیخ محمد سعید وغیرہ۔ فاضل بریلوی کی وطن واپسی کے بعد جب سندات کی ترسیل میں تاخیر ہوئی تو ان حضرات نے مولانا بریلوی کے پاس خط لکھا۔ سید اسماعیل خلیل (۱۳۲۱ھ/ ۱۹۲۰ء) سندات کی ترسیل کی یاد دہانی کے لیے اپنے مکتوب محررہ (۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) میں لکھتے ہیں۔

''وعدتم الحقیر واخاہ بارسال الاجازت لمرویاتکم فلسہ نات. فکان اقرب الناس الیکم ابعدھم او کنا منسیاً منسیاً''[1]

ترجمہ: آپ نے حقیر اور اس کے بھائی سے اپنی مرویات کے اجازت بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ابھی تک اجازت

---

[1] الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۹۔۱۰

Marfat.com

موصول نہیں ہوئی، جو آپ سے زیادہ قریب تھا وہ بہت دور ہوگیا، یا ہمیں بالکل ہی بھلا دیا گیا ہے؟[1]

اسی طرح سید مامون البری مدنی اپنے مکتوب (محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) میں سندات کی ترسیل کی یاد دہانی کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد وقع منكم الوعد عند وصولكم الى المدينة الطيبة بان تمخوا من فضلكم الاجازة فی علوم الحديث والتفسير وغيرها للفقير والفقير منتظر انجاز ذالك الوعد و كتابته وارساله الخير خبرما وعد۔"

تلخیص: مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ علوم حدیث اور تفسیر وغیرہ میں حقیر کو سندو اجازت تحریر فرما کر ارسال کرینگے۔ فقیر ایفائے وعدہ کا منتظر ہے۔

وطن واپسی کے بعد علامہ بریلوی کے پاس علمائے حرمین شریفین کے بہت سے خطوط پہنچے۔ ان خطوط کو پڑھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے حرمین شریفین کے دلوں میں علامہ بریلوی کے لیے کس قدر محبت وعقیدت تھی۔ سید اسماعیل خلیل (حافظ کتب الحرام) اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۲ ارجب المرجب ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں محدث بریلوی کے مکتوب موصول ہونے پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"وصلنا غريز مشرفكم على طراز ثقار علماء المدينة المنوره على صابها افضل الصلوٰة والسلام فقرأناه واسرور والحبور متزايدات وتلوناه والدموع والزافرات متتابعات. فما علمنا هل ذالك شدة الاشتياق ام لعدم حصول الوصال والتلاق۔"[2]

ترجمہ وتلخیص: ہمیں آپ کا گرامی نامہ ملا، اس کو پڑھا تو خوشی پر خوشی میسر آئی اور آگے پڑھا تو آنسو بہنے لگے اور آہوں سے ہچکیاں بندھ گئیں۔ نہ معلوم یہ کیفیت شدت اشتیاق کی وجہ سے پیدا ہوئی یا وصل وملاقات سے حرماں نصیبی کی وجہ سے!

میں نے یہاں پر بطور نمونہ یہ خط پیش کیا ہے۔ علمائے حرمین شریفین کے بیشتر خطوط میں نے باب نہم میں پیش کئے ہیں۔

كفل الفقيه الفاهم فی احكام قرطاس الدراهم۔ احمد رضا خاں محدث بریلوی کی یہ کتاب ان کی شہرت ومقبولیت کے سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے۔ اس کتاب پر میں نے باب ششم میں تفصیل سے تبصرہ کیا ہے۔ کیونکہ باب ششم "مولانا کی تصانیف کا تنقیدی جائزہ" پر مشتمل ہے۔ پھر بھی میں نے یہاں اس کتاب کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔

"کفل الفقیہ" کیوں لکھی گئی، کتنے دنوں میں لکھی گئی، یہ کتاب کن علماء کے سوال کے جواب میں ہے اور اس کتاب کو علمائے حرمین شریفین میں کیا شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی، اس کا تفصیلی ذکر خود مصنف کتاب مولانا احمد رضا بریلوی نے کیا ہے۔

---

[1] الاجازت المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۳۔ ۱۴

[2] الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۱

Marfat.com

ترجمہ عربی: محرم ۱۳۲۶ھ میں مکہ معظمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میر داد امام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا مولانا حامد احمد محمد جداوی نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقیہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وہاب عز جلالہ ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ ''کفل الفقیہ'' وہیں لکھ دیا۔[1]

جب یہ رسالہ مکمل ہو کر علمائے حرمین شریفین کے سامنے پہنچا تو علمائے حرمین شریفین نے تسلی بخش جواب اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتاب کو دیکھ کر کتاب اور صاحب کتاب دونوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ خود فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

ترجمہ عربی: مکہ معظمہ کے اجل علمائے کرام و فقیہان عظام نے ''کفل الفقیہ'' کو ملاحظہ فرمایا، پڑھ کر سنایا۔ اس کی نقلیں لیں اور بحمد اللہ تعالیٰ سب نے بیک زبان مدحیں کیں جیسے حضرت شیخ الائمہ والخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر میر داد حنفی، حضرت عالم العلماء مفتی سابق و قاضی حال علامہ مولانا شیخ صالح کمال حنفی، حضرت مولانا حافظ کتب الحرام فاضل سید اسماعیل خلیل حنفی، حضرت مولانا مفتی حنفیہ عبداللہ صدیقی، رحمہم اللہ تعالیٰ[2]

گرچہ نوٹ کے بارے میں مولانا بریلوی سے پہلے مفتی مکہ معظمہ شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے سوال کیا جا چکا تھا لیکن انہوں نے جواب دینے سے اعراض[3] کیا اور صرف یہ تحریر فرمایا۔

''العلم امانة فی اعناق العلماء واللہ تعالیٰ اعلم''

ترجمہ: ''علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق کے علم میں یہ بات تھی کہ مفتی مکہ سے نوٹ کے بارے میں سوال کیا گیا تھا لیکن اس کا جواب نہ دے سکے۔ چنانچہ جب انہوں نے کفل الفقیہ الفاھم کا مطالعہ کیا تو جواب پڑھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے۔

''این کان شیخ جمال بن عبداللہ من ھذا النص الصریح''

''شیخ جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہے؟''

جس عبارت پر مفتی حنفیہ بے ساختہ بول پڑے وہ فتح القدیر کی یہ عبارت ہے۔ ''لو باع کاغذة بالف یجوز ولا یکرہ''[5]

''کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچتا ہے تو بلا کراہت جائز ہے'' ''کفل الفقیہ الفاھم'' کی وجہ سے مولانا کو

---

[1] کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، مطبوعہ۔ لاہور، ص ۱۶۶

[2] کل الفقیھہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ص ۶۶

[3] ملفوظات، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۱۹

[4] الملفوظ، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۱۹

[5] سوانح اعلیٰ حضرت، بدر الدین احمد، مطبوعہ، لاہور، ص ۲۸۲

Marfat.com

علمائے حرمین شریفین میں جو شہرت و مقبولیت ملی وہ اظہر من الشمس ہے۔ علماء جوق در جوق آپ سے ملاقات کرنے آتے اور آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل کرتے۔

سابق قاضی مکہ شیخ صالح کمال مولانا کی فقیہانہ بصیرت سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ اپنے دورِ قضاۃ کا ایک ایک فیصلے سناتے اور اگر مولانا بریلوی ان فیصلوں کی توثیق فرماتے تو آپ خوش ہو جاتے اور اگر رد فرماتے تو افسوس کرتے کہ غلط فیصلے کیوں کر دیے۔[1]

احمد رضا خاں محدث بریلوی کی شہرت و مقبولیت علمائے حرمین شریفین میں نہ صرف ان کے وقت میں تھی بلکہ عہد جدید میں بھی اپنے علم و فضل اور فقہی بصیرت کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں غلام مصطفیٰ صاحب (شاگرد امجد علی علیہ الرحمہ، مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، گھوڑا مارا، راجشاہی، مشرقی، پاکستان) زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا موصوف نے اپنے اس سفر مبارک کے حالات و واقعات کو ایک سفرنامے کی شکل میں ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ اس سفرنامے میں مولانا غلام مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ مولانا مفتی سعد اللہ مکی فرماتے تھے کہ بلادِ عرب میں عموماً اور حرمین طیبین میں خصوصاً علمائے کرام جس قدر فاضل بریلوی سے واقف ہیں خود ہندوستان کے لوگ نہیں۔ چنانچہ مولانا مفتی سعد اللہ مکی نے بطور آزمائش مولانا غلام مصطفیٰ کو ان کے رفقاء کے ساتھ مولانا سید محمد علوی مالکی کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت مکہ معظمہ میں قاضی القضاۃ تھے، اور آپ کے والد فاضل بریلوی کے ہم عصر تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ اور ان کے رفقاء سید محمد علوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنا تعارف پیش کیا، "نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولٰنا احمد رضا خاں الفاضل البریلوی رحمۃ اللہ علیہ" اتنا سن کر سید علوی صاحب کھڑے ہو گئے اور ہر ایک سے معانقہ فرمایا اور کہا[2]

"نحن نعرفه بتصنيفاته وتاليفاته حبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة"[3]

ترجمہ: ہم ان کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں۔ ان سے محبت سنت کی نشانی ہے اور ان سے عداوت بدعتی کی نشانی ہے۔"

مولانا غلام مصطفیٰ نے اپنے سفرنامے میں ایک اور شخص مولانا عبدالرحمن درویش کا ذکر کیا ہے جو تقریباً اسی ۸۰ سال کے تھے۔ آپ مولانا بریلوی کے قیام حجاز کے زمانے میں جوان العمر تھے۔ مولانا موصوف فرماتے تھے۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے، اور اتنا احترام

---

[1] الملفوظ، احمد رضا خاں، ص ۲۱ (ملخصاً)

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں معمولات الابرار بمعانی الآثار لکھنؤ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء، ص ۲۰۰، مؤلفہ۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی

[3] ایضاً ص ۲۹۸

Marfat.com

فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔''[1]

محدث بریلوی کے بے پناہ علمی صلاحیتوں کی بنا پر علمائے عرب نے آپ سے سندات و اجازات لیں اور زانوئے تلمذ بھی تہ کیا۔ نہ صرف قیام حرمین طیبین کے درمیان ہی آپ سے استفادہ کیا بلکہ وطن واپسی کے بعد آپ کے شہر بریلی آکر بھی استفادہ کیا۔ مولانا عبدالقادر مدنی کے صاحبزادے مولوی سید حسین مدنی علم و آفاق اور علم تکسیر کی تحصیل کے لیے بریلی آئے اور چودہ ماہ یہاں قیام فرمایا۔ فاضل بریلوی نے مولانا سید حسین مدنی کے لیے اس فن میں "اطائب الاکسیر فی علم التکسیر" رسالہ تحریر فرمایا۔[2]

کسی شخصیت کی جتنی مخالفت کی جاتی ہے وہ اتنی ہی شہرت کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ لوگ مخالفت کی وجہ سے اس شخصیت کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں اور ہر شخص اپنے اپنے انداز سے اس شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر کیوں اتنی مخالفت ہو رہی ہے، اس حقیقت کو جاننے کا جب تجسس پیدا ہوتا ہے تو قاری بغض و عناد کا چشمہ اتار کر غیر جانبداری کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو اس شخصیت میں کچھ متاثر کر دینے والی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو مخالفت بھی قاری اور مداحوں کی تعداد کو بڑھانے کے لیے ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ چنانچہ جلیل القدر عالم اور عہد حاضر کے زبردست فقیہ مولانا سراج احمد (متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء) جو ستر سال تک درس دینے اور نصف صدی تک فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ مولانا سراج احمد خود فرماتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں یہ بات ذہن نشین کر دی گئی تھی کہ مولوی احمد رضا کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے، اور ان کی تصانیف تحقیقی نہیں ہیں، یہاں تک کہ ان کے تبحر علمی کو غلو سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ آپ آگے فرماتے ہیں کہ اتفاق سے رسالہ میراث کی تالیف کے وقت ایک مسئلہ میں الجھن پیدا ہوگئی تھی، اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دہلی، علمائے سہارنپور اور علمائے دیوبند سے فتویٰ طلب کیا گیا لیکن کہیں بھی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔ بالآخر مولوی احمد رضا کو خط لکھا گیا۔ علامہ نے بڑا مدلل اور تسلی بخش جواب دیا۔ اس جواب سے مولانا سراج احمد صاحب پر جو اثر ہوا اس کا بیان خود ان کے الفاظ میں دیکھئے۔

''اس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کے متعلق میرا انداز فکر یکسر بدل گیا اور ان کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار و پود بکھر گئے۔ ان کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے بارے میں حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔''[3]

مولانا سراج احمد نے اپنے مکتوب (بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری) میں مولوی نظام الدین احمد پوری (وہابی) کا ایک واقعہ

---

۱ معمولات الابرار بمعانی الآثار، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء لکھنؤ، مؤلف، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی ص ۳۰۲

۲ سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ، لاہور، ص ۲۸۶ اور الملفوظ، حصہ دوم، ص ۳۸

۳ سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۳

Marfat.com

بیان کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ کے سلسلے میں جب میں نے فاضل بریلوی کا رسالہ "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کے چند اوراق پڑھ کر سنائے تو آپ حیرت و تعجب میں پڑ گئے اور فرمایا۔

"یہ سب منازل فہم حدیث مولانا کو حاصل تھے! افسوس میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔"

پھر جب چند مسائل فقہ کے جوابات رسائل رضویہ سے سنائے تو فرمایا۔

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔"[1]

مولوی نظام الدین احمد پوری (مسلکاً وہابی) اپنے معاصرین علماء میں سے کسی کو ہم پلہ نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن انہوں نے فاضل بریلوی کے تبحر علمی کا اعتراف فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے فتاویٰ عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بنے۔ آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر آپ کی فقیہانہ شان کا اعتراف حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن خلیل نے ان الفاظ میں کیا:

"واللہ اقول والحق اقول انه لوراٰھا ابو حنفیه النعمان لاقرت عنیه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب۔"[2]

ترجمہ: "قسم بخدا بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر ابوحنیفہ نعمان آپ کا فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔"

احمد رضا بریلوی نے عقلی علوم وفنون خصوصاً سائنس اور ریاضی کو علوم دینیہ بالخصوص فقہ کے لیے لازم وملزوم سمجھا۔ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے۔ محدث بریلوی نے فقہی مسائل کی تشریح و توضیح میں لوگارثم (Logarithms)، اکسپونشیل سیریز (Exponential Series)، علم کیمیا (Chemistry)، الجبرا ٹرگنومیٹری (Trigonometry)، مثلث کروی (Spherical Trigonometry)، علم طبیعات (Physics)، میں روشنی (Light) اور صوت (Sound) مثیز ارضیات (Geology)، علم الحیوانات (Zoology)، علم نباتات (Botany) اور میڈیکل سائنس (Medical Science)، وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔

احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ سے آج بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ نہ صرف پاک و ہند بلکہ عرب ممالک کے لوگ آج بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کو دیکھ کر ان کو خراج تحسین پیش کرتے اور اس کو پڑھنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ مولانا کے فتاویٰ سے متعلق ایک واقعہ ندوہ (لکھنؤ) کے پچاسی سالہ جشن کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔ بقول یٰسین اختر اعظمی ۲۵ تا ۲۸ شوال ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی مہمان شریک ہوئے تھے۔

---

[1] سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، ص ۳۴

[2] رسائل رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۲، ص ۸۵۲ (مکتوب سید اسماعیل بن خلیل محررہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵، بنام امام احمد رضا)

Marfat.com

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) میں کتابوں کی نمائش کا انتظام تھا۔ بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانۂ روزگار شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ وممتاز ترین تصنیفات فن وار مندرج تھیں۔ فاضل بریلوی کی بھی کتاب عقائد وکلام کے نقشے میں "خالص الاعتقاد" اور فقہ کے طغرے میں "الینوہ الوضیۃ" تھی۔ چنانچہ ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسویں کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی نگاہ جب احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب "خالص الاعتقاد" پر پڑی تو فوراً بول اٹھے "این مجموعۃ فتاوی الشیخ احمد رضا البریلوی؟" حاضرین نے ان کی بات سنی ان سنی کردی لیکن جب اس کی اطلاع یٰسین اختر اعظمی کو ملی تو آپ ملاقات کی غرض سے ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل (لکھنؤ) ڈھائی بجے دن میں پہنچے۔ اس وقت پروفیسر عبدالفتاح ابوغدہ کو صدر جمہوریۂ ہند جناب فخر الدین علی احمد مرحوم کے یہاں دعوت میں جانا تھا اس لیے آپ تیاریوں میں مصروف تھے۔ دوران گفتگو میں نے پوچھا "سمعت انك تستاق الى مطالعة مجموعة فتاوى الشيخ الامام احمد رضا" (میں نے سنا ہے کہ آپ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں) فتاویٰ رضویہ کا نام سنتے ہی شیخ کا چہرا دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں کہا۔ ہاں! کیا آپ کے پاس موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت تو نہ مل سکے گی مگر انشاء اللہ بہت جلد بذریعۂ ڈاک ارسال کردونگا۔ میرا دوسرا سوال تھا "کیف عرفت علمہ وفضلہ" (آپ ان کے علم وفضل سے کیسے متعارف ہوئے) اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی۔ فرمایا عطر بہر حال عطر ہی ہے۔ کتنا بھی اسے بند شیشی میں رکھا جائے اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے۔ اس کے بعد شیخ نے جواباً عرض کیا۔

"میرے ایک دوست کہیں سفر پر جارہے تھے۔ ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی۔ میں نے جلدی۔ جلدی میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب وسنت واقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران وششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوی کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔"[1]

علمائے عرب کو مولانا کی عربی تصانیف پڑھنے کا بے حد شوق تھا۔ حافظ کتب حرم سید اسماعیل بن خلیل نے علامہ بریلوی کا ردالمحتار پر ان کا حاشیہ طلب فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ "تحراتكم التى على حاشية ابن عابدين لا يخفى خبابكم انني من المحتاجين اليها جعلكم الله من المحسنين" اور[2] اسی طرح مولانا سید مامون البری مدنی محدث بریلوی کی عربی تصنیفات کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

[1] امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، یٰس اختر مصباحی، مطبوعہ، مجموعہ الاسلامی، مبارک پور ۱۹۷۷ء، ص ۱۵۲ تا ۱۵۴

[2] مکتوب سید اسماعیل بن خلیل محررہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام احمد رضا

Marfat.com

"نرجوایضا من حضرتکم ان ترسلوا الینا بعضا من تالیفاتکم العربیہ"[1]

''آپ کی بارگاہ سے امید ہے کہ اپنی بعض تالیفات عربیہ ارسال فرمائینگے''

مولانا کی شہرت ومقبولیت اور بے پناہ علمی صلاحیتوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کوئی انہیں ''مجدد'' کہتا ہے تو کوئی ''اماموں کا امام'' جیسے حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن سید خلیل فرماتے ہیں:

"بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا"[2]

''بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بیشک یہ بات سچی و صحیح ہے۔''

شیخ موسیٰ علی شامی ازھری احمدی دردیروی مدنی نے محدث بریلوی کے علم وفن کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: ''امام الائمہ المجددا ھذہ الامۃ''[3] اماموں کے امام اور اس امتِ مسلمہ کے مجدد۔''

مولانا سید مامون البری مدنی نے محدث بریلوی کی شخصیت کو اس طرح دیکھا:

"فھو الحقیق بان یقال انہ فی عصرہ اوحد کیف وفضلہ اشھر من نار علی علم۔"[4]

''وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل وکمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ پر جلائی جاتی ہے۔''

علمائے حرمین شریفین میں احمد رضا خاں بریلوی کو جو قدرومنزلت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ معظمہ میں شیخ الخطباء مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد ضعیفی کی وجہ سے احمد رضا خاں کے پاس ملاقات کی غرض سے نہ آسکے تو انہوں نے مولانا بریلوی کو بلایا اور انہیں کی زبانی ان کا تالیف کردہ رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' جو علمائے حرمین شریفین میں محدث بریلوی کی شہرت کا سبب بنا، سماعت فرمایا۔ جب مولانا بریلوی شیخ کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو شیخ میرداد کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو آپ نے بے ساختہ ارشاد فرمایا:

''انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعلیکم۔''[5]

''ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں، ہم آپ کی جوتیوں کو چومیں۔''

احمد رضا محدث بریلوی نے نہ صرف مشرقی دنیا میں بلکہ مغربی دنیا میں بھی اپنے علم وفضل کا لوہا منوا کر اپنی شہرت کا پرچم

---

۱ مکتوب سیّد مامون البری مدنی، محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا

۲ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۵۱

۳ الدولۃ المکیہ، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ کراچی، ص ۲۶۴

۴ مکتوب سیّد مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، جلد اوّل، ص ۱۳۶

۵ الملفوظ، جلد اوّل، احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی

Marfat.com

لہرایا۔مولانا بریلوی نے ایک امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیشین گوئی کے رد میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ بعنوان "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" لکھا۔اس پیشین گوئی کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۱۹ء میں پروفیسر البرٹ نے (جو مسیگن یونیورسٹی (امریکہ) اور ٹورن یونیورسٹی (اٹلی) سے وابستہ تھے)۔ایک پیشین گوئی کی کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت کئی ستاروں کے جمع ہونے سے جذب وکشش کی وجہ سے ممالک متحدہ میں زبردست تباہی مچے گی۔یہ خبر اخبار "ایکسپریس" (بانکی پور، بھارت) میں شائع ہوئی۔جب پروفیسر البرٹ کی اس پیشین گوئی کی خبر محدث بریلوی کو ہوئی تو انہوں نے پیشین گوئی کو لغو قرار دیا اور اس کے رد میں ایک علمی اور تحقیقی مقالہ معین مبین کے عنوان سے لکھا جو "الرضا" (بریلی) میں شائع ہوا۔[1] مولانا بریلوی نے سترہ دلائل سے اس پیشین گوئی کو رد کیا۔اکتوبر ۱۹۱۹ء کو یہ پیشین گوئی کی گئی جو ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو واقع ہونی تھی۔دنیا کے تمام ہیئت داں ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو دوربین لیے دیکھتے رہے[2] مگر وہ تباہی نہ مچی جس کی پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کی تھی بلکہ فاضل بریلوی کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔

علامہ بریلوی نے جن مغربی سائنس دانوں کا تعاقب کیا ان میں گیلیلیو، ہرشل کیپلر، کوپرنیکس، آئزک نیوٹن، البرٹ ایف پورٹا اور البرٹ آئن سٹائن کے نام قابل ذکر ہیں۔مغربی سائنس دانوں میں نیوٹن اور آئن سٹائن کی ریاضیاتی اور سائنسی خدمات بہت اہم ہیں۔احمد رضا بریلوی نے ان دونوں میں نیوٹن کا بالخصوص تعاقب کیا ہے۔

آئزک نیوٹن (Isaac Newton): نیوٹن نے ایک سیب گرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے نظریہ کشش ثقل (Law of Gravitation) دریافت کیا۔

نیوٹن کا نظریہ جاذب (Newton's Law of Gravitation):

"Everybody in this universe attracts every other body with a force which is directly proportional to the product of thier masses and inversely proportional to the square of the distance between their centres".

یعنی کائنات میں ہر جسم ایک دوسرے کو ایک قوت کے ساتھ کھینچتا ہے جو دونوں اجسام کے مقدار کے ضرب کا بالواسطہ متناسب ہوتا ہے اور ان کے بیچ کی دوری کے مربع کا معکوس متناسب ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔اسی بات کو احمد رضا نیوٹن کے حوالہ سے اس طرح لکھتے ہیں۔

---

[1] الرضا (بریلی) شمارہ صفر ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء

[2] نیویارک ٹائمز (نیویارک) شمارہ ۱۶ و ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء

Marfat.com

''ہر جسم میں دوسرے کو اپنی طرف کھینچنے کی ایک قوت طبعی ہے جسے جاذبہ یا جاذبیت کہتے ہیں اس کا پتہ نیوٹن کو ۱۶۶۵ء میں اس وقت چلا جب وہ وبا سے بھاگ کر کسی گاؤں میں گیا۔ باغ میں تھا کہ درخت سے سیب ٹوٹا اسے دیکھ کر سلسلہ خیالات چھوٹا جس سے قواعد کشش کا بھبوکا پھوٹا۔''[1]

نیوٹن کے نظریات کا رد: احمد رضا فاضل بریلوی نیوٹن کے نظریات کا رد و تعاقب اس طرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول سیب گرنے اور جاذبیت کا آسیب جاگنے میں علاقہ بھی ایسا ہی لزوم کا تھا کہ وہ گرا اور یہ اچھلا کیونکہ اس کے سوا کوئی سبب ہو سکتا ہی نہ تھا۔''[2]

آگے پھر لکھتے ہیں۔''اولاً۔ عقلائے عالم اثقال میں میل سفل سامنے ہیں کیا وہ میل اس کے گرنے کو کافی نہ تھا یا میل نہ جانا، یوں نہ سمجھ سکتا تھا کہ ثقیل کے استقرار کو وہ محل چاہیئے جو اس کا بوجھ سہارے۔ سیب وہی ٹوٹے گا جس کا علاقہ شاخ سے ضعیف ہو جائے، وہ کمزور تعلق اب اس کا بوجھ نہ سہار سکے ورنہ سبھی نہ ایک ساتھ ٹوٹ جائیں۔ ادھر تو ضعیف علاقہ کے سبب شاخ سے چھوٹا ادھر اس سے نرم تر ملا ہوا کا ملاء اسے کیا سہارتی لہٰذا اس سے کثیف تر ملاء درکار ہوا کہ زمین ہو یا پانی کیا اتنی سمجھ نہ تھی یا بطلان میل پر کوئی قطعی دلیل قائم کر لی اور جب کچھ نہیں تو جاذبیت کا خیال محض ایک احتمال ہوا۔ محتمل مشکوک بے ثبوت بات پر علوم کی بنا رکھنا کار خردمنداں است۔

ثانیاً: لطف یہ کہ یہی ہیئات جدیدہ والے جابجا ثقیل میں میل ثقل مانتے، خفیف میں میل علو لکھ جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ میل جاذبیت کا سارا میل کاٹ دے گا۔ جب ثقیل اپنے میل سے گرتا سیب کا ٹوٹنا جاذبیت پر کہاں دلالت کرتا ہے۔ یہ یقین و احتمال و طریق استدلال و منصب مدعی و سوال سے ان کی ناواقفی ہے۔ معلول کے لیے علت درکار ہے۔ جب ایک کافی و وافی علت موجود اور تمہیں بھی مسلم ہے تو اسے چھوڑ کر دوسری بے ثبوت کی طرف اسے منسوب کرنا کون سی عقل ہے۔ بالفرض اگر علت کافیہ معلوم نہ ہوتی تو بلا دلیل کسی شیٔ کو علت بنا دینا مردود ہوتا ہے۔ وہاں یہ کہنا تھا کہ علت ہمیں معلوم نہیں نہ یہ کافی علت موجود و مسلم ہوتے ہوئے اس سے فرار اور دوسری پر بے دلیل قرار۔ جاذبیت کے رد کو ایک یہی بس ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا جاذبیت پر ایمان بالغیب انہیں مجبورانہ میل طبعی کے انکار پر لانا ہے۔ اگرچہ وہ نادانی سے کہیں مقر رہوں اگرچہ وہ بے دلیل منکر ہوں اور میل طبعی کا ثبوت بلکہ احتمال ہی جاذبیت کو باطل کرتا ہے کہ جب میل ہے جاذبیت کی کیا حاجت اور اس کے وجود پر کیا دلیل؟

ردّ سوم: اول بمبر ۲۰۵ فرض کردم کہ سیب گرنے سے زمین پر جاذبیت کا آسیب آیا مگر اس نے شمس میں جاذبیت کیسے سمجھی گئی جس کے سبب گردش کا طومار باندھ دیا۔ کیا اس پر بھی کوئی سیب گرتے دیکھا یا یہ ضرور ہے کہ جو کچھ زمین کے لیے ثابت ہو

---

[1] فوز مبین در ردّ حرکت زمین، ص ۳۱

[2] فوز مبین در ردّ حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۳۱

Marfat.com

آفتاب میں بھی ہو۔"[1]

اسی طرح فاضل بریلوی نے نیوٹن کا نظریہ نافریت (Repulsion) کا بھی رد فرمایا۔ نیوٹن نے جاذبیت (Gravity) کے لیے نافریت (Repulsion) کو ضروری قرار دیا۔ احمد رضا بریلوی نافریت کے رد میں لکھتے ہیں:

"جاذبیہ تو سیب کے گرنے سے پہچانی یہ کاہے سے جانی شاید سیب گرتے میں نیچے دیکھا تو زمین تھی اس کا جذب خیال میں آیا اور پر دیکھا تو سیب شاخ سے بھاگتا پایا یوں نافرہ کا ذہن لڑایا حالانکہ نیچے لانے کو ان میں ایک کافی ہے دو کس لیے؟ "حدائق النجوم" میں کہا کہ برابر سطح پر گولی پھینکیں تو بالطبع خط مستقیم پر جاتی ہے یہ نافرہ ہے۔ پھینکیں میں اس کا جواب ہے آہستہ رکھ دیں کہ جنبش نہ ہو تو بال بھر نہ سرکے گی۔ جہاں سطح پوری لیول میں نہ ہو تو ڈھال کی طرف ڈھلکے گی۔ پھر کہا کنکیا میں پتھر باندھ کر اڑائیں چھوٹ کر سیدھا زمین پر آگا یہ نافرہ ہے۔ اقول یہی بات آگئی جو ہم نے ان کی دانش پر گمان کی تھی کہ نیچے دیکھا تو جذب سمجھے اوپر نگاہ اٹھی تو اسے بھول گئے فرار پر فرار ہو۔"[2]

نافریت کی رد کے بعد احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

"تم جاذبیت کے لیے نافریت لازم مانتے ہو کہ وہ ہوا اور یہ نہ ہو تو کھینچ کر وصل ہو جائے اور ہم نافریت باطل کر چکے تو جاذبیت خود باطل ہو گئی کہ بطلان لازم بطلان ملزوم ہے۔"[3]

احمد رضا بریلوی نے جاذبیت (Gravity) کے رد میں متعدد دلیلیں دی ہیں۔ ان دلائل میں منطق، ریاضی و ہیئت (Astronomy) کا بھی استعمال کیا ہے۔

آئزک نیوٹن نے اپنے نظریہ جاذبہ بالثقل اضافی (Force Gravity) کے سلسلے میں مدوجزر کا نظریہ (View point of tide) بھی بطور تائید پیش کیا ہے۔ احمد رضا نے کتاب "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں مدوجزر کے نظریہ کا رد کیا ہے۔ نیوٹن نے مدوجزر کا ہونا جذب وقمر کو قرار دیا ہے۔ فاضل بریلوی نے نیوٹن کے حوالے سے لکھا ہے:

"ہر شبانہ روز میں دوبار سمندر میں مدوجزر ہوتا ہے جسے جوار بھاٹا کہتے ہیں۔ یہ جذب قمر کا اثر ہے ولھذا جب قمر نصف النہار پر آتا ہے اس کے چند ساعت بعد حادث ہوتا ہے۔ آفتاب کو بھی اس میں دخل ہے ولھذا اجتماع ومقابلہ نیرین کے ڈیڑھ دن بعد سب سے بڑا مد ہوتا ہے مگر اثر شمس بہت کم ہے۔"

تبصرہ: نیوٹن کے مطابق ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ کے وقفہ کے دوران ہر شبانہ روز دوبار سمندر میں جوار بھاٹا آتا ہے کیونکہ ۲۴ گھنٹے ۵۰ منٹ میں زمین ایک بار چاند کے حوالہ سے گھوم جاتی ہے دو متواثر مدوں (جوار کی بلندی میں عدم مساوات پائی

---

[1] فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں، ص ۹۴۔۹۵

[2] فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲۳

[3] فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۹۵

Marfat.com

جاتی ہے لیکن یکے بعد دیگرے مدوں کی بلندی تقریباً برابر ہو جاتی ہے یہ بھی قمر کے خط جدی (Tropic of Capricorn) خط استوا (Equator) یا خط سرطان (Tropic of Cancer) پر قمری یوم کے دوران ہونے کے مطابق ہے۔ مہینہ کے دوران دو سب سے بڑے مد ہوتے ہیں (ہر پونے پندرہ دن بعد) جن کی بلندی عام مد سے تقریباً ۲۰ فیصد زیادہ ہوتی ہے یہ ماہِ نو اور ماہِ کامل (Full Moon) سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح دو سب سے چھوٹے جزر (بھاٹا) اس وقت ہوتے ہیں جب چاند اور سورج زمین کے لحاظ سے ۹۰ پر ہوں۔ قمری ماہ (Lunar Month) میں چاند ایک بار زمین کے نزدیک ترین ہوگا اور اس دن سب سے بڑا مد ہوگا اور اسی طرح ایک دن دور ترین ہوگا جس پر سب سے چھوٹا جزر ہوگا۔[1]

نیوٹن کے نظریات کا رد احمد رضا بریلوی اس طرح کرتے ہیں:

''چاند تو زمین کے ایک طرف ہوگا دوسری طرف پانی کس نے کھینچا۔ یہ تو جذب نہ ہوا رفع ہوا۔''[2]

''کرۂ زمین کو آب و خاک کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے اور جذب صرف آب پر ہوتا ہے، جو گذشتہ بیان کی نفی ہے۔''[3]

مزید فرماتے ہیں: ''دیکھو تمہارے زعم میں جذب شمس سے زمین گھومتی ہے تو تینوں اجزاء و خاک، آب باد کو ایک ساتھ یکساں متحرب مانتے ہو نہ کہ سب ایک دوسرے سے جدا ہو کر چلیں۔''[4]

محدث بریلوی نے اسی طرح متعدد دلائل سے نیوٹن کے نظریۂ مد و جزر اور جذب و کشش کے نظریات کا رد کیا ہے۔ مد و جزر کے سلسلے میں احمد رضا حساب لگا کر یہ نتیجہ نکالتے ہیں: ''قاعدہ نیوٹن اگر صحیح ہے تو قمر پر جاذبیت ارض ۵۰۰۰ ہوگی یہ بھی بہت نادر ہے اکثر اوقات اس سے بھی کم۔ زمین سے قمر کا بعد البعد ۲۵۱۰۹۴ میل ہے۔ اور شمس سے زمین کا بعد اقرب ۹۱۳۴۱۹۷۴ میل فرض کیجئے۔ شمس اپنے بعد اقرب پر ہے اور قمر اجتماع میں اپنے بعد البعد پر کہ شمس و ارض سے فاصلہ قمر میں سب سے کم تفاوت کی صورت ہے۔۔۔۔۔۔''[5]

آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

''یعنی شمس اگر قمر کو اپنی طرف ایک میل کھینچتا ہے تو زمین اپنی طرف پانچ ہزار میل اور تقریر ردِ پنجم شامل کیجئے تو جذب زمین کے مقابل جذب شمس گویا صفر رہ جائے گا اور زمین کا جذب المعارض و مزاحم کا کام فرمائے گا اور شک نہیں کہ یہ جذب ہزاروں

---

[1] افکار رضا، ممبئی (سہ ماہی) ۱۹۹۸ء، ص ۲۱

[2] فوز مبین در ردِ حرمت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۵۰

[3] فوز مبین در ردِ حرکت ملخصاً، ص ۵۱

[4] فوز مبین در ردِ حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۵۱

[5] فوز مبین در ردِ حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۰۳

Marfat.com

برس سے جاری ہے اور وہ کیا ہے کہ قمر ابھی تک زمین پر گر نہ پڑا۔ اگر جاذبیت صحیح ہوتی ضرور کب کا گر چکا ہوتا تو جاذبیت محض مہمل خیالی ہے۔"[1]

"نیوٹن کے اس قول کے رد میں کہ "اگر زمین کو اتنا دبا دیا جائے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اس کی ساحت ایک انچ مکعب (One cubic foot) سے زیادہ نہ ہوتی۔"[2]

فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

"اہل انصاف دیکھیں سردار ہیئات جدیدہ نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات کہی۔ کرۂ زمین اگر دب کر ایک انچ مکعب رہ جائے تو اولاً یہ سارا کرہ جو کھربوں میل میں پھیلا ہوا ہے صرف ایک لاکھ دس ہزار پانچ سو بانوے (592,10,1) ذروں کا مجموعہ ہو۔ ہر ذرہ بال کی نوک کے برابر۔۔۔۔۔۔ پورے ساٹھ سمجھئے۔ بس یہ کائنات قطر زمین کی ہوتی اور اب ایک انچ طول کی خاک میں گن لیجئے اتنے ذرے فی الحال موجود ہیں تو باقی ۸ ہزار میل کا خط کہاں سے بنا۔"[3]

اسی طرح محدث بریلوی حساب لگا کر بتاتے ہیں۔

"جب قطر میں ساٹھ ہی ذرے ہوئے اور وہ ۱۲۰ درجے اور زمین کا درجہ قطریہ ۶۶ میل کے قریب ہے یعنی ۶۵,۹۴۲۳ میل کے نصف قطر معدل ۳۹۵۶,۵۴۳ میل ہے تو سب اس سمٹنے کے بعد پھیل کر حالات موجودہ پر آئی، ہر ذرہ دوسرے سے ۱۳۲ میل کے فاصلے پر ہوتا تو زمین محسوس ہی نہ ہو سکتی۔"[4]

اس طرح فوزمبین میں نیوٹن کے نظریات کا رد کیا اور زبردست تعاقب کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی کے رد تعاقب کی خوبی یہ ہے کہ مخالف اپنے دعوے میں جس علم وفن کی کتب سے دلیلیں دیتا ہے وہ اسی علم وفن سے اس کا رد فرماتے ہیں۔[5] لہذا احمد رضا محدث بریلوی نے قرآن، تفسیر وحدیث کے علوم کی روشنی میں غیر اسلامی نظریات سائنس کا رد کیا اور سائنس دانوں کا تعاقب فرمایا۔

مولانا کی عبقری شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج دنیا بھر میں بہت سے ادارے آپ پر کام کر رہے ہیں جیسے۔

۱۔ رضا اکیڈمی ممبئی ۲۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

---

[1] فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۰۳۔ ۱۰۴

[2] فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۰

[3] فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۱

[4] فوزمبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۷۱

[5] افکار رضا ممبئی، اپریل تا جون ۱۹۹۸ء، ص ۱۷ تا ۲۳

Marfat.com

۳۔ رضا اکیڈمی، لاہور　　۴۔ سنی رضوی سوسائٹی، افریقہ

۵۔ رضا اکیڈمی، برطانیہ

رضا اکیڈمی، ممبئی: یہ اکیڈمی ۱۹۷۶ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانی الحاج محمد سعید نوری ہیں۔ اس اکیڈمی نے اب تک تقریباً چارسو (۴۰۰) کتابیں شائع کی ہیں۔ جن میں ڈھائی سو سے زائد احمد رضا بریلوی کے کتب و رسائل ہیں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی: یہ کراچی، پاکستان کا مشہور ادارہ ہے جس نے احمد رضا بریلوی پر کثیر تعداد میں عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں لٹریچر شائع کر کے دنیا بھر میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، لاہور: اس اکیڈمی نے بھی ۱۹۹۴ء تک سو (۱۰۰) سے زیادہ کتابیں شائع کی ہیں جس میں اکثر کتابیں رضویات سے متعلق ہیں۔[1]

سنی رضوی سوسائٹی، افریقہ: یہ ادارہ ڈربن، افریقہ میں قائم ہوا۔ اس کے بانی علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی ہیں۔ علامہ نے فاضل بریلوی پر انگریزی لٹریچر شائع کر کے افریقہ، انگلستان، فرانس بلکہ تمام یورپ میں پھیلایا۔

رضا اکیڈمی، برطانیہ: اس ادارے کے بانی حاجی محمد الیاس ہیں۔ انہوں نے اپنے انگریزی رسالہ ''اسلامک ٹائمز'' کے ذریعہ پیغام رضا کو مغربی ممالک کے انگریزی داں طبقہ تک پہنچایا ہے۔ مزید برآں اس اکیڈمی نے احمد رضا بریلوی اور دوسرے علماء کی تصانیف کے انگریزی تراجم بھی شائع کیے ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی پر بہت سے مضامین اور تاثرات کا اظہار ہمیں اس وقت کے اخبار و رسائل ''دبدبہ سکندری'' رامپور اور ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ وغیرہ میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان اخبارات و رسائل میں کہیں آپ کے کلام پر تبصرہ ملتا ہے تو کہیں فتاویٰ پر، کبھی خود آپ کی شخصیت سے متعلق مضامین دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ''دبدبہ سکندری'' شمارہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۱۲ء بروز دوشنبہ جلد نمبر ۴۸ کے صفحہ نمبر ۳ پر شاہ محمد افضل حسن صابری نائب ایڈیٹر (دبدبہ سکندری) لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کا جو رتبہ ہے اسے تو آنکھوں والوں سے پوچھئے، نابینا ہرگز کسی بات کو نہیں دیکھ سکتا اور نہ یہ بتا سکتا کہ کسی کے قصرِ فضل و کمال کا کون سا درجہ، کس صنعت و دستکاری سے بن سنور کر مرتب ہوا ہے۔ بلکہ وہ تو ساری دنیا کو اپنی ہی مثل جانتا اور سمجھتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چند چشمان عقل کے اندھے اس ملائک صفات بشر کے علو مرتبت میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مدظلہم الاقدس کی اس میں معاذ اللہ کسی طرح کمی مرتبت واقع نہیں ہوتی ......''[2]

بیشتر علوم و فنون پر مہارت، ہزارہا کتب و رسائل، ترجمہ قرآن پاک اور بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ''فتاویٰ رضویہ'' علامہ بریلوی

---

[1] افکار رضا، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء، ممبئی، ص ۴۷

[2] دبدبہ سکندری، رام پور یکم اپریل ۱۹۱۲ء، جلد ۴۸، ص ۳

Marfat.com

کی شخصیت کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مضبوط بنیاد ہے۔

کچھوچھہ شریف کے صوفی صحافی مولانا سید محمد جیلانی اشرف احمد رضا بریلوی کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم وفنون پر ایک ہزار کتب ورسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق وایمان سے بھرپور ترجمہ قرآن دیا۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ 'فتاویٰ رضویہ'' کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان علمی اور تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ رسالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر پانچ گھنٹے میں امام احمد رضا ہمیں ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر اپنی جامع وہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔''[1]

محدث بریلوی کے وہ تمام کارنامے جو دنیائے اسلام میں آپ کی شہرت ومقبولیت کا سبب بنے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی گئی ہے۔ جس سے آپ کی عبقری شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

[1] ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۸

Marfat.com

۱۔ ۱۹۱۶ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے، جامعہ ازہر (قاہرہ)، جامعہ عین الشمس (قاہرہ)، جامعہ بغداد، جامعہ حلوان وغیرہ میں درس دیتے رہے۔ شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، یورپ، ترکی، ایران وغیرہ کے ۲۶/جامعات آپ کے علمی فیض سے مستفیض ہوچکی ہیں۔ آپ نے گیارہ زبانوں میں پڑھایا، تصانیف میں ۶۸ کتابیں ہیں اور اردو، عربی، فارسی میں ۶/دواوین بھی ہیں۔ آپ مختلف ممالک سے اعزازات بھی حاصل کرچکے ہیں۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء) صہ ۲۸۔

۲۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء، صہ ۲۸

۳۔ معارف رضا، سالنامہ 2005

۴۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد دوم، مطبوعہ، لاہور ۱۹۷۲ء، صہ ۴۰۲۔

۵۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر۔ مارچ ۱۹۷۶ء، صہ ۴۴۵

۶۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ناشر، ادارہ سعودیہ، کراچی، ۱۹۹۰ء، صہ ۵۲

۷۔ دی میج انٹرنیشنل، کراچی، شمارہ مئی ۱۹۸۱ء، صہ ۴۳۔۴۴

۸۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ناشر، ادارۂ سعودیہ کراچی، ۱۹۹۰ء، صہ ۹۰

۹۔ ہفت روزہ افق، کراچی، شمارہ ۶/فروری ۱۹۸۰ء، صہ ۳۱

۱۰۔ تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، رحمٰن علی، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء، صہ ۱۵۔۱۶

۱۱۔ رسائل رضویہ۔ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری، جلد اول، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۴ء، صہ ۴۰

۱۲۔ یہ متن اور حواشی لاہور اور استنبول سے شائع ہوچکے ہیں۔

۱۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے حسام الحرمین، مطبوعہ، لاہور، ۱۹۷۵ء

۱۴۔ الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، صہ ۹۔۱۰

۱۵۔ الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، صہ ۱۳۔۱۴

۱۶۔ الاجازات المتینہ، حامد رضا خاں، صہ ۱۱

۱۷۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، مطبوعہ۔ لاہور، صہ ۱۶۶

۱۸۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، صہ ۶۶

۱۹۔ ملفوظات، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۹ھ، صہ ۱۳۷۔۱۳۸

۲۰۔ الملفوظ، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ کراچی، صہ ۱۹

۲۱۔ سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ، لاہور، صہ ۲۸۲

Marfat.com

۲۲۔ الملفوظ، احمد رضا خاں، صہ ۲۱ (ملخصاً)
۲۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں، معمولات الابرار بمعانی الآثار، لکھنؤ، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء، صہ ۲۰۰، مؤلفہ۔ عبدالمصطفیٰ اعظمی
۲۴۔ ایضاً۔۔۔۔صہ ۲۹۸
۲۵۔ معمولات الابرار بمعانی الآثار، ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء لکھنؤ، مولف، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی صہ ۳۰۲
۲۶۔ سوانح اعلیٰ حضرت، بدرالدین احمد، مطبوعہ، لاہور، صہ ۲۸۶ اور الملفوظ، حصہ دوم، صہ ۳۸
۲۷۔ سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، صہ ۳۳
۲۸۔ سوانح سراج الفقہا، محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۲ھ، صہ ۳۴
۲۹۔ رسائل رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۲، صہ ۲۵۸ (مکتوب سید اسماعیل بن خلیل، محررہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ، بنام امام احمد رضا)
۳۰۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، یٰسین اختر مصباحی، مطبوعہ، مجموعہ الاسلامی، مبارکپور، ۱۹۷۷ء، صہ ۱۵۲ تا ۱۵۴
۳۱۔ مکتوب سید اسمٰعیل بن خلیل، محررہ ۱۶ / ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ بنام احمد رضا
۳۲۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ، بنام احمد رضا
۳۳۔ حسام الحرمین، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۵ھ، صہ ۵۱
۳۴۔ الدولۃ المکیہ، احمد رضا خاں، مطبوعہ۔ کراچی، صہ ۴۶۲
۳۵۔ مکتوب سید مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، جلد اول، صہ ۱۳۶
۳۶۔ الملفوظ، جلد اول، احمد رضا خاں، مطبوعہ کراچی
۳۷۔ الرضا (بریلی) شمارہ صفر ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء، و ربیع الاول ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
۳۸۔ نیویارک ٹائمز (نیویارک) شمارہ ۱۶ و ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء
۳۹۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، صہ ۳۱
۴۰۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۳۱
۴۱۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں، صہ ۹۴۔ ۹۵
۴۲۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۳۲
۴۳۔ فوز مبین در رد حرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۹۵
۴۴۔ افکار رضا ممبئی (سہ ماہی) ۱۹۹۸ء، صہ ۲۱

Marfat.com

۴۵۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۵۰

۴۶۔ فوزمبین دررذحرکت ملخصاً، صہ ۵۱

۴۷۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۵۱

۴۸۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۰۳

۴۹۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۰۳۔۱۰۴

۵۰۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۷۰

۵۱۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۷

۵۲۔ فوزمبین دررذحرکت زمین، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۷

۵۳۔ افکار رضا ممبئی، اپریل تا جون ۱۹۹۸ء، صہ ۱۷ تا ۲۳

۵۴۔ افکار رضا، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء، ممبئی، صہ ۴۷

۵۵۔ دبدبہ سکندری، رامپور یکم اپریل ۱۹۱۲ء، جلد ۴۸، صہ ۳

۵۶۔ ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، صہ ۲۸

Marfat.com

ـــ٦ـــ

آثار۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی تصنیف

Marfat.com

Marfat.com

احمد رضا فاضل بریلوی کثیر التصانیف تھے آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا۔ علامہ میں سرعت تحریر بھی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف کی کثرت ہے۔ لیکن کثرتِ تصانیف کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی یا معیاری نہیں ہیں۔ مولانا کی تصانیف میں حوالوں اور مراجع کی کثرت ہے جسے دیکھ کر آپ کی عمدہ تحقیق اور تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے :فاضل بریلوی کا ایک رسالہ ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۸۹۸ء/۱۳۱۶ھ)'' ہے۔ یہ رسالہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۳۰ کتابوں کے حوالے موجود ہیں۔ اس مختصر سے رسالے میں اس قدر کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں جس کی نظیر شاذ ہی ملے گی۔ آپ کے بعض رسالے دو رات یا دو دن کی ہی تخلیق ہیں باوجود اس کے اتنی کم مدت میں لکھے ہوئے رسالے عمدہ اور تحقیقی ہیں۔ جس کا اعتراف خود علمائے اسلام نے کیا ہے سن ۱۳۱۶ھ میں ۲۸ سوالات پر مشتمل فاضل بریلوی کا فتویٰ جب علمائے حرمین شریفین کے پاس گیا اور جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ یہ صرف دو راتوں کی محنت کا ثمرہ ہے تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ چنانچہ مجاور حرمین مولانا اخوند جان بخاری اس فتوے کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الاترى هٰذه العجالة النافعة فانهاوان امكن تحريرها من غير المؤلف الالمعي النحرير لكنها مما مستبعد اتمامها فيماذكره من زمان قصير''

ترجمہ: ''کیا اس مفید رسالے کو نہیں دیکھتے، مجال ہے کہ ذکی الطبع اور ماہر علوم مصنف (امام احمد رضا) کے علاوہ کوئی لکھ سکے، مگر یہ بات بعید ہے کہ اتنی مختصر مدت میں کوئی ایسا رسالہ مکمل کر سکے۔''[۱]

اس رسالہ کے علاوہ ''الدولة المكية'' ساڑھے آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں لکھی گئی اور ''کفل الفقیہ الفاھم'' دو دن کی محنت کا ثمرہ ہے۔[۲]

علامہ کا قلم سیل رواں کے مانند تھا۔ آپ قوی الحافظہ بھی تھے۔ علامہ کی سرعت تحریر اور قوت حافظہ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ علالت کی وجہ سے بھوالی (ضلع نینی تال) استراحت کے لیے تشریف لے گئے تھے اور وہاں ایک ماہ ۲۶ دن گزارنے کے بعد ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کو قاضی غلام یٰسین کے نام ڈیرہ غازی خان (پنجاب پاکستان) کو ایک خط میں لکھا:

''یہاں آ کر بھی پانچ رسائل تصنیف ہو چکے ہیں ....

اور چھٹا زیر تصنیف ہے ....''[۳]

یہاں پر ایک بات قابل توجہ یہ ہے کہ آپ شدید علیل تھے وہاں صرف استراحت کی غرض سے گئے تھے جس کی وجہ سے

---

[۱] ۲۶ اور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

[۲] ۲۱، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

[۳] مکتوب مولانا احمد رضا خاں بنام قاضی غلام یٰسین، محررہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

Marfat.com

آپ کے پاس کتابیں نہیں تھیں باوجود اس کے آپ کی نگارشات کا مطالعہ کر کے ایسا احساس بھی نہیں ہوتا کہ آپ سخت بیمار تھے اور آپ کے پاس مراجع کی کمی تھی۔ جب کہ تقریباً اس کے تین ماہ بعد صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ فاضل بریلوی نے اپنی نگارشات کو عقلی اور نقلی دلائل وشواہد سے ایسا مزین کیا ہے کہ اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ یہ رسائل کتابوں کی عدم موجودگی اور بحالت علالت لکھے گئے ہیں۔

فاضل بریلوی مطالعہ کتب میں اس قدر منہمک ہو جاتے کہ ایک ایک مہینے تک مسلسل شبانہ روز مطالعہ فرماتے رہتے جس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوئی۔ علامہ بریلوی ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

''جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز علی الاتصال ہوا، گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا۔''[1]

مولانا کی زود نویسی کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

''یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات میں تھا کہ جس درجہ علم وفضل میں کمال تھا اس درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خطوط بھی بہت پاکیزہ تھے اور حد درجہ گٹھا ہوا تحریر فرماتے تھے اور بہت ہی زود نویس، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انھیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔[2]

فاضل بریلوی کی زود نویسی اور ان کی تبحر علمی کا اعتراف کرتے ہوئے شاہ کرامت اللہ خاں دہلوی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں کی وہ ہستی ہے کہ علماء ہر باب میں ان کے محتاج ہیں۔ علمی تبحر کا کمال یہ ہے کہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں اور چار منشی لکھنے کو بیٹھ جائیں تو جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے، یہ چاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔''[3]

فاضل بریلوی کی تصانیف کے سلسلے میں اکثر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ علامہ بریلوی ایک ہزار سے زائد تصانیف کے مصنف نہیں تھے بلکہ یہ بات غلط اور بے بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ کے کثرت مطالعہ زود نویسی اور تحقیق وتدقیق کی طرف نظر جاتی ہے تو آپ کے بارے میں ایک ہزار سے زائد تصانیف کی بات قرین قیاس معلوم پڑتی ہے۔ ایک بات اور اہم ہے کہ آپ کی سبھی تصانیف ضخیم نہیں ہیں بلکہ اس میں بہت سے چھوٹے۔ چھوٹے رسالے، کتابچے اور حواشی وغیرہ بھی شامل ہیں جو ضخامت میں انتہائی کم ہے۔ اس لیے یہ تعداد ایک ہزار ہو سکتی ہے۔ اس طرح آپ کی تصانیف ۵۵ علوم وفنون میں چھوٹی بڑی ایک

---

[1] الملفوظ۔ حصہ اول۔ محمد مصطفیٰ رضا۔ مطبوعہ، کراچی، ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء ص ۲۰

[2] حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اول، مطبوعہ، کراچی ۱۹۳۸ء۔ ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ

[3] ایضاً ص ۱۳۲

Marfat.com

ہزار سے زائد شمار کی گئی ہیں۔[1]

فاضل بریلوی کی تصانیف کے بارے میں مختلف زمانوں میں مختلف تعداد بتائی گئی ہے "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) کے حاشیہ میں مولانا حامد رضا خاں لکھتے ہیں:

"بحمدہ تعالیٰ تصانیف چار سو سے زائد ہیں جن میں فتاویٰ مبارک بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔"[2]

مولانا رحمٰن علی نے اپنی کتاب "تذکرہ علمائے ہند" (فارسی ۱۳۰۵/۸_۱۸۸۷) میں علامہ بریلوی کی تعداد تصانیف کے بارے میں لکھا ہے:

"تصانیف وے تا ایں زماں ہفتاد و پنج مجلد رسیدہ اند"[3]

مولانا رحمٰن علی کے تذکرہ مرتب کرنے کے وقت مولانا بریلوی کی عمر ۳۰ برس تھی۔ عمر کے اضافہ کے ساتھ ساتھ آپ کی تصانیف میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں خود احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف کی تعداد ۲۰۰ سے زائد لکھی ہے "صنف کتباً تزید علی مائتین" اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کی سات جلدیں مکمل ہو چکی ہیں۔[4]

احمد رضا خاں بریلوی کے عزیز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے مختلف علوم و فنون پر موصوف کی ۳۵۰ تصانیف کی فہرست ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کی ہے۔ اس کتابچہ میں ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ تک کی تصانیف کا ذکر ہے۔ اس کتابچہ کا تاریخی نام "المجمل المعد دلتالیفات المجدد" (۱۳۲۷ھ) رکھا۔ اس نامکمل فہرست کے بعد مولانا ظفر الدین بہاری کو ۹۶ کتب و رسائل اور دستیاب ہوئے اور صراحت فرمایا کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کے مؤلفات کی بھی نامکمل فہرست ہے۔ فاضل بریلوی ۱۳۲۷ھ کے بعد ۱۳ سال حیات رہے۔[5]

آپ کی سرعت تحریر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک پورا رسالہ ایک دن میں تحریر فرما دیتے تھے۔ جس کا اعتراف خود مولانا عبدالحیٰ نے اپنی تصنیف "نزھۃ الخواطر" میں کیا ہے:

"وسافر الی الحرمین الشریفین عدۃ مرات، وذاکر علماء الحجاز فی بعض مسائل الفقهیه والکلامیّه والف بعض الرسائل اثناء اقامته بالحرمین واجاب عن بعض المسائل التی عرضت علی علماء الحرمین، واعجبوا الغبزارة علمه وسعة اطلاعه علی المتون الفقهیه والمائل

---

[1] معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد دہم طبع اول، سرہند۔ ۱۹۷۳ء ص ۲۸۲

[2] حاشیہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ مولانا حامد رضا خاں۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء، ص ۱۶۹

[3] تذکرہ علمائے ہند۔ رحمٰن علی۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ / ص ۱۸

[4] رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد دوم۔ مطبوعہ، لاہور ص ۲۷۲۔ ۴۳۳

[5] المجمل المعدلتالیافت المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۳

Marfat.com

الخلافيه وسرعة تحريره وذكائه۔"[1]

ترجمہ: "کئی بار حرمین شریفین کا سفر کیا اور علمائے حجاز سے بعض مسائل فقیہ اور کلامیہ میں مذاکرہ بھی کیا۔ حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات بھی کیے تو ان کے جوابات بھی تحریر کیے۔ متون فقیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعتِ تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔

اس طرح دیکھا جائے تو صاحب نزهة الخواطر نے بھی مولانا موصوف کی سرعت تحریر کا اعتراف کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ یقیناً مولانا کی حیات کے آخری ایام تک یہ تعداد تقریباً ایک ہزار ہو گئی ہو گی۔ مولانا ظفر الدین بہاری اپنے اس نامکمل فہرست کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"یہ مجموعہ مع ذیل بعض تالیفات اصحاب و احباب محرم ۱۳۲۷ھ تک ساڑھے تین سو تصانیف ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں بلکہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیشِ نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید واثق ہے کہ اگر تفحص نام اور تمام قدیم و جدید نسبتوں پر نظر کی جائے تو کم و بیش پچاس رسالے اور نکلیں۔"

اس طرح ۱۳۲۷ھ تک فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ تک ہو جاتی ہے۔ ظفر الدین بہاری کا رسالہ "المجمل المعدود لتاليفات المجدد" جب دوبارہ لاہور سے شائع ہوا تو مولانا محمود احمد قادری (استاد مدرسہ احسن المدارس، قدیم کانپور) نے لاہور میں مجلسِ رضا کے صدر حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو لکھا:

"مجھے آپ نے پہلے باخبر نہیں فرمایا ورنہ میں "المجمل المعدد" کو "المجمل المفصل" کر دیتا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کی تصانیف مطبوعہ کی پوری تعداد خانقاہِ برکاتیہ، مارہرہ شریف (انڈیا) میں محفوظ ہے۔ مولانا مختار الدین آرزو (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کے کتب خانے میں کچھ مخطوطات اور کچھ مطبوعات ضرور موجود ہیں۔"[2]

لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق "حیات اعلیٰ حضرت" جلد دوم میں فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ظفر الدین بہاری نے چھ سو سے زائد بتائی۔[3] ماہنامہ "المیزان" (ممبئی) کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا، جس میں پچاس سے زائد علوم پر فاضل بریلوی کی ۵۴۸ کتب کے اسماء درج ہیں۔[4] پاکستان سے شائع ہونے والی کتاب "انوار رضا"[5] اور "قاری"[6] (دہلی) میں بھی انہیں تفصیلات کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں نے "فقیہ اسلام" میں ۶۶۶ کتب و رسائل اور حواشی کی تفصیلی فہرست پیش کی

---

[1] نزهة الخواطر۔ مولانا عبد الحئی۔ جلد ششم۔ ص ۳۹

[2] مکتوب مولانا محمود احمد قادری۔ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری بررہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵

[3] حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری، جلد دوم، ص ۱۳

[4] المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر ص ۳۰۶۔ ۳۲۴

[5] انوار رضا، لاہور، ۱۹۷۷

[6] قاری، مطبوعہ، ۱۹۹۸ء، دہلی

Marfat.com

ہے۔[1] مفتی محمد اعجاز والی خاں مرحوم (تلمیذ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں) نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ۱۰۰۰ سے زیادہ لکھی ہے:

"صاحب التصانیف العالیه والتالیفات الباهرة التی بلغت اعدادها فوق الالف"[2]

دارالعلوم اشرفیہ (مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ) میں فاضل بریلوی کی تصانیف کی ایک جامع فہرست تیار کی گئی ہے جو "المجمع الاسلامی" (مبارک پور) کے زیر اہتمام منظر عام پر آچکی ہے۔ مولانا محمد یسین اختر اعظمی لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کی تصانیف کی فہرست پوری تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے مرتب فرمائی ہے۔"[3]

عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویه" میں ۸۵۰ کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔[4] احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تصنیفات کی تعداد چاہے جتنی بھی ہو لیکن ایک بات تو طے ہے کہ آپ کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہیں۔

شیخ الحدیث والتفسیر اور سابق چیف جسٹس عبوری حکومت اسلامی جمہوریہ افغانستان علامہ نصر اللہ خاں لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت کے چند اوراق بھی ضخیم کتابوں پر بھاری ہوتے ہیں اور ان کے علم و حکمت سے مزین اشعار کے ایک۔ ایک شعر پر بیس۔ بیس ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔"[5]

پروفیسر محی الدین الوائی بیس سال تک ازہر یونیورسٹی (قاھرہ) میں اپنی دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر اس کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں بھی یہی خدمات انجام دیتے رہے۔ پروفیسر الوائی نے اپنے ایک مقالے میں فاضل بریلوی کی تصنیفات پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا:

"مولانا احمد رضا کی تصنیفات تقریباً پچاس علوم و فنون میں ہیں۔ جن فنون پر آپ کی تصنیفات ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے) وہ جبر و مقابلہ و علم طبقات الارض ہے۔"

اور آخر میں لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا خاں آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تصنیفات کے قیمتی ذخائر و علمی و فکری سرگرمیوں سے بھرے خزانے

---

۱ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں، مطبوعہ ۱۹۸۱۔ الہ آباد

۲ ضمیمہ المعتقد۔ اعجاز ولی خاں، لاہور، ص ۲۶۶

۳ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ محمد یسین اختر، مطبوعہ، الہ آباد ۱۳۹۷ھ، حاشیہ ص ۴۲

۴ المصنفات الرضویۃ۔ عبدالمبین

۵ معارف رضا۔ ۲۰۰۵، کراچی۔

Marfat.com

چھوڑ کر ۱۳۴۰ھ میں دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔[1]

فاضل بریلوی کی بیشتر کتابیں ان کی حیات میں ہی نورِ طبع سے مزین ہو چکی تھیں۔موصوف کی اکثر و بیشتر کتب کے نام تاریخی ہیں اس لیے راقم الحروف نے کتابوں پر تبصرہ کرتے وقت کتاب کے سامنے سن تصنیف بھی درج کر دیا ہے۔فاضل بریلوی کی بیشتر تصانیف عربی اور اردو میں ہیں صرف ۷۰ ار سے زائد کتب و رسائل اور حواشی فارسی میں ہیں:[2]

راقمہ نے صرف انہیں عربی کتب و رسائل اور حواشی پر تبصرہ کیا ہے جو ہے جو دستیاب ہو سکیں۔اس میں کہیں کہیں قلمی نسخوں کے بھی نام درج ہیں۔بہت سے کتب و رسائل ایسے درج ہیں جن پر تبصرہ نہیں کیا گیا ہے صرف نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ قطعی نہیں کہ وہ قلمی نسخہ موجود نہیں ہے بلکہ وہ قلمی نسخہ موجود ہے لیکن دورانِ ریسرچ مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔

تفسیر

۱۔ الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی ۱۳۰۰ھ

یہ کتاب بریلی سے ۱۳۰۰ھ میں شائع ہوئی۔اس کتاب کا قلمی نسخہ مولانا اختر رضا خاں ازہری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔اس کتاب کا اردو ترجمہ خود مولانا اختر رضا خان ازہری کر رہے ہیں۔اس کتاب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۔ انباء الحی ان کلامه المصون تبیان لکل شئی۔ ۱۳۲۶ھ

یہ کتاب ۱۳۲۶ھ میں تالیف ہوئی اور بریلی میں مطبع اہلسنت سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔یہ تصنیف 'الفیوضات لمحب الدول۔ المکیه' (حاشیہ الدولتہ المکیہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) میں شامل ہے یہ صرف ایک مرتبہ طبع ہوئی ہے۔اس کتاب میں اس بات کا واضح ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ قران کریم میں تمام مسائل کا ذکر موجود ہے۔

سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) کی اطلاع کے مطابق یہ کتاب مع تعلیقات 'حاسم المفتری علی السیدی البری' رضا فاؤنڈیشن لاہور سے ربیع الاول ۱۴۲۳ھ/مئی ۲۰۰۲ میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔حاشیه الاتقان فی علوم القران

'الاتقان فی علوم القران' علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی کتاب ہے اور یہ کتاب خود علامہ سیوطی کی تفسیر "مجمع البحرین و مطلع البدرین" کا مقدمہ ہے۔لیکن ابتداءً علامہ سیوطی نے اس مقدمہ کو "التحبیر فی علوم التفسیر" کے نام سے موسوم کیا

---

[1] معارف رضا۔۲۰۰۵،کراچی

[2] صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ جنوری، ۱۹۰۷ء۔ص ۱۷۔۸۱

Marfat.com

تھا۔لیکن پھر بعد میں علامہ سیوطی نے اس پر نظر ثانی کی اور تغیر و تبدل کے بعد اس مقدمہ کا نام 'والاتقان فی علوم القرآن' رکھا۔ اس کا سال تصنیف ۸۷۲ھ ہے۔

اس جلیل القدر تصنیف پر احمد رضا فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا تھا۔اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب میں محفوظ ہے۔مولانا شمس بریلوی نے دو ضخیم جلدوں میں اس حاشیہ کا جائزہ لیا ہے اور پروفیسر مجید اللہ قادری نے اس کو مرتب کیا۔فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان سے شائع ہوا۔

۴۔حاشیہ معالم التنزیل

'معالم التنزیل' شیخ ابومحمد حسین بن مسعود بغوی (م ۵۱۶ھ) کی تصنیف ہے۔اس تصنیف میں شیخ بغوی نے مفسرین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال یکجا کیے ہیں۔اس کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔اور علامہ بریلوی کے اس حاشیہ کو مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں شائع کیا ہے۔

۵۔حاشیہ تفسیر بیضاوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے تفسیر بیضاوی پر جلیل القدر حاشیہ لکھا۔یہ حاشیہ مفتی محمد اعظم (صدر جامعہ مظہر اسلام۔بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا عکس مولانا انور علی (مدرس منظر اسلام، بریلی) کے پاس بھی محفوظ ہے۔

۶۔حاشیہ عنایۃ القاضی

'حاشیہ عنایۃ القاضی' ایک اہم حاشیہ ہے۔''ماہنامہ قاری'' امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، صفحہ ۳۰۶ پر اس حاشیہ کا ذکر موجود ہے۔

۷۔حاشیہ الدر المنثور

علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی ایک اہم تصنیف 'الدر المنثور' ہے۔علامہ سیوطی کی اس اہم تصنیف پر محدث بریلوی کا حاشیہ ہے۔اس کا کوئی بھی مطبوعہ یا قلمی نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہوسکا۔لیکن فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا ذکر مولانا بدرالدین نے ''سوانح اعلیٰ حضرت'' میں کیا ہے۔

۸۔حاشیہ تفسیر خازن

اس حاشیہ کا ذکر ماہنامہ 'قاری' امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۶ پر موجود ہے۔ریسرچ کے دوران مجھے اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہ ہوسکا۔

حدیث

۱۔ حواشی المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ للسخاوی

فن حدیث پر 'المقاصد الحسنہ' امام سخاوی (۹۴۴ھ) کی کتاب ہے جو شائع ہوچکی ہے۔آپ کا تعلق شافعی

Marfat.com

مسلک سے تھا۔آپ تاریخ وسیر اور علم حدیث وفقہ شافعی کے امام سمجھے جاتے ہیں۔امام سخاوی کی مشہور ومعروف کتاب ''الضوء اللامع'' ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔'المقاصد الحسنہ' پر فاضل بریلوی نے ۳۵ صفحات پر مشتمل حاشیہ لکھا ہے اور بخط مصنف اس مخطوطہ میں حرف 'الھمزہ' سے حرف 'الیاء' تک حروف تہجی کے اعتبار سے حواشی لکھے گئے ہیں۔المقاصد الحسنہ کی ترتیب بھی الفباتی ہے۔اسی ترتیب کا لحاظ فاضل بریلوی نے بھی لکھا ہے'مقاصد الحسنہ' کے صفحہ ۶ سے حواشی کی ابتدا ہوتی ہے اور ۲۲۲ صفحہ پر یہ حواشی ختم ہوتے ہیں۔اس طرح فاضل بریلوی نے'المقاصد الحسنہ' کے ۳۲ مختلف مقامات پر حواشی لکھے ہیں۔ان ۳۵ صفحات پر مشتمل حواشی میں فاضل بریلوی نے فن حدیث پر اپنے زبردست تبحر علمی کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے علاوہ مفید اور معلوماتی اضافے بھی کیے ہیں۔سب سے خاص بات یہ ہے کہ یہ مخطوطہ بغیر فاتحہ الکتاب کے شروع ہوتا ہے۔بہر حال یہ ایک مختصر سا کتابچہ ہے جو اپنی افادیت اور اہمیت کے لحاظ سے فن حدیث میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حواشی الترغیب و الترھیب۔

''الترغیب و الترھیب'' علم حدیث سے متعلق مشہور کتاب ہے۔اس میں مختلف احادیث ترغیب وترھیب سے متعلق یکجا کی گئی ہے۔ابتداء کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل بریلوی نے یہ کتاب اپنے استاد مولانا عبدالرحمن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) کے ذریعہ ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینے میں پندرہ روپے میں خریدی تھی۔مولانا بریلوی نے اس کتاب پر ۴۵ صفحات پر مشتمل حواشی لکھا۔اس کتاب پر پہلا حاشیہ'ان الشیطان قدیئس'' پر لکھا ہے۔فاضل بریلوی اس کے بارے میں لکھتے ہیں''ھذا قطعة قد اخرجها مسلم والترمذی بزیادة و لکن فی التحریش بینھم عن جابر بن عبدالله رضی الله عنھما''۔

اس کتاب پر آخری حاشیہ''رواہ البزار باسناد جید''صفحہ ۲۵۷ پر ہے۔مختلف صفحات پر حاشیہ کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ مکمل کتاب کی حواشی ہیں یا چند صفحات کے۔ایک اہم خصوصیت اس حاشیہ کی یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے مختلف احادیث کے کسی ایک حصہ کو لے کر ہی حاشیہ شروع کیا ہے۔

اسانید حدیث:

۱۔ الاجازات الرضویه لمجمل مکة البهیه۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

اس کتاب میں احمد رضا فاضل بریلوی نے علمائے حرمین شریفین کے اجازات قلم بند کیے ہیں۔فاضل بریلوی نے یہ سند خصوصاً حافظ صالح کمال مکی کے لیے تحریر فرمائی ہے۔اس کے بارے میں مولانا حامد رضا لکھتے ہیں۔

''حافظ صالح کمال کی جلالت شان اور عظمت مکان کے پیش نظر ان کے لیے سند اجازت لکھنے کے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے یہاں تک کہ ان کی خاطر سند کا ایک بڑا نسخہ ارشاد فرمایا جس کا تاریخی

Marfat.com

نام "الاجازہ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ ۱۳۲۳ھ" تجویز کیا۔"

۲۔ الاجازات المتنیہ لعلماء بکہ و المدینہ ۱۳۲۴ھ۔

یہ مجموعہ ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ادارۂ تصنیفات رضا، بریلی سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا حامد رضا خاں (فرزند اکبر احمد رضا خاں) نے اس مجموعہ میں فاضل بریلوی کے ان سندات و اجازات کو جمع کر دیا ہے جو علمائے حجاز کو مرحمت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ علمائے عرب کے ان مکتوبات کو یکجا کیا ہے جو فاضل بریلوی کو ارسال کیے گئے تھے اور دیگر تفصیلات کو بھی اس مجموعہ میں جمع کیا ہے۔ بہرحال اپنے موضوع کے پیش نظر یہ مجموعہ عربی ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اصول حدیث:

۱۔ شرح نخبۃ الفکر۔

اس کا قلمی نسخہ دورانِ ریسرچ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن عبدالمبین نعمانی نے اس کا ذکر "المصنفات الرضویہ" میں صفحہ ۸ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، جلد ۶ شمارہ نمبر ۸ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

۲۔ حاشیہ فتح المغیث۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۸ پر اس کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

۳۔ الافادات الرضویہ۔

فاضل بریلوی نے اپنی اس شہرۂ آفاق تصنیف میں حدیث کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالتے ہوئے اس پر شاندار بحث کی ہے۔ مولانا کی اس تصنیف کا ذکر ظفر الدین بہاری نے اپنی تصنیف صحیح البہاری، جلد دوم کے صفحہ ۱۲۰ پر کیا ہے۔ مطبع شمس الہدیٰ، پٹنہ سے فاضل بریلوی کی یہ تصنیف زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۴۔ مدارج طبقات الحدیث۔ ۱۳۱۳ھ۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں کتب حدیث کے مختلف اقسام پر شاندار بحث کی ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ شاہکار مجموعہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۶ھ" جلد دوم (مطبوعہ میرٹھ) کے صفحہ ۳۲۵ تا ۵۹۴ پر طبع ہے۔

تخریج احادیث:

۱۔ النجوم الشواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲۹۶ھ

اس کتاب میں مصنف نے احادیث کی تخریج میں دلائل وشواہد پیش کیے ہیں۔ اس کتاب کا ذکر مولوی رحمٰن علی نے "تذکرہ علمائے ہند" میں صفحہ ۱۰۰ پر کیا۔

Marfat.com

۲۔ البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص

فاضل بریلوی نے اپنی اس جلیل القدر تصنیف میں حدیث خصائص کی تخریج اور طرق پر مدلل بحث کی ہے۔ مولانا کی اس تصنیف کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویہ" (صفحہ ۸) میں کیا ہے۔

۳۔ حاشیہ نصب الرایہ التخریج احادیث الھدایہ

اس حاشیہ کا ذکر بھی عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویہ" (صفحہ ۸) میں کیا ہے۔

۴۔ الروض البھیج فی آداب التخریج

اس کا اصل نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہو سکا لیکن یہ ضرور معلوم ہو سکا کہ یہ مایۂ ناز تصنیف مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

مولانا رحمٰن علی "تذکرہ علمائے ہند" میں صفحہ ۱۰۰ پر اس تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہو تو پھر مصنف کو اس تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"

حاشیہ:

۱۔ ارشاد الساری شرح بخاری

اس کتاب کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن مولانا بدرالدین نے اپنی کتاب "سوانح اعلٰحضرت" میں صفحہ ۳۲۴ پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ حاشیہ التعقیات علی الموضوعات۔

یہ کتاب بھی دستیاب نہیں ہو سکی۔ لیکن اس کا ذکر مولانا بدرالدین کی "سوانح اعلیٰ حضرت" میں ملتا ہے۔

۳۔ حاشیہ الخصائص الکبری للسیوطی

"الخصائص الکبری" علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے۔ اس میں معجزات خیر الوریٰ بہت خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور اس پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے جو انتہائی کمال کے ساتھ لکھا گیا۔

۴۔ القول البدیع للامام السخاوی

یہ کتاب بھی مجھے دستیاب نہیں ہو سکی لیکن اس کا ذکر مولانا بدرالدین کی تصنیف "سوانح اعلیٰ حضرت" میں صفحہ ۳۲۴ پر ملتا ہے۔

Marfat.com

۵۔ حواشی شرح الصدور للامام السیوطی

یہ مخطوطہ ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے پانچ مقامات پر فاضل بریلوی نے حواشی لکھے ہیں۔ یہ حواشی اصل کتاب کے صفحہ ۲۱، ۳۹، ۴۰، ۱۲۷ اور ۱۲۹ صفحات کے بعض مقامات پر ہیں۔ پہلا حاشیہ "اخرج ابونعیم عن ابوھریرۃ" پر ہے اور آخری حاشیہ "ھذا یوید ان القلب محل الروح" پر ہے۔ اس آخری حصہ پر مولانا فرماتے ہیں "قلت بل ھذا یوید قول الامام حجۃ الاسلام ان القلب ھوالروح"۔

۶۔ حاشیہ الموضوعات الکبیر۔

"موضوعات الکبیر" ملا علی قاری کی تصنیف ہے۔ ملا علی گیارہویں صدی ہجری کے بلند پایہ عالم اور فقیہ تھے۔ "الموضوعات الکبیر" پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، کے صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۶ پر موجود ہے۔

۷۔ حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر

یہ حاشیہ ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حاشیہ مولانا منان رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔

۸۔ حاشی۔ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ

اس حاشیہ کا ذکر عبدالمبین نعمانی کی فہرست "المصنفات الرضویۃ" میں صفحہ ۳ پر آیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے جس کا عکس مجھے دورانِ ریسرچ دستیاب نہ ہو سکا۔

۹۔ شرح معانی الآثار للطحاوی

یہ کتاب فقہ حنفیہ میں اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" (حصہ اول ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء کے صفحہ ۱۳۳ تا ۱۴۸ پر موجود ہے۔

۱۰۔ حاشیہ فیض القدیر شرح جامع صغیر

یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر کے پارۂ اول سے لے کر پارۂ پنجم تک فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ اپنے معنی وافادیت کی بنا پر ایک اہم ترین حاشیہ ہے۔

۱۱۔ حاشیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری

یہ تصنیف علامہ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی المصری الشافعی (۸۵۲ھ) کی ہے۔ اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" حصہ اول صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۹ پر موجود ہے۔

Marfat.com

۱۲۔حاشیہ عمدۃ القاری شرح البخاری

فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ بدرالدین عینی کی مشہور و معروف کتاب شرح بخاری پر ہے۔اس حاشیہ کا اصل نسخہ قاضی عبدالرحیم کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔اوراس کا عکس''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' حصہ اول، صفحہ ۱۴۹ تا ۱۶۸ پر ہے۔

۱۳۔حاشیہ الصحیح البخاری

اس حاشیہ کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی (مرکزی دارالافتاء، محلہ سوداگران، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے جو دوران ریسرچ مجھے نہیں ہوسکا۔

۱۴۔حاشیہ کنز العمال

احمد رضا فاضل بریلوی نے''کنز العمال'' جیسی جلیل القدر اور بے نظیر کتاب پر حاشیہ لکھا اور یہ حاشیہ''کنز العمال'' کے نام سے ہی موسوم ہے۔صحاح ستہ اور مشہور اسانید کو علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے یکجا کر کے اس کا نام''جمع الجوامع'' رکھا۔''کنز العمال'' اسی جمع الجوامع کی بہ ابواب فقہ ایک بے مثال تالیف ہے اور اس کتاب کے مؤلف علامہ محمد متقی علاء الدین علی ابن حسام الدین جونپوری ھندی (۹۷۵ھ) ہیں۔اس کتاب پر علامہ بریلوی کا حاشیہ پروفیسر مجید اللہ قادری کی بہترین ترتیب اور شمس بریلوی کے جائزہ کے ساتھ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' جلد اول میں شائع ہوا ہے اس کا عکس اس کتاب کے ۱۷۰ تا ۱۸۵ پر موجود ہے۔

۱۵۔نور عینی فی الانتصار للامام العینی

امام عینی شارح بخاری پر اعتراضات کیے گئے تو فاضل بریلوی نے اس کتاب میں ان اعتراضات کا زبردست جواب دیا اور اعتراضات عائد کرنے والوں کی بہت سی نادانیوں اور جہالتوں کا انکشاف بھی کیا۔اس کتاب کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

۱۶۔حاشیہ مسند امام اعظم

یہ امام اعظم کی مرویات احادیث ہیں۔اس پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا۔یہ حاشیہ بھی''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' (حصہ دوم ۱۹۸۶) کے صفحہ ۹۶ تا ۱۰۳ پر موجود ہے۔

۱۷۔ حاشیہ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

اس حاشیہ کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ ہوسکا لیکن اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے''سوانح اعلیٰ حضرت'' کے صفحہ ۳۲۴ پر کیا ہے۔

۱۸۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلد اول)

۱۹۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلد دوم)

Marfat.com

۲۰۔ حاشیہ نیل الاوطار (جلدسوم)

ان تینوں حواشی کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں فرزند ریحان رضا خاں کے پاس موجود ہے۔ لیکن مجھے ان جلدوں کو دیکھنے کا موقع نہ مل سکا۔

۲۱۔ حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

۲۲۔ حاشیہ کتاب الحج

۲۳۔ حاشیہ کتاب الآثار

۲۴۔

۲۵۔ حاشیہ الصحیح المسلم

۲۶۔ حاشیہ جامع الترمذی

۲۷۔ حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل

۲۸۔ حاشیہ سنن نسائی

۲۹۔ حاشیہ سنن ابن ماجہ

۳۰۔ حاشیہ سنن دارمی

۳۱۔ حاشیہ ذیل اللآلی

ان حواشی کے بارے میں کوئی بھی معلومات دستیاب نہیں ہوسکی۔ ''سوانح اعلیٰ حضرت'' کے صفحہ ۳۲۳ اور ۳۲۴ پر اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

جرح وتعدیل

۱۔ حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال

اس حاشیہ کے بارے میں کوئی بھی معلومات حاصل نہ ہوسکی۔

۲۔ حاشیہ العلل المتناهیة

اس حاشیہ کے بارے میں بھی کوئی معلومات حاصل نہ ہوسکی اور نہ ہی یہ حاشیہ دستیاب ہوسکا بلکہ اتنا ضرور معلوم ہوسکا کہ اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔:

۳۔ حاشیہ مدخل

یہ رسالہ علامہ عبد اللہ محمد بن عبد اللہ کا ایک مختصر مگر شاہکار رسالہ ہے۔ علامہ عبد اللہ نے حدیث صحیح کو اس رسالہ کا موضوع بنایا

Marfat.com

اور اس کی اقسام بھی درج کی ہیں اور ساتھ ہی جرح وتعدیل پر مفصل بحث بھی کی ہے اور دس طبقات جرح وتعدیل کے تحریر فرمائے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت وسیع اور نادر ہے۔ اس نادر رسالہ پر احمد رضا فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ علامہ عبداللہ کا یہ رسالہ مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

اسماء الرجال

۱۔ حاشیہ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

یہ گرانقدر کتاب حافظ احمد بن علی عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) کی تالیف کردہ ہے۔ اس کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ علامہ کا یہ حاشیہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء میں کراچی سے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں مہتمم مدرسہ نوریہ رضویہ کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ کتاب الاسماء والصفات

یہ حاشیہ دورانِ ریسرچ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن اس حاشیہ کا نام مولانا بدر الدین احمد کی کتاب ''سوانح اعلیٰ حضرت'' میں صفحہ ۳۲۴ پر درج ہے۔

۳۔ حاشیہ تقریب التہذیب
۴۔ حاشیہ التہذیب
۵۔ حاشیہ خلاصہ تہذیب الکمال
۶۔ حاشیہ میزان الاعتدال
۷۔ حاشیہ تذکرۃ الحفاظ
۸۔ حاشیہ مجمع بحار الانوار للطاہر الفتنی

فقہ

۱۔ حاشیہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحۃ الخالق علی البحر

''بحر الرائق'' علامہ زین العابدین ابراہیم بن نجیم مصری کی تالیف ہے۔ احمد رضا بریلوی نے اس کتاب پر اپنا جلیل القدر حاشیہ لکھا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ اس کتاب کے محاسن ومعائب اور مصنف کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ''بحر الرائق'' فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی ایک جامع شرح ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ حاشیہ الہدایہ

یہ شاہکار تصنیف علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل ابی بکر فرغانی مرغینانی (۵۹۳ھ) کی ہے۔ اس مشہور ومعروف تصنیف نے حلقۂ اربابِ علم وفن میں اتنی مقبولیت حاصل کی کہ بالاتفاق رائے علماء نے اس شاہکار تصنیف کو جملہ کتب پر فوقیت دے دی۔ اس کتاب کے مختلف صفحات پر احمد رضا بریلوی نے حواشی لکھے ہیں جو علم فقہ کے طلباء کے لیے دعوت تدبر دیتے

Marfat.com

ہیں ۔ یہ اہم حاشیہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے ۔ اس کا عکس ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' جلد دوم، صہ ۱۰۸ تا صہ ۱۳۰ پر موجود ہے ۔

۳۔ حاشیہ الفتاویٰ البزازیہ

یہ گرانقدر تصنیف محمد بن شہاب الدین بن یوسف الکروی کی ہے ۔ یہ مسلک حنفی کی بڑی مستند کتاب ہے جو ۸۰۶ھ میں مکمل ہوئی ۔ ''الفتاویٰ البزازیہ'' پر فاضل بریلوی کا شاہکار حاشیہ ہے ۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۹۸۶ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے ۔

۴۔ حواشی الفتاوی الخانیہ

کئی جلدوں پر مشتمل ''فتاویٰ الخانیہ'' قاضی خان کی مطبوعہ تصنیف ہے ۔ اس تصنیف پر فاضل بریلوی نے مختصر مگر جامع حواشی لکھے ہیں ۔ یہ حواشی خود فاضل بریلوی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ۳۷ صفحات پر مشتمل ہیں ۔ مولانا بریلوی نے یہ حواشی ''الفتاویٰ الخانیہ'' کے مختلف صفحات پر لکھے ہیں ۔ صفحہ ۵ سے صفحہ ۴۹۶ تک کے مختلف مقامات پر حواشی موجود ہیں ۔ فاضل بریلوی نے جہاں ضرورت سمجھی اسی صفحہ پر حاشیہ لکھا نہ کہ ہر صفحہ پر غالباً فتاویٰ قاضی خاں پر مولانا بریلوی کا یہ پہلا حاشیہ ہے ۔ اس سے پہلے کسی دوسرے عالم نے اس کتاب پر حواشی نہیں لکھے تھے ۔ فاضل بریلوی کے ان حواشی کو جو مخطوطہ کی شکل میں موجود ہیں، مجھے بھی دیکھنے کا موقع ملا ۔ فتاویٰ کی ابتداء میں خطبۂ کتاب کی جگہ فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت ''خرج الماء'' کی تشریح ہے، فتاویٰ قاضی خاں کی مختصر عبادت نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح کی گئی ہے ۔ فاضل بریلوی کے یہ حواشی فقہ حنفی میں اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس حواشی میں بعض جگہ باریک فقہی نکتہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے ۔

۵۔ حاشیہ الھدایہ جلد اول

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الھدایہ'' علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (۵۹۳ھ) کی تصنیف ہے ۔ یہ مشہور و معروف کتاب ہندوستان کے مدارس میں درس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے ۔ اس مشہور و معروف تصنیف کی فاضل بریلوی نے شرح لکھی ہے ۔ اس شرح کے صرف ۲۰۰ صفحات بخط مصنف دستیاب ہوئے ہیں جو بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ۔ اس کا بیشتر حصہ کرم خوردہ ہے اور اس کی ترتیب بھی صحیح نہیں ہے ۔ ابتدائی دو صفحات جس میں پہلا صفحہ کتاب کا سرورق معلوم ہوتا ہے ۔ اس صفحہ پر بہت سی تحریریں جس میں بعض تحریریں فارسی کی بھی ہیں ۔ دوسرے صفحہ کا بھی بیشتر حصہ کرم خوردہ ہے جس کی وجہ سے اس پر لکھی ہوئی تحریریں پڑھی نہیں جا سکیں صرف چند کلمات غیر مربوط پڑھے جا سکے ۔ پہلی سطر میں ''وبه نستعين رب يسر وتمم بالخير'' ''الحمد'' پڑھا جا سکا ۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے ۔ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے اس صفحہ کی باقی سطریں تو نہیں پڑھی جا سکیں لیکن آخر سطر میں ''اتی سباطة قوم'' والی حدیث ایک سطر میں لکھی گئی ہے ۔ تیسرے صفحہ سے آخری پانچ صفحہ تک مختلف حواشی موجود ہیں ۔ اس کتاب کی افادیت کو

Marfat.com

دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب کرم خوردہ نہ ہوتی تو فاضل بریلوی کی ایک جلیل القدر تصنیف ہوتی۔

۶۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار

یہ شاہکار تصنیف علامہ سید احمد بن اسماعیل دوقاطی طحطاوی (۱۲۳۱ھ / ۱۸۱۶ء) کی ہے۔ اس شہرۂ آفاق تصنیف پر فاضل بریلوی نے اپنا عدیم المثال حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں مطبع حیات اسلام پریس، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ سے فاضل بریلوی کے علم و دانش، فکر و تدبر، وسعت نظر اور فقہی بصیرت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ علامہ طحطاوی کی اس کتاب میں بعض مقامات ایسے تھے جہاں تحقیق و تدقیق کی ضرورت تھی، فاضل بریلوی نے اس پر اپنا سیل رواں قلم اٹھا کر اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ ان تشنۂ تحقیق مقامات کی طرف اصحابِ علم و دانش کی توجہ مرکوز کرائی۔ درج ذیل کے اقتباس سے فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

سید احمد طحطاوی نے بسم اللہ کی تشریح کرتے ہوئے لفظ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو یہ اسم سے مشتق ہے یا وسم سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرا قول کوفیوں کا ہے۔

احمد رضا فاضل بریلوی اس پر اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل کوفہ کے نزدیک اسم کا وسم سے مشتق ہونا باب ''القلب'' سے ہے جیسے ''در'' اصل میں ''ادور'' تھا واو کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور ''انیق'' دراصل ''اینق'' تھا۔

ایک جگہ امام طحطاوی بسم اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے مثلاً کارِ حرام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات تو قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ ''اگر شراب پیتے، حرام کھاتے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے، اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ کی رضا اور اذن ہو، (۳)

فاضل بریلوی نے علامہ طحطاوی کے اس مسئلہ سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اسے خلافِ معتمد قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالے سے دلیل پیش کی اور یہ بھی بتایا کہ اس مسئلہ کو فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے ذبائح کی بحث میں لکھا ہے۔ فتاویٰ شامی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''وفیہ نظر لان المعتمد خلافہ بدلیل قولھم بصحۃ اضحیۃ بشاۃ الغصب واختلافھم بشاۃ الودیعۃ ولھذا قال السائحانی اقول ھذا اینافی ماتقدم فی الغصب وفی الاضحیۃ فلا یعول علیہ۔''

۷۔ الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

یہ رسالہ ایک اہم سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس میں سجدۂ تعظیمی کو حرام اور غیر اللہ کے لیے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک قرار دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں مکمل ہو کر حسنی پریس، بریلی سے شائع ہوا۔ اس اہم رسالہ کے بارے میں

Marfat.com

''نزہۃ الخواطر'' کے مصنف عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں ''وھی رسالۃ جامعۃ تدل علی غزارۃ وقوۃ استدلالہ'' (نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم)

۸۔ المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ ۱۳۰۱ھ

یہ رسالہ حتی المقدور کوشش کے باوجود مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس رسالہ میں بدعت وکفر کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے بدعت مکفرہ کے مرتکب کو مرتد قرار دیا۔

۹۔ الجواھر الثمین فیما تنعقد بہ الیمین ۱۲۹۹ھ

اس رسالہ میں مولانا بریلوی نے شرعی قسم پر بحث کی ہے اور اس بات کی وضاحت کی کہ کس کس چیز کی قسم شرعی قسم ہے۔

۱۰۔ الرمز الراسف علی سوال مولانا آصف ۱۳۳۹ھ

یہ رسالہ سوال وجواب پر مبنی ہے۔ اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے مولانا آصف کے متعدد سوالات کے مفصل جواب دیے ہیں۔ یہ رسالہ رفاہ عام پریس، بریلی کے زیر اہتمام طبع ہو چکا ہے۔

۱۱۔ احسن الجلوۃ فی تحقیق المیل والزراع والفرسخ والغلوۃ ۱۳۰۰ھ

یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں علامہ بریلوی نے میل، زراع، فرسخ پر مدلل بحث کی ہے۔

۱۲۔ الصافیہ الموحیہ لحکم جلد الاضحیہ ۱۳۰۷ھ

یہ اہم رسالہ فاضل بریلوی کے شاہکار فتاوی ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' میں شامل ہے۔ اس رسالہ میں علامہ بریلوی نے چرم قربانی کے مصارف پر تحقیقی بحث کی ہے۔ متعدد مرتبہ شائع ہو کر منظر عام پر آ چکا ہے۔

۱۳۔ الحلاوۃ والتلاوۃ فی موجب سجود التلاوت ۱۳۰۶ھ۔

اس رسالہ میں سجدۂ تلاوت پر بحث کی گئی ہے اس رسالہ میں اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ کتنا پڑھنے سے اور کب سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

۱۴۔ الطراز المذھب فی التزویج بغیر الکفو ومخالف المذھب ۱۲۹۹۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے اس اہم رسالہ میں دوسرے مذاہب اور غیر کفو سے نکاح کرنے کے بارے میں مدلل احکام شرع بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہو کر سمنانی پریس، میرٹھ سے طبع ہو چکا ہے۔

۱۵۔ المنح الملیحۃ فیما نھی عن اجزاء الذبیحۃ ۱۳۰۷ھ۔

اس جلیل القدر رسالہ میں ذبیحہ کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ ذبیحہ سے بائیس چیزیں کھانا منع ہے۔ مولانا بریلوی نے اس رسالہ کا ذکر ''جد الممتار علی رد المحتار'' میں بھی کیا ہے۔

Marfat.com

۱۶۔ حاشیہ تبیین الحقائق۔

اس عدیم النظیر کتاب پر فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ جلیل القدر کتاب علامہ عثمان بن علی بن محجن زیلعی (م ۷۷۳ھ) کی تصنیف ہے۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۱۷۔ جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال ۱۳۰۳ھ۔

یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے شایع ہو چکی ہے۔ اس اہم کتاب میں مولانا بریلوی نے جوتا پہن کر مسجد میں جانے اور نماز پڑھنے کے مسئلہ پر اپنی مدلل تحقیقی بحث پیش کی ہے۔

۱۸۔ حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ ۱۲۹۹ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ لیکن اس کا ذکر دیگر کتابوں میں ضرور ملتا ہے۔ اس کتاب میں احمد رضا بریلوی نے جماعت اولیٰ اور مسجد کے وجوب پر محققانہ اور عالمانہ بحث کی ہے۔

۱۹۔ رفیع المدارک فی السوائب وما طرح المالک ۱۳۱۰ھ۔

احمد رضا بریلوی نے اس اہم رسالہ میں اس عمل کی سخت تردید کی ہے جو منت مانگنے کے لیے گہنا میں گھنا ڈالتے ہیں۔ اس رسالہ میں گہنا ڈالنے اور اسی کے مثل دوسری چیزوں سے بھی ممانعت فرمائی ہے۔ یہ رسالہ مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۰۔ رامی زاغیاں معروف بہ دفع زیغ زاغ ۱۳۲۰ھ

اس اہم رسالہ میں مولانا نے کوے سے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں اور اس مسئلہ سے متعلق بہت سے علماء کے عقائد کی تردید بھی کی ہے۔ یہ رسالہ فاضل بریلوی کے تمام رسائل میں اپنی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ حسنی پریس، بریلی سے طبع ہوا اور اس کے بعد برقی پریس، بریلی سے بھی شائع ہوا ہے۔

۲۱۔ حاشیہ غنیۃ المستملی۔

علامہ سدید الدین کاشغری کی مایۂ ناز تصنیف منیۃ المصلّی ہے۔ اگرچہ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے لیکن اس میں بلند پایہ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے جس کو احناف میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ اس مشہور و معروف کتاب پر بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں کبیری اور صغیری کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور شرح "غنیۃ المستملی" ہے جو علامہ ابراہیم بن محمد حلبی کی تصنیف ہے۔ اہل علم و دانش میں اس شرح کو بہت پسند کیا گیا۔ علامہ حلبی نے قسطنطنیہ ہی میں "منیۃ المصلّی" کی شہرت سے متاثر ہو کر یکے بعد دیگرے دو شرحیں لکھیں ایک بنام کبیری یعنی "غنیۃ المستملی" پھر اس کو مختصر کر کے اس کا نام "صغیری" رکھا۔ لیکن شرح کبیری یعنی "غنیۃ المستملی" زیادہ مشہور ہوئی۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے اسی مشہور شرح "غنیۃ المستملی" پر حاشیہ لکھا۔ مولانا

Marfat.com

بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۲ء میں محمد علی پریس ناظم آباد کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

۲۲۔ الفوائد المتعلقه بکتب الفقه۔

فاضل بریلوی کی یہ کتاب ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے پاس موجود ہے جو مجھے دستیاب نہ ہوسکا۔فاضل بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں فقہ کی ۲۶ کتب کے فوائد بتائے ہیں۔

۲۳۔ منزع المرام فی التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ۔

احمد رضا بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں حرام اشیاء سے علاج کرنے کے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔

۲۴۔ لمعة الشمعه فی اشراط المصر للجمة ۱۳۰۰ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے جمعہ سے متعلق مسائل بیان کیے ہیں۔اس میں جمعہ شہر میں قائم کرنے کے بارے میں انتہائی مدلل ثبوت پیش کیا ہے۔

۲۵۔ صیقل الرین فی احکام مجاورة الحرمین ۱۳۰۵ھ

احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں مجاور حرمین شریفین پر مدلل بحث کی ہے۔

۲۶۔ نقد البیان لحرمته ابنته اخی اللبان ۱۳۱۴ھ۔

فاضل بریلوی کے حاشیہ ''جد الممتار، باب الرضاع''میں اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۷۔ راد القحط و الوباء بدعوة الجیران و مواساة الفقراء ۱۳۱۲ھ۔

علامہ بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں یہ بیان کیا ہے کہ غرباء اور فقراء کی مدد کرنے سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

۲۸۔ حاشیه معین الحکام:

یہ رسالہ معین الحکام علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ غزنی بن خطیب بن محمد خطیب بن خلیل بن تمرتاشی کا ہے۔آپ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے بے مثل فقیہ اور امام کبیر تھے۔آپ کثیر التصانیف تھے۔علامہ کی ایک عجیب و غریب کتاب ''منظومۃ فقہ'' ہے جس کا دوسرا نام ''تحفۃ الاقران'' ہے۔اس کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شمس الدین کو نظم پر بھی دسترس حاصل تھی۔فقہ حنفیہ سے متعلق آپ کے متعدد رسائل ہیں۔علامہ شمس الدین کی تصنیف ''معین الحکام'' پر علامہ بریلوی کا گرانقدر حاشیہ ہے۔فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء جلد دوم میں شامل ہے۔اور مطبع محمد علی پریس ناظم آباد کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

۲۹۔ حاشیہ المسامرة ۳۰۔ حاشیہ المسایرہ

مندرجہ بالا رسائل علامہ قوام الدین قاسم بن خلیل رومی کے ہیں۔علامہ کا شمار نویں صدی ہجری کے مشہور علمائے احناف میں ہوتا ہے۔فقہ حنفیہ کی بیشتر مشہور و معروف کتب پر آپ کی تعلیقات ہیں۔علامہ قوام الدین قاسم کو علوم عقلیہ سے انتہائی شغف

Marfat.com

تھا اس لیے وجود ذہنی (فلسفہ مابعد الطبیعیات) کے ابحاث پر کئی رسالے تصنیف کیے۔ اس رسائل میں رسالہ "مامرہ" اور "مسایرہ" کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ان دونوں رسائل میں وجوہ ذہنی پر بہت عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ علامہ احمد رضا بریلوی کے حواشی انہیں دونوں رسائل پر ہیں۔ مولانا بریلوی کے یہ حواشی ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔

۳۱۔ منحتہ النحالق شرح کنزالدقائق۔

"منحتہ الخالق" مشہور زمانہ فقیہ زین العابدین کے فرزند امین ابن العابدین کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اپنی تصنیف شرح "کنزالدقائق" معروف بہ بحرالرائق پر حواشی تحریر کیے ہیں۔ اور یہ حواشی فقہ حنفیہ میں "منحتہ الخالق" کے نام سے موسوم ہیں۔ ان حواشی کو فقہ حنفیہ میں ایک معتبر مقام حاصل ہونے کے باوجود حواشی بحرالرائق کی طرح مشہور نہیں ہوئے۔ احمد رضا بریلوی نے انہیں دونوں کتب پر حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ اس حاشیہ کا عکس ۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع کتاب "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد اول میں موجود ہے۔

۳۲۔ حاشیہ خلاصتہ الفتاویٰ۔

"خلاصتہ الفتاویٰ" امام افتخار الدین طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری کی تصنیف ہے۔ علامہ افتخار الدین طاہر بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، "فوائد البھیۃ" کا مصنف لکھتا ہے۔

"وله تصانيف مقبولة منها خزانة الواقعات وانصاب والخلاصة قال جامع الاوراق ارخ صاحب الكشف وفاته عند ذكر خزانة الواقعات سنة اثنين واربعين وخمس (۵۴۲ھ) وقد طالعت من تصانيفه خلاصة الفتاوىٰ........وهو كتاب معتبر عند العلماء معتمد عند الفقهاء۔"

یعنی آپ کی تصانیف بہت مقبول ہیں، ان میں خزانتہ الواقعات، انصاب اور الخلاصتہ شامل ہیں۔ جامع اوراق عبدالحیٔ صاحب فوائد البھیہ کہتا ہے کہ صاحب کشف (کشف الظنون) نے آپ کی تاریخ وفات ۵۴۶ھ لکھی ہے، آپ کی تصانیف میں خلاصتہ الفتاویٰ" علماء کے یہاں ایک معتبر کتاب ہے اور فقہا نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اسی معتبر کتاب "خلاصتہ الفتاویٰ" پر حاشیہ لکھا ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس اس کتاب میں ۲۴۷ تا ۲۶۰ پر موجود ہے۔

۳۳۔ شمامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر ۱۳۲۷ھ۔

مذکورہ رسالہ کا ذکر فاضل بریلوی کے فتاویٰ "العطایا النبویہ فی لفتاویٰ الرضویہ" کے جلد چہارم ۱۲۳ پر موجود ہے۔ اس رسالہ میں علامہ بریلوی نے جمعہ کی اذانِ ثانی در مقابل منبر اور خارج مسجد ہونے پر مدلل و محققانہ بحث کی

Marfat.com

ہے ۔ یہ رسالہ رضا اکیڈمی ممبئی سے ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء میں عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع چکا ہے ۔ مقدمہ اور اردو ترجمہ مفتی عبدالمنان کے قلم سے ہے ۔

۳۴۔ حاشیہ شرح معانی الآثار

"معانی الآثار" علامہ ابوجعفر احمد بن سلامہ (بن سلمہ) ابن عبدالمالک الازدی المصری الحنفی کی گراں قدر تصنیف ہے ۔ آپ کا شمار تیسری صدی کے مشاہیر فقہائے احناف میں ہوتا ہے ۔ علامہ ابوجعفر کی اسی گراں مایہ کتاب کی شرح نویں صدی ہجری کے فقیہ علامہ بدرالدین عینیؒ نے تحریر فرمائی ۔ علامہ عینی نے بہت سی کتابیں اور شرحیں لکھی ہیں ۔ ۲۰ سے زائد کتابیں اور شرحیں آپ سے منسوب ہیں ۔ آپ کی مشہور تصانیف میں عمدۃ القاری شرح بخاری المعروف بہ "عینی" شرح ہدایہ، شرح معانی الآثار، شرح درالبحار، تاریخ کبیر اور طبقات الحنفیہ ہے ۔ آپ کو "قاضی القضاۃ" کے خطاب سے بھی نوازا گیا ۔ علامہ بدرالدین عینی کی عدیم المثال "شرح معانی الآثار" پر احمد فاضل بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے ۔ علامہ بریلوی کا یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع ہو چکا ہے ۔ اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" ۱۳۳ تا صفحہ ۱۴۷ پر موجود ہے ۔

۳۵۔ حاشیہ درر الحکام شرح غرر الاحکام ۔

"دررالحکام" محمد بن فراموز الشہیر بہ مولیٰ خسرو (۸۸۵ھ) کی جلیل القدر تصنیف ہے ۔ اپنی اس کتاب کی شرح خود مصنف نے "غررالاحکام" کے نام سے لکھی ہے ۔ "غررالاحکام" علم فقہ کی ایک بلند پایہ کتاب ہے جو فقہ حنفیہ میں مشہور اور مستند ہے ۔ علامہ مولیٰ خسرو کو علوم معقول اور منقول میں غیر معمول تجر حاصل تھا ۔ آپ کا شمار نویں صدی ہجری کے مشاہیر فقہائے حنفیہ میں ہوتا ہے ۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے علامہ مولیٰ خسرو کی معرکۃ الآرا تصنیف "غررالاحکام" پر شاہکار حاشیہ لکھا ہے ۔ فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد اول کے صفحہ ۸۱ تا ۸۴ پر موجود ہے ۔ اور یہ حاشیہ ۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے ۔

۳۶۔ حواشی الفتاویٰ زینیہ

"فتاویٰ زینیہ" کے مصنف شیخ ابوطالب حسین بن محمد بن علی بن حسن زینی الملقب بہ نورالہدیٰ ہیں ۔ آپ فقہ حنفی کے مفتی اور عالم متجر تھے ۔ آپ نے پچاس سال تک مشہد ابی حنیفہ میں درس دیا ۔ ۹۲ سال کی عمر میں صفر ۵۱۲ھ میں بغداد میں وفات پائی اور امام ابوحنیفہؒ کے قریب دفن ہوئے ۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ زینیہ" ہے جس کا شمار قدیم ترین کتب فتاویٰ میں ہوتا ہے ۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو کا فقہ حنفیہ کی کتب فتاویٰ میں اس کو اولیت کا درجہ حاصل ہے ۔ احمد رضا فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی مشہور و معروف کتاب "فتاویٰ زینیہ" پر ہے ۔ جو ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء میں مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے شائع ہو چکا ہے ۔

۳۷۔ حاشیہ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف شاہکار تصنیف "بدائع صنائع" علامہ فقیہ ابوبکر بن مسعود بن احمد کاشانی (م ۵۸۷ھ) کی تصنیف

Marfat.com

ہے۔آپ علامہ علاؤ الدین محمد سمرقندی کے تلامذہ میں سے تھے۔علامہ ابوبکر کاشانی نے اپنے استاد علامہ سمرقندی کی معرکۃ الآرا تصنیف ''تحفۃ الفقہا'' کی عدیم المثال شرح بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' کے نام سے لکھی۔علامہ ابوبکر نے ''تحفۃ الفقہا'' کی شرح ''بدائع الصنائع'' کو اپنے استاد محترم علامہ علاؤ الدین محمد سمرقندی کی خدمت میں پیش کیا تو آپ اس شرح سے بے حد متاثر ہوئے اور اپنی فاضلہ بیٹی ''فاطمہ'' کا عقد علامہ ابوبکر کے ساتھ کر دیا۔آپ کی بیٹی ''فاطمہ'' کا علمی مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ فتویٰ پر والد محترم کے دستخط کے ساتھ بیٹی ''فاطمہ'' کے بھی دستخط ہوتے تھے۔

''بدائع الصنائع'' کے ذریعہ علامہ ابوبکر نے ''تحفۃ الفقہاء'' کے بہت سے مشکل مقامات کو عام فہم بنایا۔احمد رضا خاں بریلوی کا حاشیہ اسی شرح ''تحفۃ الفقہا'' پر ہے۔احمد رضا خاں بریلوی کا یہ حاشیہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔اس حاشیہ کا عکس ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' جلد اول میں صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۶ پر موجود ہے۔

۳۸۔ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ ۱۳۰۴ھ۔

فاضل بریلوی نے اپنی تصنیف میں مکروہ تنزیہی پر شاندار مدلل بحث کی ہے۔اس رسالہ کا ذکر خود علامہ بریلوی نے شاہکار فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' جلد دوم کے صفحہ ۱۵۵ پر ہے۔

۳۹۔ حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار جلد اول۔

محمد بن عبداللہ احمد خطیب بن محمد خطیب ابن ابراہیم خطیب (۹۳۹ھ / ۱۵۳۲ء) کی تصنیف ''تنویر الابصار'' کی شرح ہے ''درمختار'' پر علامہ سید محمد امین عمر عابدین شامی نے ''ردالمحتار'' کے نام سے حاشیہ لکھا جو شامی کے نام سے مشہور ہے۔اسی ''ردالمحتار'' پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ''جدالممتار علی ردالمحتار'' کے نام سے موسوم ہے اور حاشیہ شامی کے نام سے معروف ہے۔علامہ بریلوی کے جلیل القدر حاشیہ کو دیکھ کر آپ کے علمی و فقہی بصیرت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔حاشیہ شامی میں بہت سے مسائل تشنہ تحقیق تھے جنہیں علامہ بریلوی نے اپنی بے پناہ فقہی صلاحیتوں کی بنا پر حل کر دیا جو اہل علم کے لیے مشعل راہ ہے۔فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ المجمع الاسلامی محمد آباد، اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

۳۸۔ حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار، جلد دوم

۳۹۔ حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار، جلد سوم

۴۰۔ حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار، جلد چہارم

۴۱۔ حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار، جلد پنجم

۴۲۔ عبقری حسان فی اجابۃ الاذان ۱۲۹۹ھ۔

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔مولانا عبدالحیٰ نے اپنی کتاب ''الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند'' کے صفحہ ۱۱۷ پر اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

فوائد رد المحتار، جلد اول
فوائد رد المحتار، جلد دوم
فوائد رد المحتار، جلد سوم
فوائد رد المحتار، جلد چہارم
فوائد رد المحتار، جلد پنجم

احمد رضا خاں بریلوی نے فقہ کی متعدد کتب کے فوائد مفتیانِ عظام کی آسانی کے لیے تحریر فرمائی ہیں۔ فاضل بریلوی کا یہ سرمایہ علمی دنیا میں اپنا ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ پانچوں جلدیں مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور اس کا عکس مدرسہ منظر الاسلام (بریلی) کے مدرسہ مولانا انور علی کے پاس موجود ہے۔

کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء۔

اس اہم رسالہ میں احمد رضا بریلوی نے کرنسی نوٹ سے متعلق شرعی احکام بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ مکہ مکرمہ میں تصنیف فرمایا گیا ہے۔ یہ اہم رسالہ علامہ بریلوی کی ڈیڑھ دن کی محنت کا ثمرہ ہے۔ علامہ بریلوی نے قیام مکہ کے دوران جب علماء کی فرمائش پر ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" تحریر فرمایا۔ اس رسالہ کے تحریر کرنے کے بعد مولانا بریلوی علمائے حرمین میں کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ علمائے حجاز نے آپ کے علم و فضل کا نہ صرف بخوبی اعتراف کیا بلکہ بعض مشکل اور ادق مسائل کے لیے علامہ بریلوی سے رجوع بھی کیا۔ یہاں تک کہ کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت پر ۱۲ سوالات علمائے حرمین نے احمد رضا بریلوی سے کیے۔ علامہ بریلوی اس رسالہ کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھتے ہیں "مکہ مکرمہ کے دو علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میر داد، امام مسجد الحرام، اور ان کے استاد مولانا حامد احمد نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل وھاب عزوجل ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ "کفل الفقیہ" وہیں لکھ دیا"۔

کرنسی نوٹ سے متعلق سوالات علامہ بریلوی سے قبل مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی مرحوم سے کیا گیا لیکن انہوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ لیکن جب یہی سوالات علامہ بریلوی سے کیے گئے تو انہوں نے ان سوالات کے جوابات انتہائی تشفی بخش دیے۔ مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق نے فاضل بریلوی کے ان جوابات کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے صمیم قلب سے احمد رضا خاں بریلوی کی محققانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔ علمائے حرمین جیسے شیخ الائمہ مولانا احمد ابوالخیر میر داد، قاضی مکہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہ نے علامہ بریلوی کے اس مقالے کی نقول حاصل کیں۔

مولوی عبدالحیٔ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "نزھۃ الخواطر" جلد ہشتم کے صفحہ ۴۱ پر "کفل الفقیہ" کی اہمیت و افادیت اور مولانا بریلوی کی فقہی بصیرت پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عربی ترجمہ: "فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ" اور "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" شاہد ہے۔

---

۱ محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی جون، جولائی ۱۹۹۵ء

Marfat.com

فاضل بریلوی کے اس رسالہ پر لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے ایک پر مغز مقالہ لکھا جو کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانا بریلوی کی یہ مایہ ناز تصنیف ۲۳ رجب ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۴۔ کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء۔

قیام مکہ کے دوران علامہ بریلوی نے نوٹ سے متعلق سوالات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم ۱۳۲۴ھ" تحریر فرمایا جس کو علمائے حجاز میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ فاضل بریلوی نے ہندوستان واپسی کے بعد اس اصل رسالہ میں ایک ضمیمہ کا اضافہ کر کے اس کا نام "کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم (۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)" رکھا۔

۴۵۔ ھادی الاضحیہ بالشاہ الھندیہ۔ ۱۳۱۴ھ

۵۱۔ نور الجوھرتھۃ السمرۃ و السو کرہ ۱۳۲۰ھ

۵۲۔ حاشیہ مجمع الانھر

۵۳۔ حاشیہ مراقی الفلاح

۵۴۔ فتاویٰ سراجیہ

۵۵۔ فتح الملیک کتاب الانوار

۵۶۔ فتح الملیک فی حکم التملیک ۱۳۰۸ھ

۵۷۔ فتح الملیک کشف الغمہ

۵۸۔ فتح الملیک کتاب الخراج

۵۹۔ حاشیہ فتح القدیر لابن الھمام

۶۰۔ حاشیہ فوائد کتب عدیدہ

۶۱۔ حاشیہ فتاویٰ انقرویہ

۶۲۔ حاشیہ فتاویٰ عالمگیری

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم (نومحلہ مسجد، بریلی) کے پاس موجود ہے جو دستیاب نہ ہو سکی۔

۶۳۔ حاشیہ فتاویٰ خیریہ

۶۴۔ حاشیۃ فتاویٰ حدیثیہ

۶۵۔ حاشیۃ فتاویٰ زربینیہ

۶۶۔ حاشیۃ فتح المعین

Marfat.com

۶۷۔ حاشیة طلبة الطلبة

۶۸۔ حاشیة عنایه علی (شرح الهدایه)

۶۹۔ حاشیة شفاء الصغار

۷۰۔ حاشیة شرح مسلك متقسط

۷۱۔ شوارق النساء فی حد المصر و الفناء ۱۳۰۰ھ

۷۲۔ حاشیة خادمی

۷۳۔ حاشیة حلیه المجلی

۷۴۔ حاشیة حسن عجیمی

۷۵۔ جد الممتار تکمله رد المحتار

۷۶۔ حاشیة جامع الفصولین

۷۷۔ حاشیة جامع الرموز

۷۸۔ حاشیة جامیه الضار

۷۹۔ جواهر اخلاطی

۸۰۔ افاضات افاضات

۸۱۔ الفقه اتسجیلی فی عجین النار جیلی ۱۳۱۸ھ

۸۲۔ الطرة فی تستر العورة تستی العوی ۱۳۰۶ھ

۸۳۔ الکاس الدهاق باضافة الطلاق ۱۳۱۳ھ

۸۴۔ ازین کافل حکم القعده فی المکتوبه و النوافل ۱۳۰۵ھ

۸۵۔ ابجل ابداع فی حد الرضاع ۱۳۱۸ھ

۸۶۔ حاشیة الجوهرة النیرة

۸۷۔ حاشیة العقود الدریة فی تنقیح فتاوی الحامدیة

۸۸۔ حاشیة الاسعاف فی احکام الاوقاف

۸۹۔ حاشیة اتحاف الابصار

۹۰۔ حاشیة الاعلام بقواطع الاسلام

۹۱۔ حاشیة الاصلاح شرح الایضاح

Marfat.com

۹۲۔ حاشية منحة الجليل

۹۳۔ حواشی حلیہ شرح منیہ المصلی۔ ''منیۃ المصلی'' فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ لیکن ان شرحوں میں ''حلیۃ المحلی'' کو ارباب علم وفن میں جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی۔ اس کے مؤلف ''منیۃ المصلی'' کے شارح علامہ محمد المعروف بہ امیر الحاج حلبی متوفی ۸۷۶ھ ہیں۔ اسی شرح کے بیشتر صفحات پر فاضل بریلوی نے اپنے مختصر حواشی تحریر فرمائے۔ یہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے کتابی صورت میں شائع ہوچکا ہے۔ اس کا عکس ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' کے جلد اول کے صفحہ ۵۶ تا ۹۷ پر موجود ہے۔

اصول فقہ

۱۔ حاشیہ مسلم الثبوت

فاضل بریلوی کے اس حاشیہ کا ذکر ''تحفۂ حنفیہ'' جلد ششم، شمارہ ہشتم میں موجود ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ شاہکار حاشیہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں شامل نصاب ہے۔ یہ جلیل القدر حاشیہ مطبع اہل سنت، بریلی کے زیر اہتمام شائع ہوچکا ہے۔

۲۔ حاشیہ شرح الاشباہ و النظائر۔

''بحر الرائق'' کے مصنف علامہ زین الدین بن نجیم مصری کی آخری تصنیف ''الاشباہ والنظائر'' ہے جو ۹۶۹ھ میں تالیف کی گئی۔ ''الاشباہ والنظائر'' فقہ حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ ''الاشباہ والنظائر'' پر جتنے بھی حواشی لکھے گئے ان میں سب سے بہترین حاشیہ علامہ سید احمد حموی کا حاشیہ ہے۔ علامہ حموی مصری ایک نامور مدرس اور فقیہ تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں حاشیہ ''الاشباہ والنظائر'' اور ''شرح کنز الدقائق'' بہت مشہور ہیں۔ احمد رضا فاضل بریلوی نے اسی ''حاشیہ حموی'' پر اپنا حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ مولانا بریلوی کا یہ حاشیہ کراچی پاکستان سے شائع ہوچکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' صفحہ ۱۸۴ تا ۲۴۶ پر موجود ہے۔

۳۔ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف

احمد رضا بریلوی کی اس کتاب کا ذکر انہیں کے شاہکار فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' کی جلد پنجم صفحہ ۱۷ (مطبوعہ سنی دار الاشاعت، مبارکپور) پر ملتا ہے۔ اس کتاب میں علامہ بریلوی نے ان احکام کو قلمبند کیا ہے جن کا دار و مدار عرف ہے۔

۴۔ حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ لیکن اتنا ضرور معلوم ہوسکا کہ قاضی عبد الرحیم بستوی، مرکزی دار العلوم کے ذاتی کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

Marfat.com

۵۔ التاج المکلل فی انارة مدلول کان یفعل ۱۳۰۴ھ۔

رسم المفتی

۱۔ حاشیہ رسائل شامی ۲۔ فصل القضأ فی رسم الافتاء۔

اس اہم رسالہ کا ذکر علامہ بریلوی کے فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد چہارم صفحہ ۷۵ پر ملتا ہے۔ اس رسالہ میں احمد رضا بریلوی نے "رسم المفتی" پر محققانہ بحث کی ہے۔

۳۔ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام ۱۳۲۴ھ۔

یہ اہم رسالہ ۱۳۲۴ھ میں مکمل ہوا۔ اس رسالہ میں احمد رضا خاں بریلوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ فتوے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" جلد اول کے صفحہ ۳۸۱ پر بھی موجود ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ اشیق استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

تجوید

۱۔ حاشیہ المنح الفکریہ۔ ۲۔ یس ر الزاد لمن ام الضاد ۱۳۱۰ھ۔

عقائد وکلام

۱۔ الکلم العلیة لمفتی الشافعیة ۱۳۲۴ھ۔

یہ کتاب رضوی کتب خانہ بریلی سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں مولانا بریلوی نے "حسام الحرمین" پر علمائے شافعیہ کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے۔

۲۔ المعتمد المستند بناء نجاة الابد ۱۳۲۰ھ۔

"المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) مولانا فضل رسول بدایونی کی گرانقدر تصنیف ہے۔ اسی تصنیف پر علامہ بریلوی نے تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ" رکھا۔ ان تعلیقات میں علامہ بریلوی نے اپنے بعض معاصرین کی قابل اعتراضات نگارشات کا تعاقب کیا۔ اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ اسی زمانے میں تصدیقات کے لیے ان تعلیقات کا خلاصہ علمائے حجاز کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ۳۷ علمائے حرمین شریفین نے مولانا بریلوی کے اس تعلیقات پر تقاریظ وتصدیقات ثبت کیں۔ السید احمد بن السید اسماعیل الحسنی البرزنجی، (مفتی شافعیہ، مدینہ منورہ) علامہ بریلوی کے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں:

"انی قدوقفت الهیا العلامته النحریر، والعالم الشهیر، ذوالتحقیق والتحریر، والتدقیق

Marfat.com

والتجير، عالم اهل السنة و الجماعة، جناب الشيخ احمد رضا خاں بریلوی ادام الله توفيقه و ارتفاعه على خلاصة من كتابك المسمى بالمعتمد المستند، فوجدتها على اكمل الدر جات من حيث الاتقان و النقد۔"[1]

ترجمہ: اے علامہ کامل، شہیر و مشہور، صاحب تحقیق و تنقیح، صاحب تدقیق و تزئین، عالم اہل سنت و جماعت شیخ احمد رضا خاں بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کی نیک تمناؤں کو پورا کرے اور اس کی بلندیوں کو باقی اور دائم رکھے) میں نے آپ کی کتاب موسومہ المعتمد المستند کے خلاصے کا مطالعہ کیا تو میں نے اس کو قوت و نقد کی انتہائی بلندیوں پر پایا۔

شیخ حامد احمد محمد جداوی (مکہ معظمہ) لکھتے ہیں:

"قد طالعت هذه النبذة التي هي انموذج المعتمد المستند فوجدتها شذرة من عسجد وجوهرة من عقود درّ و ياقوت و زبرجد، قد نظمها بيد الاجادة، في سلك اصابة الصواب في الافادة العمدة القدوة العالم العامل الحبر البحر الرجب العذب المحيط الكامل المحبوب المقبول المرتضى محمود الاقوال و الافعال مولانا الشيخ احمد رضا متعنا الله و المسلمين بحياته۔"[2]

ترجمہ: میں نے یہ مختصر رسالہ جو المعتمد المستند کا خلاصہ ہے، مطالعہ کیا، رسالہ کیا ہے یہ تو خالص سونے کی ڈلی یاقوت و زبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے جس کو پیشوائے معتمد عالم باعمل، فاضل متجر، دریائے بیکراں، محیط کامل، محبوب و مقبول و مرغوب، ستودہ اقوال و افعال مولانا شیخ احمد رضا کے قابل قدر ہاتھوں نے صراط مستقیم کی لڑی میں پرو دیا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے نفع عطا فرمائے۔

شیخ عمر بن حمدان محروسی مالکی اشعری۔ مدینہ منورہ لکھتے ہیں:

"فانی قد اطلعت على ما حرره العالم العلامة، الدراكة الفهامة ذو التحقيق الباهر، جناب شيخ احمد رضا خاں في الخلاصة الماخوذة من كتابه المسمّى المعتمد المستند فوجدته في غاية التحرير فلله در مؤلفه۔"[3]

ترجمہ: جناب شیخ احمد رضا نے جو اپنے خلاصے میں تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو مطالعہ کیا۔ یہ خلاصہ ان کی کتاب موسومہ المعتمد المسند سے ماخوذ ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لیے ہے

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔ ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء۔ احمد رضا خاں۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۵ء ص ۲۳۰

[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔ ص ۱۹۶

[3] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔ ص ۸۱۲

Marfat.com

وہ مصنف جو خوب ہی جاننے والا خوب ہی سمجھنے والا، اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں۔ یہ حاشیہ کئی مرتبہ زیورِ طبع سے مزین ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۹۷۵ء میں مکتبہ اشیق، استنبول، ترکی سے بھی طبع ہو چکا ہے۔

۳۔ العلم المکیہ و الستجیلات المکیہ ۱۳۲۴ھ۔

اپنی اس تصنیف میں احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ہی تصنیف "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" پر علمائے حجاز نے جو تصدیقات تحریر کیے تھے۔ انہی تصدیقات کو اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے۔ علامہ کا یہ مجموعہ صرف ایک مرتبہ مطبع رضوی کتب خانہ، بریلی سے شائع ہوا ہے۔

۴۔ الفواکہ الھنیئۃ و التسجیلات المدینۃ ۱۳۲۴ھ۔

یہ مجموعہ رضوی کتب خانہ بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے "حسام الحرمین" پر علماء مدینہ کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے۔

۵۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔

یہ نامکمل حاشیہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔ اور سن ۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے "الدولۃ المکیہ" کے ساتھ بھی یہ حاشیہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ علامہ بریلوی کی تصنیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیۃ" ۱۳۲۴ھ کا مبسوط حاشیہ ہے۔ ان تصدیقات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے عرب فاضل بریلوی کی ہمہ جہت شخصیت سے کس قدر متاثر تھے۔

۶۔ البراء المجنون من انتھا کہ علم المکنون ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء۔

احمد رضا بریلوی کے اس کتاب کا ذکر پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی تصنیف "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" کیا ہے جو ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ سے شائع ہو چکا ہے۔

۷۔ ضوء النہایۃ فی اعلام الحمد والھدایہ ۱۲۸۵ھ۔

احمد رضا فاضل بریلوی کی یہ پہلی تصنیف ہے جو سترہ برس کی عمر میں لکھی گئی تھی۔ اس سے قبل مولانا بریلوی نے دس سال کی عمر میں "ھدایہ النحو" کی شرح لکھی تھی۔ "ضوء النہایۃ" کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کتاب کا ذکر "المجمل المعدد لتالیفات المجدد"[1] کے صفحہ ۶ پر موجود ہے جو ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء میں پٹنہ سے طبع ہو چکا ہے۔

۸۔ فتاویٰ الحرمین بر جف الندوۃ المین ۱۳۱۶ھ۔

احمد رضا بریلوی کا "فتاویٰ الحرمین" ندوۃ العلماء کے بارے میں لکھا ہوا ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ بقول

---

[1] المجمل المعدد لتالیفات المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۶۔ مطبوعہ، پٹنہ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۹ء

Marfat.com

احمد رضا بریلوی" جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا۔ یعنی ۱۶ شوال کو بعد نماز صبح سے لیکر ۱۷ شوال طلوعِ فجر سے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کرلیا گیا۔ علامہ بریلوی عربی اشعار کے ذریعہ اس کی تفصیل فرماتے ہیں:

"فماهو الاشغل عشرين ساعة
وعنها الى السجدات والا كل يفرد
فما كان ذا الا بتوفيق ربنا
له الحمد حمداً دائماً يتأبد"[1]

مولانا بریلوی کا یہ فتویٰ تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ علمائے حرمین شریفین نے اس فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جن میں مکہ مکرمہ کے ۱۶ اور مدینہ منورہ کے سات علماء نے اس پر تصدیقات وتقریظات ثبت کیں۔ ان تصدیقات میں حافظ کتب الحرام شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر مدلل بحث اور جوابات کی تصدیق کی گئی ہے۔ علامہ بریلوی کو بلند القاب وآداب سے نوازنے کے ساتھ ہی ان کی علمی صلاحتوں کی بنا پر خراج تحسین بھی پیش کیا۔

۹۔ مال الحبيب بعلوم الغيب ۱۳۱۸ھ۔

مولانا عبدالرحیم بستوی (نومحلہ مسجد بریلی) کے پاس اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۰۔ الجلاء الكامل لتيعين قضاة الباطل ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔

اس کا ذکر پروفیسر محمد مسعود نے اپنی تصنیف "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

۱۱۔ اللّمم الملكيه و التسجيلات المكيه ۱۳۲۴ھ۔

یہ رسالہ مطبع اہلسنت رضوی کتب خانہ، بریلی کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکا ہے۔ جو مجھے دستیاب نہ ہوسکا۔

۱۲۔ حاشيه التفرقة بين الاسلام و الزندقه۔

یہ بھی کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۳۔ حاسم المفترى على السيد البرى ۱۳۲۸ھ۔

علامہ بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں علم غیب کے مسئلہ پر جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ الدول۔ المکی۔ بالمادة الغيبية ۱۳۲۴ھ

"الدولة المكيه بالمادة الغيبة" مولانا بریلوی کی ایک بلند پایہ تصنیف ہے جس کو عالم اسلام کے علمی حلقوں میں

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اوّل۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ: نفس آفسیٹ پریس دہلی، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳۔ ص ۴۲۳

[2] رسائل رضویہ۔ عبدالحکیم شاہ جہاں پوری، جلد اوّل۔ مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۴۰

Marfat.com

بہت شہرت حاصل ہوئی۔ یہ علم غیب کے مسئلہ پر ایک ایسی بے مثال کتاب ہے جسکی بے مثال اور منفرد ہونے کی تصدیق خود علمائے عرب نے کی ہے۔

محدث بریلوی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب دوسری مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارتِ حرمین شریفین کے لیے گئے تو وہاں علمائے حجاز نے آپ سے علم غیب پر سوال کیا۔ مولانا بریلوی نے اس استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب پر ایک تحقیق مقالہ ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام ''الدولتہ المکیہ'' ہے۔ یہ کتاب بحالت بخار بغیر کسی ماخذ و مراجع کے مطالعہ کے لکھی گئی ہے اس میں ۱۷ آیات قرآنی اور ۱۳۷ احادیث کریمہ ہیں۔ جب یہ مقالہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کو مکمل ہوا تو مفتی مکہ شیخ صالح کمال نے شریف مکہ کے دربار میں علماء کے مجمع عام میں ''الدولتہ المکیہ'' کو پڑھ کر سنایا۔ شریف مکہ اور علمائے حرمین مقالہ کے مباحث علمیہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کی تقریباً ۵۰ علمائے حرمین اور ۱۵ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء نے اس پر تصدیقات تقریظات قلم بند کیے۔[1]

''الدولة المکیه'' دوحصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں علم غیب پر محققانہ بحث ہے۔ اس میں بعض مباحث ایسے ہیں جن کا تعلق علم ریاضی اور علم منطق وفلسفہ سے ہے جو عام لوگوں کے فہم سے بالا تر ہے۔ دوسرے حصہ میں چار سوالوں کے جوابات درج ہیں جن کا تعلق مولانا سلامت اللہ رامپوری (متوفی ۱۳۲۸ھ) کی تصنیف ''اعلام الاذکیاء'' کے آخر میں واقع ایک عبارت سے ہے۔ اور ایک سوال کا تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خطبہ مدارج النبوۃ سے ہے۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے ''الدولتہ المکیہ'' میں علم غیب کے مسئلہ پر قرآن قریم کی ان آیات کی تطبیق یوں فرمائی ہے کہ جو علم غیب اپنی ذات سے حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اس علم کو غیر خدا میں ثابت کرنا کفر وشرک ہے۔ اور وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں وہ حضور ﷺ کے لیے ثابت ہے۔ اس علم کو خدا کے لیے ثابت کرنا کفر وشرک ہے۔

''الدولة المکیه'' پر علمائے حرمین شریفین نے جو تصدیقات وتقریظات قلم بند کیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں جن کو پڑھ کر اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

۱۔ شیخ محمد صالح بن شیخ محمد بافضل، امام شافعیہ فی المسجد الحرام، مکہ مکرمہ۔ فبا اللہ ھی من جنة علم قطوفها دانية، لا تسمع فيها لا غيه[2]

ترجمہ: خدا کی قسم رسالہ کیا ہے علم کی بہشت ہے جس کے خوشے نزدیک ہیں تو اس میں کوئی لغویات نہ سنے گا۔

---

[1] تفصیلات کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ کیجیے:

الدولتہ المکیہ۔ احمد رضا خاں بریلوی۔ مطبوعہ کراچی

فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء

حیات اعلیٰ حضرت حصہ اوّل۔ ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ، دہلی ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ھ

[2] الفیوضات المکیہ لمحب الدولتہ المکیہ۔ ص ۳۹

Marfat.com

"فلعمر ان هذا الهوا لتاليف الذی یفتخر به العالمون"[1]

ترجمہ: مجھے اپنی جان کی قسم بیشک یہی وہ تصنیف ہے جس پر علماء فخر کریں۔

۲۔ مفتی شافعیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد باقفیہ حسینی علوی۔مدینہ منورہ "وانها الجدیرة بان تکتب بالبتر بدل المدادو الحبر"[2]

ترجمہ: اور وہ بیشک اس لائق ہے کہ سیاہی اور روشنائی کے بدلے سونے سے لکھی جائے۔

۳۔ شیخ عثمان قادری۔مدینہ منورہ

"ومارأیت مثله فی مسئلة علم الغیب نبیّنا صلی الله تعلیٰ علیه وسلم محکما من النصوص القرآنیه والاحادیث الصحیحه واقوال العماء المجتهدین المتقدمین. کیف لاومصنفه فرید الدهروحیدالعصر الفاضل الکامل، العالم العامل، قامع البدعة، ناصر السنة، المحقق المدقق الامام الهمام لهذاالزمان المولانا الحاج سیدی محمد احمد رضا خان القادری البریلوی۔[3]

ترجمہ: مسئلہ علم غیب نبی ﷺ کے متعلق میں نے کبھی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو آیات قرآنی، احادیث صحیحہ، مجتہدین و متقدمین کے اقوال سے ایسی محکم ہو کیوں نہ ہو، اس کا مصنف یکتائے زمانہ، یگانہ روزگار، فاضل و کامل، عالم و عامل، قامع بدعت، ناصر سنت، محقق و مدقق، سردار وقت، پیشوائے زمانہ مولانا الحاج سید محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی ہیں۔

۴۔شیخ محمد امین سوید دمشقی وارد مدینه منوره۔

"فقد سرحت نظری فی هذه الرسالة الموسومه بالدولة المکیة بالمادة الغیبیه مؤلفها العلامة الکبیرو الفهامة الشهیر الألمعی المحقق المدقق الشیخ احمد رضا خان فوجدتها دوحة جمعت خلاصة مذهب اهل الاسلام"[4]

ترجمہ: میں نے اس رسالہ موسومہ الدولة المکیه بالمادة الغیبیه پر نظر ڈالی جو علامہ کبیر، فہامہ شہیر، محقق مدقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے، میں نے اسے ایسا عظیم الشان درخت پایا جو مذہب اہل اسلام کے نچوڑ پر مشتمل ہے۔

۵۔ شیخ عبدالرحیم حنفی۔مدرس جامعہ ازہر مصر۔

---

[1] الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ۔ص ۴۴

[2] الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ۔ص ۹۲

[3] الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ص ۵۲۲

[4] الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ص ۵۳۲

Marfat.com

"ولعمری لقد جمع فیہا من الادلۃ ما بہ الکفایہ ولا ینفع الحسود تطویل العبارۃ۔[1]

ترجمہ: مجھے اپنی عمر کی قسم مؤلف نے رسالے میں کافی دلائل ذکر فرمائے ہیں اور حاسد کے لیے تو طویل عبارتیں بھی کافی نہیں۔

علامہ بریلوی کی یہ تصنیف متعدد مرتبہ پاک وہند سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں مکتبہ اشیق، استنبول، ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ۲۰۰۱ء میں "الفیوضات الملکیۃ" کے حاشیہ کے ساتھ بھی اسے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کو مغربی ممالک میں بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ لندن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد حنیف اختر فاطمی نے اس کتاب کو پیشِ نظر رکھ کر ایک کتاب مرتب کی۔ جس کا عنوان ہے:

"Islamic concept of knowledge" پروفیسر فاطمی کی یہ کتاب مانچسٹر (انگلستان) سے شائع ہو چکی ہے۔

۶۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین۔

مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۹۸ھ/۱۸۷۲ء) کی شہرۂ آفاق تصنیف "المعتقد المنتقد" (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳) پر علامہ بریلوی نے حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" رکھا اور پھر ان حواشی کا خلاصہ تصدیقات کے لیے علمائے عرب کی خدمت میں پیش کیا۔ علمائے عرب نے مولانا بریلوی کی اس تصنیف پر تقاریظ وتصدیقات تحریر فرمائیں۔ ان تقاریظ وتصدیقات کو محدث بریلوی نے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ مختلف مطابع سے طبع ہو چکی ہے۔

۷۔ ھدایہ المعلمین الی ما یجب فی الدین ۱۳۳۰ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا لیکن اس کا ذکر "معجم المطبوعات" جلد اول کے صفحہ ۹۳۹ پر ملتا ہے۔

۸۔ حاشیہ مقاصد الکلام۔

"مقاصد الکلام" سعد الدین بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ آپ جامع العلوم شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کو علوم معقولہ یا علم معقول سے زیادہ شغف تھا۔ صرف ونحو معانی وبیان میں تبحر حاصل تھا۔ اور اصول مذہب، منطق وکلام پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان علوم کے استاد علی الاطلاق مشہور ہوئے۔ علامہ تفتازانی کثیر التصانیف تھے۔ مختلف علوم وفنون پر آپ کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ علامہ تفتازانی کی تصنیف "مقاصد الکلام" کے مختلف صفحات پر احمد رضا بریلوی نے حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیہ کا عکس "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری" جلد دوم کے صفحہ ۱۲۳ تا ۱۷۲ پر موجود ہے۔

---

[1] الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ۔ ص ۵۴۱

Marfat.com

۹۔ حاشیہ مفتاح السعادۃ
۱۰۔ حاشیہ ہمزیہ
۱۱۔ حاشیہ شرح مواقف
۱۲۔ حاشیہ فقہ اکبر
۱۳۔ حاشیہ خیالی علی شرح العقائد
۱۴۔ حاشیہ تحفۃ الاخوان
۱۵۔ حاشیہ حدیقۃ ندیہ شرح طریق محمدیہ ۱۳۱۸ھ
۱۶۔ حاشیہ عقائد ھندیہ
۱۷۔ حاشیہ الصواعق المحرقہ
۱۸۔ بشری العاجلۃ من تحف آجلۃ ۱۳۰۰ھ
۱۹۔ السعی المشکور فی ابداء الحق طریقہ المحجور ۱۲۹۵ھ
۲۰۔ المقال الباھران منکر الفقہ کافر ۱۳۱۹ھ
۲۱۔ تصدیقات الحرام ۱۳۱۷ھ
۲۲۔ حل خطاء الخط
۲۳۔ فتویٰ مکۃ نعت الندوۃ المندکہ
۲۴۔ فتویٰ المدینۃ المنورہ بدک ندوۃ مزورۃ ۔ ۱۳۱۷ھ

مناظرہ

۱۔ اطائب الصیب علی ارض الطیب ۱۳۱۹ھ ۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے مدرسہ عالیہ (رامپور) پرنسپل محمد طیب مکی سے مسئلہ تقلید پر مراسلت کی تھی ۔ان خطوط کو یکجا کر کے اس کا تاریخی نام "اطائب الصیب علی ارض الطیب" رکھا۔ یہ مجموعہ مطبع اہلسنت، بریلی اور مکتبہ قادریہ، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

مناقب

۱۔ النجاء البری عن وسواس المفتری ۱۳۱۲ھ۔

محدث بریلوی نے اپنی اس کتاب میں شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیے ہیں۔

فضائل

۱۔ حاشیہ شرح شفا (ملا علی قاری)

۲۔ حاشیہ زرقانی شرح مواھب لدنیہ

اذکار

۱۔ ازھار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ۔

اس رسالہ میں مولانا بریلوی نے نمازِ غوثیہ پر مدلل محققانہ بحث کی ہے ۔اس کا تذکرہ "فتاویٰ رضویہ" جلد سوم، مطبوعہ سنی دار

Marfat.com

الاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۵۴۸ پر ملتا ہے۔

۲۔ الوظیفة الکریمة ۱۳۲۸ھ۔

یہ رسالہ اوراد و وظائف کا خوبصورت مجموعہ ہے۔ مطبع اہل سنت و رضوی کتب خانہ، بریلی سے کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

۳۔ المنة الممتازة فی دعوات الجنازة ۱۳۱۸ھ۔

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ رسالہ جنازہ کی چودہ دعاؤں پر مشتمل ہے۔ دعاؤں کا یہ مجموعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ یہ "فتاویٰ رضویہ" جلد چہارم، صفحہ ۸۸ پر بھی موجود ہے۔

تصوف

۱۔ حاشیة الزواجر۔

اس کا قلمی نسخہ مصطفیٰ رضا خاں کے نواسہ مولانا خالد علی خاں کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد اول)

۳۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد دوم)

۴۔ حاشیة مدخل لابن امیر الحاج (جلد سوم)

۵۔ حاشیة میزان الشریعة الکبریٰ

۶۔ بوارق تلوح من حقیقة الروح ۱۳۱۱ھ

۷۔ حاشیة احیاء العلوم الدین

۸۔ حاشیة الیواقیت و الجواهر

۹۔ حاشیة الابریز

نوٹ: درج بالا کتب دستیاب نہیں ہو سکیں اس لیے ان کتب کے صرف نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

خطبات

۱۔ الخطبات الرضویه فی المواعظ و العیدین و الجمعة۔

محدث بریلوی نے اپنی اس تصنیف میں عیدین، جمعہ اور محفل وعظ میں پڑھے جانے والے خطبات مع بعض احکام تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ رضوی کتب خانہ بریلی اور بریلی، الیکٹرک پریس سے شائع ہو چکی ہے۔

Marfat.com

تعبیر

۱۔ حاشیہ تعطیر الانام

لغت

۱۔ حاشیہ تاج العروس۔

یہ حاشیہ مولانا اختر رضا خاں ازھری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

نحو

۱۔ شرح ہدایۃ النحو۔ ۱۲۸۲ھ۔

احمد رضا فاضل بریلوی نے دس سال کی عمر میں "شرح ہدایۃ النحو" تصنیف فرمائی۔ اس کا ذکر مولانا محمود احمد کانپوری نے "تذکرہ علماء اہلسنت" کے صفحہ ۴۶ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا ظفر الدین بہاری نے "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" کے صفحہ ۶ پر مولانا بریلوی کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق رسالۃ المصدر و الافعال۔ ۱۳۲۸ھ

جفر

۱۔ الاجوبۃ الرضویہ علی المسائل الجفریہ۔ ۱۳۲۱ھ۔

اس رسالہ کا میں علامہ بریلوی نے علم جفر سے جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ علامہ کے کتب و رسائل کے زیادہ تر نام تاریخی ہوتے ہیں لیکن اس رسالہ کا نام غیر تاریخی ہے۔ یعنی ۱۳۲۱ھ غیر تاریخی نام ہے۔

۲۔ مجتلی العروس و مراد النفوس ۱۳۳۲ھ۔

یہ جلیل القدر تصنیف ۲۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں علامہ بریلوی نے کثیر ضابطے استخراج فرمائے ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں بریلوی کے پاس موجود ہے۔

۳۔ الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریۃ ۱۳۲۲ھ۔

یہ ۳۰ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے اس رسالہ میں مولانا موصوف نے اپنی طبع زاد جداول اور علم جفر سے متعلق معلومات تحریر فرمائی ہیں اور اسی خط میں اس کی اشاعت بھی ہوئی ہے۔ یہ رسالہ مرکزی مجلس رضا، لاہور (پاکستان) سے ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

۴۔ رسالہ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ۔

Marfat.com

محدث بریلوی کا یہ رسالہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے متعدد جداول بیان کیے ہیں۔ اس کے علاوہ قاری کے لیے اس میں علم جفر سے متعلق مفید معلومات بھی موجود ہے۔

۵۔ الجداول الرضویہ للمسائل الرضویہ۔ ۱۳۲۲ھ۔

۴۸ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ علامہ بریلوی نے خط نستعلیق میں لکھا ہے۔ اور ہر صفحہ پر ۱۸ سطریں تحریر ہیں۔ اس رسالہ کی ابتداء نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے متعدد جداول اور علم جفر سے متعلق قواعد تحریر فرمائے ہیں۔ مولانا بریلوی کے خط میں لکھا ہوا یہ نسخہ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۴ء میں شائع کیا ہے۔

۶۔ الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ ۱۳۲۱ھ۔

احمد رضا خاں کی اس کتاب میں کواکب دریہ پر عالمانہ بحث کی ہے۔

۷۔ حاشیہ الدر المکنون۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کا ذکر ''معارف رضا'' ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر ملتا ہے۔

۸۔ الجفر الجامع ۱۳۳۲ھ۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن یہ ضرور معلوم ہو سکا کہ اس کا قلمی نسخہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کراچی میں موجود ہے۔ اس کا ذکر ''معارف رضا'' ۱۹۹۸ء کے صفحہ ۸۳ پر ملتا ہے۔

۹۔ الرسائل الرضویہ للمسائل الرضویۃ ۱۲۲۸ھ

۱۰۔ اسھل الکتب فی جمیع المنازل

۱۱۔ حاشیہ مربغات جوالہ مزکورہ

علم تکسیر

۱۔ اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۶ھ۔

یہ رسالہ علم اوفاق اور علم تکسیر کے فن پر ہے۔ محدث بریلوی نے یہ جلیل القدر رسالہ سید حسین مدنی کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ اس میں مولانا موصوف کی ناقابل فراموش ایجادات موجود ہیں۔ اس رسالہ کا سبب تالیف یہ ہے کہ مولانا سید حسین مدنی ابن سید عبدالقادر شامی مدنی نے علم جفر میں مولانا بریلوی سے تلمذ کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا سید حسین مدنی بریلی آئے اور چودہ ماہ قیام کیا اور مولانا بریلوی سے علم جفر، علم اوفاق اور علم تکسیر حاصل کیے۔ علامہ بریلوی نے سید حسین مدنی کے لیے ہی ''اطائب الاکسیر فی عام التکسیر'' کی تصنیف کی یہ گراں قدر سرمایہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کراچی میں محفوظ ہے۔ اس اہم رسالہ کا ذکر فاضل بریلوی کے فرزند مصطفیٰ رضا خاں نے ''الملفوظ'' جلد دوم کے صفحہ ۲۷، (مطبوعہ مکتبہ الجیلانی، سنبھل) پر کیا ہے۔

Marfat.com

نظم

ا۔ قصیدتان رائعتان ۱۳۰۰ھ۔

یہ شاہکار قصیدہ اصحاب بدر کی مناسبت سے ۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ احمد رضا بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی کی تعریف وتوصیف میں لکھا ہے۔ یہ قصیدہ انتہائی فصیح وبلیغ ہے۔ اس قصیدہ کی فصاحت و بلاغت، شعری حسن اور زبان و بیان پر قدرت کو دیکھ کر علمائے مصر نے برجستہ کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔

"قصیدتان رائعتان" دو عربی قصیدوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک "قصیدہ نونیہ ہے جس کا تاریخی نام "مدائح فضل رسول" ہے۔ اس قصیدوں میں ۲۴۷ اشعار ہیں۔ اور دوسرا "قصیدہ دالیہ" ہے جس کا تاریخی نام "حمائد فضل رسول" ہے۔ اور یہ قصیدہ ستر اشعار پر مشتمل ہے اور دونوں قصیدوں کی مجموعی تعداد اصحاب بدر کی مناسبت سے ۳۱۳ ہے۔ اس قصیدہ کی تشبیب میں چونتیس (۳۴) اشعار ہیں۔ اس کے بعد چار شعر گریز کے ہیں۔ چالیسویں (۴۰) شعر سے علامہ فضل رسول بدایونی کی مدح شروع ہوتی ہے اور درمیان میں ۱۳۱ سے لیکر ۱۴۴ تک کل چودہ (۱۴) اشعار تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی کی تعریف وتوصیف میں ہیں۔

یہ دونوں قصیدے علامہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت مولانا شاہ عبدالحمید سالم قادری (سجادہ نشین خانقاہ قادریہ بدایوں) کے پاس بخط احمد رضا خاں بریلوی موجود ہیں۔

۲۔ آمال الابرار و آلام الاشرار ۱۳۱۸ھ۔

یہ قصیدہ ۱۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کا المیہ ہے کہ یہ قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ لیکن بہت تحقیق کے بعد معلوم ہوسکا کہ یہ قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی کا نہیں ہے بلکہ علامہ بریلوی کا ہے۔ حدائق بخش جلد سوم، (مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں) کے صفحہ ۸ پر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ قصیدہ مولانا بریلوی کا ہے۔ ڈاکٹر محمود حسین (صدر شعبہ عربی بریلی کالج، بریلی) نے مختار الدین آرزو (سابق صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے اس قصیدہ کے بارے میں دریافت کیا تو موصوف نے فرمایا کہ یہ اہم قصیدہ احمد رضا خاں بریلوی کے ہاتھ کا تحریر کردہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کا پہلا حصہ نذر حوادث ہو چکا ہے۔[1]

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے سابق ریڈر ڈاکٹر حامد علی خاں اس قصیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں "یہ طویل قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے شائع ہوا مگر یہ درست نہیں ہے۔"

مولانا بریلوی کے اس قصیدہ کو دیکھ کر مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر محی الدین الوائی نے کہا کہ "محدث بریلوی ایک عظیم فلسفی اور سائنس داں ہوتے ہوئے بھی عظیم شاعر تھے، انہوں نے احتماع ضدین کو ممکن بنایا"۔[2]

---

[1] مولانا احمد رضا خان کی عربی ادب میں خدمات۔ ڈاکٹر محمود حسین۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۲۷۲

[2] محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۸۱ (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

Marfat.com

اجتماع

۱۔ حاشیہ جامع الافکار۔

اس حاشیہ کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست ''المصنفات الرضویہ'' میں کیا ہے۔ محدث بریلوی کی تصنیفات کہ یہ فہرست رضا اکیڈمی ممبئی اور رضا اکیڈمی، لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲۔ الجواھر والیواقیت فی علم التوقیت۔

اس رسالہ کا ذکر مولانا بریلوی کے شاگرد مولانا ظفرالدین بہاری نے اپنی تصنیف ''حیات اعلیٰ حضرت'' جلد اول کے صفحہ ۱۹۹ پر کیا ہے۔ رسالہ ''معارف رضا'' ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ پر بھی اس رسالہ کا ذکر موجود ہے۔ یہ رسالہ پہلی بار مطبع نعیمی پریس مراد آباد سے شائع ہوا ہے۔

۳۔ جدول ضرب ۴۔ حاشیہ خزانۃ العلم ۵۔ حاشیہ زبدۃ المنتخب

ھندسہ

۱۔ اشکال اقلیدس لنکس اشکال الاقلیدس ۱۳۰۶ھ۔

علامہ بریلوی کی یہ تصنیف لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ مولانا بریلوی کی یہ تصنیف فن ریاضی پر ہے۔ اس کتاب میں مولانا بریلوی نے اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراضات لکھے ہیں۔

۲۔ حاشیہ اصول الھندسہ

۳۔ حاشیہ تحریر الاقلیدس۔

۴۔ المعنی المجلی للمغنی والظلی۔

پروفیسر مجید اللہ قادری نے ان رسائل کا ذکر ''معارف رضا'' ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر کیا ہے۔

ریاضی

۱۔ جداول الریاذی ۱۳۱۹ھ ۲۔ الکیسر العسری

۳۔ القوائد الجلیلۃ فی العلم الجبریہ

''معارف رضا'' ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر ان تینوں رسائل کا تذکرہ موجود ہے۔

۴۔ الکلام الفھیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ

Marfat.com

زیجات سیارگان حرکان سیارگان

۱۔ التعلیقات علی زیج الاحداد۔

اس رسالہ کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتح پوری (سابق استاد مدرسہ منظر سلام) کے پاس موجود ہے۔ المجمع الا سلامی مبارکپور (اعظم گڑھ) میں اس کا عکس موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ زلالات البرجندی۔

عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۳۸ پر یہ تحریر کیا ہے کہ اس کا عکس ''المجمع الاسلامی'' مبارکپور میں محفوظ ہے۔ ''معارف رضا'' (۱۹۸۹ء) میں پروفیسر مجید اللہ قادری نے صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ ''ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' کراچی میں موجود ہے۔

۳۔ تعلیقات علی الزیج الا یلخانی

اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتچوری (سابق استاد مدرسہ منظر اسلام) کے پاس موجود ہے۔ اور اس کا عکس ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۳۸ کے مطابق ''المجمع الاسلامی'' میں محفوظ ہے۔

۴۔ حاشیہ برجندی۔

ھئیات جدیدہ

۱۔ رفع الخلاف فی دقائق الا ختلاف۔

۲۔ رسالہ صبح۔

۳۔ اس کتاب کا تذکرہ احمد رضا بریلوی کی تصنیف ''فوزمبین دررد حرکت زمین'' (مطبوعہ رضائے مصطفی مبنی) کے صفحہ ۵۳ پر موجود ہے۔

۴۔ حاشیہ شرح چغمینی۔

اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا'' (کراچی) اور المجمع الا سلامی'' مبارکپور میں موجود ہے۔

۵۔ حاشیہ تصریح

اس کا عکس ''المجمع الا سلامی'' مبارکپور میں موجود ہے۔

۶۔ اقمار الا نشراح لحقیقہ الا صباح ۱۳۱۹ھ

۷۔ جادۃ الطلوع و الحمر لسّیارۃ و النجوم و القمر ۱۳۲۵ھ

۸۔ حاشیہ شرح بارہ

۹۔ حاشیہ شرح تذکرہ

Marfat.com

۱۰۔حاشیہ علم الهیئات ۱۱۔ حاشیہ کتاب الصور

۱۲۔ مبحث المعادلہ فات درجۃ الثانیہ

جبر ومقابلہ

۱۔ حاشیہ القوائد الجلیہ فی الاعمال الجبریہ۔

اس کا عکس "المجمع الاسلامی" مبارکپور میں موجود ہے۔اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔

نجوم فلکیات

۱۔ حاشیہ حدائق النجوم ۲۔ *رسالہ ابعاد قمر ۳۔ جدول ضرب۔

طبیعیات

۱۔ حاشیہ اصول طبعی۔

"معارف رضا" ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء کے صفحہ ۷۹ پر اس حاشیہ کا ذکر ہے۔

تاریخ وعمرانیات

۱۔ حاشیہ مقدمہ ابن خلدون

ارثماطیقی

۱۔ الموہبات فی المربعات۔

"ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" (کراچی) میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

۲۔ کتاب الارثماطیقی۔

اس کتاب کا ذکر "معارف رضا" (کراچی) ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۱ پر ملتا ہے۔

علم مثلث

۱۔ اعالی العطایا فی الاضلاع والزوریا۔

یہ رسالہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔لیکن مجھے دستیاب نہ ہوسکا۔

۲۔ رسالہ در علم مثلث الکروی القائمۃ الضویہ۔

Marfat.com

منطق

۱۔ حاشیہ شمس بازغہ۔

اس حاشیہ کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں (نگراں جامعہ نوریہ، بریلی) کے پاس موجود ہے۔

۲۔ حاشیہ ملا جلال۔

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۔ رسالہ منطق۔

اس رسالہ کا ذکر "ماہنامہ تحفۂ حنفیہ شعبان ۱۳۲۰ھ شمارہ ہشتم میں موجود ہے۔ یہ رسالہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ کے درسی نصاب میں شامل تھا۔

۴۔ حاشیہ میرزاھد۔

علم سیاست

۱۔ اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۵ء۔

مولانا بریلوی کا یہ رسالہ لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا بریلوی نے یہ رسالہ اس وقت تحریر فرمایا جب ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں علماء نے ہندوستان کو "دارالحرب" قرار دیکر سود کو جائز ٹھہرایا اور مسلمانوں کو ہجرت کرنے کے لئے کہا۔ لیکن علامہ بریلوی نے اس کے برعکس ہندوستان کو "دارالاسلام" قرار دیکر سود کا لینا دینا حرام قرار دیا۔

علم صوتیات

۱۔ البیان شافیا لفونوغرافیا ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔

یہ مایۂ ناز رسالہ کانپور سے شائع ہو چکا ہے اور دوبارہ ۱۹۹۹ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ علم صوتیات پر مشتمل ہے اس میں ساری آوازوں کا مدلل بیان موجود ہے۔ اس رسالہ کا موضوع فقہی ہے۔

موسوعات

۱۔ استدراك على كشف الظنون للحاج خليفة۔

حاجی خلیفہ کی مشہور و معروف کتاب "كشف الظنون فی اسلامی الكتب والفنون" ہے۔ اس میں مصنف نے دنیا میں مختلف علوم و فنون پر پائے جانے والے مخطوطات و مطبوعات کو درج کیا ہے اور ان مخطوطات و مطبوعات میں سے بعض کا مطالعہ کر کے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ مولانا بریلوی نے حاجی خلیفہ کی اس مشہور کتاب پر ایک استدارک

Marfat.com

لکھا ہے۔انہوں نے ''کشف الظنون'' جلد اول کی بعض کتابوں اور مصنفین کے بارے میں اضافے کیے ہیں۔مولانا کی یہ کتاب ۱۵۰ اوراق پر مشتمل مسودہ کی شکل میں دستیاب ہوئی۔کتاب کی ابتداء نحمدہ و نصلی علی رسوله الکریم سے ہوتی ہے۔اس کے بعد اصل کتاب کشف کے صفحہ ۳۶ پر "الابانة" کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں "الا بانة عن اصول الديانة للا مام ابی الحسن الاشعری وشرحها للامام القاضی الباقلانی"۔''کشف الظنون'' صفحہ ۳۷ کے بارے میں لکھتے ہیں "للحافظ ابی عمرو بن یوسف بن عبدالله سماه خالد و عنه ذکر الکافی فی فروع المالکیة '' آخری کتاب جس پر مولانا بریلوی نے استدراک لکھا ہے وہ ''الوسیط فی فروع الحنفیہ'' ہے۔

یہ مخطوطہ خط نستعلیق میں انتہائی صاف خوشخط میں فاضل بریلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔اور ہر صفحہ میں ۱۷۔۱۸ سطریں ہیں۔

فلسفہ

۱۔ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید۔

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔عبدالمبین نعمانی نے ''المصنفات الرضویہ'' کے صفحہ ۴۲ پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان) کے مطابق یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔اس کا عربی ترجمہ ۲۰۰۲ء میں مطبع دارالبیان، للطبع والنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر سے شائع ہو چکا ہے۔مولانا محمد جلال رضا خاں الا زھری اور مولانا محمد بٹ الا زھری اس کے مترجمین ہیں۔

Marfat.com

۱۔ رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد۔ اول، مطبوعہ۔ ۱۳۹۴ء لاہور

"جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں بعض مہم تصانیف کے سبب ایک

۱۔ ۲۶ اور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

۲۔ ۲۱، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ

۳۔ مکتوب مولانا احمد رضا خاں بنام قاضی غلام یٰسین، محررہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

۴۔ الملفوظ۔ حصہ اول۔ محمد مصطفی رضا۔ مطبوعہ، کراچی، ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء ص ۲۰

۵۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری۔ جلد اول، مطبوعہ، کراچی ۱۹۳۸ء۔ ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور، ص ۹۴

۶۔ ایضاً۔۔۔۔۔ ص ۱۳۲

۷۔ معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد دہم، طبع اول، سرہند۔ ۱۹۷۳ء ص ۲۸۲

۸۔ حاشیہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ۔ مولانا حامد رضا خاں۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء، ص ۱۶۹

۹۔ تذکرہ علمائے ہند۔ رحمٰن علی۔ مطبوعہ۔ لکھنؤ ۱۳۲۲ھ، ص ۱۸

۱۰۔ رسائل رضویہ۔ احمد رضا خاں۔ جلد دوم۔ مطبوعہ۔ لاہور ص ۲۷۲۔ ۳۲۴

۱۱۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ ص ۳

۱۲۔ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبد الحئی۔ جلد ہشتم۔ ص ۳۹۔

۱۳۔ مکتوب مولانا محمود احمد قادری۔ بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری بررہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء

۱۴۔ حیات اعلیٰ حضرت ظفر الدین بہاری، جلد دوم، ص ۱۳

۱۵۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر ص ۳۰۶۔ ۳۲۴

۱۶۔ انوار رضا، لاہور، ۱۹۷۷ء

۱۷۔ قاری، مطبوعہ ۱۹۹۸ء، دہلی

۱۸۔ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں، مطبوعہ ۱۹۸۱ء الہ آباد۔

۱۹۔ ضمیمہ المعتقد۔ اعجاز ولی خاں، لاہور ص ۲۶۶

۲۰۔ امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ محمد یٰسین اختر۔ مطبوعہ، الہ آباد ۱۳۹۷ھ، حاشیہ، ص ۴۲

۲۳۔ صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ جنوری، ۱۹۷۰ء ص ۱۷۔ ۸۱

۲۴۔ مرآۃ التصانیف۔ جلد اول۔ محمد عبد الستار۔ مطبوعہ۔ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء

۲۵۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء جلد دوم، ص ۴۷

Marfat.com

۲۶۔ محدث بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی جون، جولائی ۱۹۹۵ء

۲۷۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء۔ احمد رضا خاں ۔مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۵ء ص ۲۳۰

۲۸۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۔ص ۱۹۶

۲۹۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۔ص ۲۱۸

۳۰۔ المجمل المعدد لتالیفات المجدد۔ مولانا ظفر الدین بہاری۔ص ۶۔ مطبوعہ، پٹنہ ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء

۳۱۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول۔ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ۔نفیس آفسیٹ پریس دہلی، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳۔ص ۴۲۳

۳۲۔ رسائل رضویہ۔عبدالحکیم شاہجہاں پوری جلد اول۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۴ء ص ۴۰

۳۳۔ تفصیلات کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ کیجئے۔

- الدولۃ المکیہ ۔احمد رضا خاں بریلوی۔ مطبوعہ کراچی۔
- فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء
- حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول۔ظفر الدین بہاری۔ مطبوعہ۔دہلی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۳۴۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ص ۳۹

۳۵۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ص ۴۴

۳۶۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ص ۹۲

۳۷۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ ص ۵۲۲

۳۸۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ص ۵۳۲

۳۹۔ الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۔ص ۵۴۱

۴۰۔ مولانا احمد رضا خان کی عربی ادب میں خدمات۔ڈاکٹر محمود حسین۔ مطبوعہ، کراچی ۲۰۰۶ء ص ۲۷۲

۴۱۔ محدث بریلوی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۸۱ (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی)

Marfat.com

Marfat.com

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم   جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

احمد رضا خاں بریلوی کا یہ مقطع شاعرانہ تعلّی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ نہ صرف علم وفن کے تاجدار تھے بلکہ شعر وسخن میں بھی آپ کا رخشِ قلم سیلِ رواں کے مانند دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ دینی خدمات انجام دینے کی وجہ سے آپ نے شاعری کی طرف کم توجہ دی۔ آپ کی زندگی کا مقصد صرف شعرگوئی نہیں تھا ورنہ آپ کے کلام کا مجموعہ نہایت ضخیم ہوتا۔ اردو، ہندی، ملیالم، عربی اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھنے والے اہل حدیث فاضل ڈاکٹر محی الدین الوائی (استاد جامعہ ازھر، مصر) اپنے ایک عربی مقالہ میں احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قديماً قيل انّ التحقيق العلمي الاصل والخيال الذهني الحضيب لايجتمعان فی شخصٍ واحد، ولكن مولانا احمد رضا كان قد برهن على عكس هزه النظرية التقليديه. فكان شاعراً ذا خيال خصيب وتشهد له بذالك دواوينه الشعريه باللغات الفارسی. والاردوی. والعربية"[1]

ترجمہ: "یعنی بڑا مشہور مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور نازک خیالی دونوں بیک وقت شخص واحد میں یک جا نہیں ہوتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا اس روایتی نظریہ کے خلاف دلیل ہیں، آپ ایک محقق عالم ہونے کے ساتھ ایک بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے، جس پر آپ کے فارسی، اردو اور عربی شعری دیوان گواہ ہیں۔"

مولانا بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں نہایت پرمغز اور شاندار اشعار کہے ہیں۔ آپ کی شاعری واردات قلبی کی ترجمان ہے۔ اور زبان پر آپ کو اس قدر عبور حاصل ہے کہ جس طرح چاہتے ہیں اس طرح اپنے مافی الضمیر کو اشعار کے قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ عربی زبان سے آپ کو فطری لگاؤ تھا۔ نہ صرف عربی نثر میں آپ کو ملکہ حاصل تھا بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ یہ بات محض برائے بات نہیں ہے بلکہ ان کے عربی شعر وادب کا بغور مطالعہ کر کے عربی شعر وادب پر آپ کی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ (استاد جامعہ ازھر، مصر) نے علامہ بریلوی کا مترجم دیوان "بساتین الغفران" کے مطالعہ کے بعد کچھ اس طرح اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انّ هذا الديوان قد جعل الامام فی طليعة شعراء العربية الأعلام فی شبه القارة بل لانكون مبالغين اذا قلنا: إنّ هذا الامام يعدّ فی جملة اكابر شعر العربيه فی العصر الحديث و بمطالعة هذا الديوان العربی 'بساتين الغفران' نتيقن من اسلوبه واللغة العذبه. ان ناظمه لا بدّ إن يكون عربی اللسان و البيان، بيد آننا عندما نطالع اغراضه و موضوعاته التی تصور المجتمع الهندی فی عصره نقول: ان ناظمه من تلك البيئة، ونسأل اين و كيف ومتى تعلم و

[1] ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، دہلی، شمارہ ۱۲، جلد ۵، ص ۴۷۶

Marfat.com

أجادوا اطلع على اللغة العربيه۔"[۱]

ترجمہ: ''اس دیوان نے امام احمد رضا کو برصغیر کے بلند پایہ شعراء میں سرفہرست کر دیا ہے بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ امام احمد رضا، دورِ جدید میں عربی زبان کے اکابر شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں اور اس عربی دیوان 'بساتین الغفران' کے مطالعہ کے بعد اس کے اسلوب اور زبان کی حلاوت سے ہمیں اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو نظم کرنے والا زبان و بیان کے اعتبار سے ضرور عربی ہی ہے۔ لیکن جب ہم اس کے (شعری) اغراض و مقاصد اور ان موضوعات کو دیکھتے ہیں جو ان کے عہد کے ہندوستانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسے نظم کرنے والا اسی ماحول سے تعلق رکھتا ہے اور ہم سوال کرتے ہیں کہ اس نے کہاں، کیسے اور کب عربی سیکھی اور اس میں عمدگی اور بہتری پیدا کی۔''

قاھرہ کے ایک جید عالم اور بزرگ علامہ عبدالمنعم خفاجی جن کو علمائے قاھرہ نے سیوطی وقت اور جاحظ عصر کہا ہے، انہوں نے قصیدۂ سلامیہ ''من عقائد المدیح الغوی المنظومة الاسلامیہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ترجمہ: ''اشعار صرف مدح رسول میں ہی نہیں ہیں بلکہ شاہنامۂ اسلام ہے۔''[۲]

فاضل بریلوی کی عربی نظم اور نثر کے مطالعہ کے بعد اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ انہیں عربی نژاد کہیں یا ہندی نژاد۔ ان کی عربی تخلیقات میں ذرا بھی عجمیت کا احساس نہیں ہوتا۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر خود اہل عرب بھی مسحور ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ فاضل بریلوی کے خلیفہ ضیاء الدین احمد مدنی نے علمائے مصر کے سامنے علامہ بریلوی کی منظوم عربی حمد سنائی تو علمائے مصر نے برجستہ کہا کہ یہ اشعار کسی فصیح اللسان عربی شاعر کے معلوم ہوتے ہیں[۳]۔ لیکن جب علمائے مصر کو یہ معلوم ہوا کہ یہ اشعار کسی عربی کے نہیں بلکہ احمد رضا ہندی کے ہیں تو وہ حیران و ششدر رہ گئے۔ اس حمد کے چند اشعار یہ ہیں:

"الحمد للمتوحد

بجاله المتفرّدِ

وصلوته دائماً علی

خیر الانامِ محمّدِ

والاٰلِ والاصحاب هم

مأوٰی عند شدائدِ

---

[۱] معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹۔ ۱۲۰

[۲] مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین، مطبوعہ، کراچی ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

[۳] انوار رضا، مطبوعہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور ۱۳۹۷ھ، ص ۵۳۸

Marfat.com

وبمن اتی بکلامہ
وبمن ھدائی وبمن ھُدِیَ [1]

احمد رضا بریلوی کو بھی اس بات کا احساس ہوتا تھا کہ عربی زبان ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جو گیارہ سال سے زیادہ مدت تک مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا بریلوی کے دارالافتاء میں خدمت اِفتاء سرانجام دیتے رہے، ان کا بیان ہے کہ علامہ بریلوی فرماتے تھے کہ:

''قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اوّلاً عربی زبان میں ہوتی ہے، مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے'' [2]

مولانا جس برجستگی، شگفتگی اور روانی کے ساتھ فارسی اور اردو کے اشعار کہتے تھے اسی برجستگی اور روانی کے ساتھ عربی اشعار بھی کہتے تھے۔ آپ کے اشعار کو پڑھ کر برجستہ یہ احساس ہو جاتا ہے کہ آپ کے یہاں آمد ہے آورد نہیں، کیونکہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ یاد مصطفیٰ ﷺ مجھے تڑپانے لگتی ہے تو میں عشق رسول میں غوطہ زن ہو جاتا ہوں اور خود بخود میری زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے ہیں۔ اس طرح میں نعتیہ اشعار سے اپنے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر وسخن میرا مذاق طبع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اشعار میں درد، تڑپ اور سوز و گداز نظر آتا ہے۔ مولانا بریلوی کو نعتیہ شاعری میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ انھوں نے حسان بن ثابتؓ کو نعت گوئی میں اپنا رہبر بنایا۔ ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

نعت گوئی میں حضرت حسان بن ثابتؓ کو رہبر بنایا اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہے:

''رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو   نقشِ قدم حضرت حسان بس ہے''

ان کی کفش برداری اور در کی دربانی اور جاروب کشی کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے لیے سعادت سمجھا ہے:

''کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو، سگ حسان عرب'' [3]

عام طور پر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بڑے۔ بڑے استاد شاعروں نے شاعری میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے لیکن فاضل بریلوی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے انہوں نے کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا بلکہ صنف شاعری کے خود ہی استاد اور خود ہی شاگرد تھے جسے شاعری کی اصطلاح میں تلمیذ الرحمٰن کہا جاتا ہے۔ آپ انفرادی شخصیت کے مالک تھے یہی وجہ ہے کہ شاعری میں آپ کا اپنا ایک مخصوص رنگ اور لب ولہجہ ہے، جس میں سوز و گداز بھی ہے، فصاحت و بلاغت بھی اور جذب وکشش

---

[1] حدائق بخشش (حصہ سوم) احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲

[2] معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء، مطبوعہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان، ص ۱۱۹

[3] انتخاب حدائق بخشش، پروفیسر مسعود احمد، مرہند پبلی کیشنز، کراچی، ص ۲۹۳

Marfat.com

بھی لیکن شاعرانہ تخیلات کی بے راہ روی اور ماورائی فضا سے کوسوں دور بالکل اسلامی رنگ میں رچی بسی شاعری کیونکہ خود فرماتے ہیں:

''کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے　　　سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں ہے''

علامہ کا نعتیہ اُردو کلام:

علامہ کا اردو کلام 'حدائق بخشش' اور 'الاستمداد' کے نام سے منظرِ عام پر آچکا ہے۔ ''حدائق بخشش'' میں کچھ فارسی کا بھی کلام موجود ہے۔ باقی عربی، فارسی کلام منتشر صورت میں موجود ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) نے ہندوستان میں عربی شاعری کے موضوع پر علمی و تحقیقی مقالہ لکھ کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''میں نے ریسرچ کے دوران مختلف مآخذ سے حضرت رضا کے عربی اشعار کو اکٹھا کیا جن کی مجموعی تعداد ۳۹۰ ہے[1] جبکہ مولانا محمود احمد کانپوری نے علامہ بریلوی کی متعدد کتب کے حوالے سے ۱۱۴۵ اشعار یکجا کیے ہیں۔[2] ڈاکٹر محمود حسین بریلوی (ریڈر شعبۂ عربی، بریلی کالج، بریلی) نے بھی احمد رضا بریلوی کی جملہ تصانیف سے ۱۱۲۰ اشعار جمع کیے ہیں۔[3]

یہ جملہ اشعار جو مندرجہ بالا اشخاص کی تلاش و جستجو کا ثمرہ ہیں، مطبوعہ شکل میں یکجا دستیاب نہیں ہیں۔ رضا بریلوی کے اشعار کی تعداد یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مزید تلاش و جستجو سے اور بھی اشعار کا حصول ممکن ہے۔ جامعہ ازہر مصر کے استاد ڈاکٹر حازم محمد احمد عبدالرحیم محفوظ نے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، لاہور) کے تعاون سے ۷۹۵ عربی اشعار اور ۹۹ مادہ ہائے تاریخ جمع کر کے شعری مجموعہ ''بساتین الغفران'' کے نام سے مرتب کر کے رضویات میں ایک اہم اضافہ کیا ہے۔ یہ عربی شعری مجموعہ پہلی بار ۱۹۹۷ء میں رضا اکیڈمی برطانیہ، رضا دارالاشاعت لاہور اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی (پاکستان) کے زیر اہتمام طباعت و اشاعت کے مرحلے سے گزرا۔[4] یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احمد رضا بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں ہے جو ''بساتین الغفران'' میں جمع کئے گئے ہیں بلکہ یہ ان اشعار کی مجموعی تعداد ہے جو اس کی جمع و تدوین کے وقت مرتب کو حاصل ہوئے تھے۔ مولانا بریلوی کا یہ عربی شعری مجموعہ اس بات پر دال ہے کہ مولانا موصوف کو کس قدر عربی زبان و ادب پر دسترس حاصل تھی۔ ''الطاری الداری لھفوات عبدالباری[5]'' اور ''حدائق بخشش''[6] حصہ

---

[1] ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۴۳۳

[2] حیات امام اہل سنت، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ، کراچی، ص ۳۴
معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۷۶

[3] مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مطبوعہ کراچی، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۲

[4] معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۰

[5] الطاری الداری لھفوات عبدالباری، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء احمد رضا خاں۔ بریلوی، ص ۸۰۔ ۹۳۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷

[6] حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ

Marfat.com

اول[۱]، دوم[۲]، سوم[۳] کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو کس قدر عربی زبان پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے جس خوبصورتی سے فارسی اور اردو کلام کے ضمن میں عربی اشعار، عربی مصرعوں، اور عربی جملوں کا برمحل استعمال کیا ہے۔ اس سے علامہ بریلوی کی عربی زبان پر قادر الکلامی کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی عربی اردو سے کہیں زیادہ فائق نظر آتی ہے۔

فاضل بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے یہاں حمد بھی ہے نعت بھی ہے پاکیزہ غزل بھی مدح اور ہجو بھی ہے لیکن آپ کا میلان نعت کی طرف زیادہ تھا۔ خلاف واقع تشبیہات و استعارات اور جھوٹے مبالغے سے جسے شاعری میں لازم و ملزوم کی حیثیت حاصل ہے، اجتناب کیا۔ علامہ کے نعتیہ کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے مظفر عالم جاوید صدیقی لکھتے ہیں:

''اگر فنی محاسن وصفات کے نقطہ نظر سے مولانا کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو ان کے تبحر علمی، شعری صلاحیت، تخلیقی استعداد، صنعت گری اور رز و رِ بیان کے متعدد نمونے ملتے ہیں۔''[۴]

مولانا بریلوی نے چار زبانوں پر مشتمل بارگاہِ رسالت ﷺ میں بے مثال نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے جس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے یہاں ملنا مشکل ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے نذرانۂ عقیدت چار زبان پر مشتمل ہونے کے باوجود فنی اعتبار سے بھی درست ہے۔ بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کا پرکشش استعمال اور ہندی زبان کی برمحل آمیزش۔ لہٰذا معنوی اور صوتی اعتبار سے یہ نہایت دلکش نظم ہے۔ اس نعت کے ہر مصرعہ کے دو ٹکڑے ہیں اور ہر شعر کے چار ٹکڑے۔ اور چاروں ٹکڑے چار زبانوں پر مشتمل ہیں:

''لم یاتِ نظیرك فی نظرٍ　　مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
البحر علا والموج طغٰے　　من بیکس وطوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
یا شمس نظرتِ الٰی لیلی　　چو بطیبہ رسی عرضے بکنی''
توری جوت کی جھلجھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
لك بدر فی الوجہِ الاجمل　　خط ہالہ مہ زلف ابر اجل

---

[۱] ایضاً حصہ اول، ص ۱۵، ۱۸، ۲۰، ۱۳۸، ۱۶۲

[۲] ایضاً حصہ دوم، ص ۳، ۴، ۲۱، ۲۵، ۶۶، ۸۶، ۹۲، ۱۱۴، ۱۳۲

[۳] ایضاً حصہ سوم، ص ۸۳۔ ۸۴

[۴] رسالہ معارف رضا، کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۰

Marfat.com

تورے چندن پر وکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش و سخاک اتم　　گیسوئے پاک اے ابرِ کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا قافلتی زیدی اجلک　　رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واھاً لسویعات ذھبت　　آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا

القلب شیخ والھم شجوں　　دل زار چناں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کاسے کہوں مورا کون ہے ترے سوا جانا

الروح فداك فزد حرقا　　یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامۂ خام نوائے رضاؔ　　نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
ارشاد احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا''[1]

مقطع کے شعر میں ارشاد اور ناطق یہ وہ دو نام ہیں جنکی فرمائش پر علامہ موصوف نے مذکورہ بالا نعت کہی اور ان دونوں حضرات کے نام کو مقطع کے شعر میں اس انداز سے پیوست کر دیا جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑ دیا جائے۔ ارشادؔ اور ناطقؔ کی بندش نہایت ہی لطیف انداز میں کی ہے۔

مولانا بریلوی نے کتاب 'العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب المصطفیٰ' (مطبوعہ پٹنہ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء) پر ۱۶ اشعار کا قطعۂ تاریخ طباعت لکھا۔ الوالحسین احمد نوری کی تصنیف 'سراج العوارف فی الوصایا والمعارف' (مطبوعہ بدایوں) پر گیارہ اشعار کا ایک قطعہ لکھا۔ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں ایک طویل عربی قصیدہ 'آمال الابرار' لکھا۔ (مطبوعہ پٹنہ) جو ۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔[2] ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء میں مشہور محقق قاضی عبدالودود کے والد قاضی عبدالوحید کا قطعہ تاریخ لکھا۔ ۱۹۱۲ء میں عبدالغنی امرتسری کے انتقال پر ۱۰ اشعار پر مشتمل قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔[3] ۱۹۱۳ء میں مولانا محمد عمر حیدر آباد کے انتقال پر قطعۂ تاریخ لکھا۔[4] فتاویٰ رضویہ

---

۱ حدائق بخشش، حصہ اول، احمد رضا بریلوی، ۱۳۲۵ھ، ناشر۔ رضا اکیڈمی، ممبئی

۲ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ۱۳۲۶ھ، ص ۴۱

۳ تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ کان پور، ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

۴ الرضا بریلی، شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء، ص ۳

Marfat.com

میں بھی بہت سے اشعار نظر آتے ہیں۔ مولانا بریلوی کے پاس اشعار سے متعلق علمی اور فقہی سوالات بھی آتے تھے۔[۱]

علامہ بریلوی نے دوسروں کے کلام کی اصلاح بھی کی ہے۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش نے اپنا ۱۱۴ اشعار پر مشتمل قصیدہ علامہ بریلوی کے پاس برائے اصلاح بھیجا جس کی اصلاح مولانا موصوف نے کی۔ اس کا عکس پروفیسر مسعود احمد (پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی، پاکستان) کے پاس موجود ہے۔ اس کے علاوہ رضا بریلوی نے قصیدۂ غوثیہ کا عربی سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا[۲] اور اس عربی قصیدہ پر ایک تحقیقی رسالہ بھی سپرد قلم کیا۔[۳]

آپ کی تصنیف "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ" (۱۳۲۴ھ) میں بھی بہت سے عربی اشعار جا بجا نظر آتے ہیں۔[۴] اس کے علاوہ ملفوظات میں بھی کئی مقامات پر عربی اشعار ملتے ہیں۔ احمد رضا خاں بریلوی کی بہت سی کتابیں پاک و ہند کے علاوہ حجاز مقدس میں بھی محفوظ ہیں جس سے بھی بہت سے اشعار دستیاب کیے جا سکتے ہیں۔ بہر حال دستیاب شدہ اشعار میں سے منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

حمد

رضا بریلوی نے رب دو جہاں کی تعریف و توصیف اور اس کی قدرت کاملہ کو نہایت دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ درج ذیل حمد کو چھوٹی سی بحر میں کہہ کر اس فن میں اپنی مہارت اور قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ سلاست اور روانی اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتی ہے۔ اس حمد کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

۱۔ الحمد للمتوحّد	بجلاله المتفرّد
۲۔ وصلوت مولانا علی	خیر الانام محمد
۳۔ والآل امطار النّدیٰ	والصحب سحب عوائد
۴۔ لاھمّ قد ھجم العدیٰ	من کل شاوٍ أبعد
۵۔ فی خیلھم ورجالھم	مع کل عادٍ معتد
۶۔ ھاوین زلّه مشیتٍ	باغین ذلّة مھتد
۷۔ لکنّ عبدك آمن	اذ من دعاك یویّد
۸۔ لا اخستی من باسھم	ید ناصری اقوی ید

---

[۱] فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۱۹۳۔۲۱۱

[۲] قصیدہ غوثیہ مع منظوم ترجمہ۔ احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء

[۳] الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ، احمد رضا خاں مطبوعہ، لاہور، ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء

[۴] رسائل رضویہ، جلد ۲، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبد الحکیم اختر شاہ جہاں پوری مظہری)، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۶ھ، ص ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲

Marfat.com

۹۔ یارب یاربا ہ یا — کنز الفقیر الفاقد

۱۰۔ بك التجر بك أدفع — فی نحر کل مھدّد

۱۱۔ انت القوی فقوّنی — انت القدیرُ فأیّد

۱۲۔ فالی العظیم توسلی — بکتابہ و بأحمد

۱۳۔ و بمن اتی کلامہ — و بمن ھدیٰ و بمن ھُدی

۱۴۔ وبطیبةٍ و بمن حوت — و بمنبرٍ و بمسجد

۱۵۔ وبکل من وجدّ الرّضٰی — من عند رب واحد[1]

ترجمہ:

۱۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنے منفرد جاہ و جلال کے ساتھ یکتا اور یگانہ ہے۔

۲۔ اللہ تبارک تعلیٰ کی رحمت تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور افضل محمد ﷺ پر ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔

۳۔ اور آپ کی آل پر جو بارش جود و عطا ہیں، اور آپ کے اصحاب پر جو فوائد منافع کے بادل ہیں۔

۴۔۵ اے رب العالمین! دشمنوں نے دور دراز مقام سے اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ ہر حد سے تجاوز کرنے والے ظالم کے ہمراہ مجھ پر یورش کر دی۔

۶۔ وہ ثابت قدم انسان کی لغزش کے خواہاں اور ہدایت یافتہ شخص کی ذلت کے طلب گار ہیں۔

۷۔ لیکن تر ابندہ بے خوف ہے، کیونکہ جو تجھے پکارتا ہے وہ تائید پاتا ہے۔

۸۔ میں ان کی طاقت وقوت سے خوف زدہ نہیں، کیونکہ میرے مددگار کا دست قدرت سب سے طاقت ور اور باقوت ہے۔

۹۔ اے میرے پروردگار! پالن ہار! اور اے سروسامان بامایہ کے خزانہ!

۱۰۔ میں تیری پناہ لیتا ہوں اور ہر دھمکی دینے والے کے سینے میں تیری مدد سے دھکا مارتا ہوں۔

۱۱۔ تو قوت والا ہے تو ہمیں قوت دے، اور تو قدرت والا ہے تو ہمیں طاقت بہم پہنچا۔

۱۲۔۱۵۔ تو خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ، اس کے کلام کو لانے والے (حضرت جبریل علیہ السلام) نبی ہادی اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب، مدینہ طیبہ اور اس کی آغوش میں آرام فرمانے والے نفوس قدسیہ، منبر رسول اور مسجد نبوی اور ہر اس ذات کو وسیلہ بناتا ہوں جس نے خدائے بے نیاز کی طرف سے رضا و

[1] سباتین الغفران، احمد رضا خاں، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، ص ۸۶۔۶۰، مطبوعہ۔ رضا اکیڈمی، برطانیہ، ۱۹۹۷ء

Marfat.com

خوشنودی کی دولت پالی۔[۱]

علامہ بریلوی اللہ تعلٰی سے مدد کی درخواست اور پناہ چاہتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ عَدَیٰ العادون وجارُو — ورَجَوتُ الله مجیرا

۲۔ و کفٰی باالله ولیّاً — و کفٰی باالله نصیراً

ترجمہ: مخالفین نے ظلم وتشدد سے کام لیا اور خوب جور وستم کیا۔ میں نے اللہ تعلٰی سے لولگارکھی ہے کیونکہ وہ حقیقی پناہ دینے والا ہے۔

۲۔ اللہ تعلٰی مالک وولی ہونے کے لحاظ سے کافی ہے اور اللہ ہی معین ومددگار ہونے کی حیثیت سے کافی ہے۔

نعت

احمد رضا بریلوی ایک ایسے عاشق صادق تھے جن کے دل میں عشقِ رسول ﷺ کا سمندر موجزن تھا۔ چونکہ فاضل بریلوی کو علوم شریعت پر غیر معمولی دسترس حاصل تھی اس لیے وہ جوشِ عشق وعقیدت کے باوجود نعت گوئی میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

آپ خود فرماتے ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ — بیجا سے ہے المنتہ اللہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

''مولانا حسرت موہانی مرحوم بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح ومعترف تھے۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک چیز قدر مشترک تھی اور وہ غوث الاعظم کی ذات وصفات ہے، جن سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔[۲]

حمد اور نعت میں حمد جتنی آسان ہے اتنا ہی مشکل نعت کہنا ہے۔ کیونکہ حمد میں اللہ تعالی کی عظمت وبزرگی اس کی تعریف اور اس کی شان میں جتنا کچھ بھی کہا جائے وہ کم ہے، اس کی حمد کرنے کے لیے کوئی بھی حد نہیں ہے۔ صرف اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اس رب دو جہاں کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ منہ سے نہ نکل جائے جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہونے کا گمان ہو۔ جب کہ نعت میں ایک حد مقرر ہے یعنی حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں اس قدر غلو نہ ہو جائے کہ آپ بشریت سے خارج ہوکر الوہیت سے ملحق ہو جائیں۔ لہذا حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہیئے کہ شرک عائد ہو جائے اور نہ ہی اتنا گھٹنا چاہیئے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ اس طرح دیکھا جائے تو یہ ایک دشوار منزل ہے۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

---

[۱] معارف رضا، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۶ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص ۱۲۷

[۲] معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۹

Marfat.com

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''[1]

آپ کی نعتیہ شاعری عشق رسول کی مظہر ہے۔ یادِ مصطفیٰ جب آپ کو بے چین کر دیتی ہے تو اس بے چین دل کی تسکین کے لیے رسول اللہ ﷺ کے عشق میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور لفظ اشعار کے قالب میں ڈھل کر زبان پر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔

خود رضا بریلوی فرماتے ہیں:

''جب سرورِ عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں، ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔''[2]

یہ حقیقت ہے کہ مولانا بریلوی نے نعتیہ شاعری میں صرف وہی لکھا ہے جو انہوں نے خود محسوس کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں صداقت و خلوص کا دریا موجزن نظر آتا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری رسمی اور روایتی نہیں ہے بلکہ حقیقت کی مصداق ہے۔ علامہ کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عشق رسول (ﷺ) آپ کے رگ و ریشے میں خون بن کر دوڑ رہا ہے:

وکل خیر من عطاء المصطفٰی — صلی علیه الله مع من یّصطفٰی

الله یعطی والحبیب القاسم — صلی علیه القادة الاکارم

مانال خیرٌ من سوره نامل — کلاّ! ولا یرجی بعیرٍ نائل

منه الرّجاء منه العطاء منه المدد — فی الدین والدینا والاخریٰ لِلاٰدب[3]

ترجمہ:

۱۔ ہر قسم کی خیر اور نعمت حضور ﷺ کی جانب سے ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپ پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت نازل فرمائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور رحمت للعالمین بانٹنے والے ہیں۔ اسی لیے قاسم کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اقوام کے بزرگ سردار آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

---

[1] الملفوظ، حصہ دوم، مرتب، مصطفیٰ رضا خاں

[2] سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین احمد، ص ۲۸۳، طباعت، ۱۹۷۳ء، مطبوعہ بستی۔

[3] حدائق بخشش، احمد رضا خاں (حصہ سوم) ص ۸۱۔ ۸۲، مطبوعہ، نظامی پریس، لاہور

Marfat.com

۳۔ کسی بھی پانے والے نے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معمولی نعمت نہیں حاصل کی۔ یہ بات یقینی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

۴۔ انہیں سے آمد ہے، انہیں کی طرف سے سخاوت ہے اور انہیں کی جانب سے دین و دنیا میں اخروی زندگی میں مدد و اعانت ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کو حضور پرنور محمد ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر کامل بھروسہ ہے۔ نبی ﷺ کے دامن عاطفت میں پناہ گزیں ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

رسول الله اِنت المستجار فلاً اخشی الاعادی کیف جارو
بفضلك ارتجی ان عن قریب تُمزّق کیدھم والقوم بأروا[1]

ترجمہ: ۱۔ یارسول اللہ آپ پناہ گاہ ہیں، اس لیے میں دشمنوں سے ذرا بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم وستم کریں۔

۲۔ مجھے آپ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ جلد ہی دشمنوں کا گروہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

فاضل بریلوی دربارِ رسالت میں اعانت کی توقع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول الله انت بُعِثت فینا کریماً رحمةً حصناً حصیناً
تُخوّفنی العِدٰی کیداً متیناً اجِرنی یا امان الخائفینا[2]

ترجمہ: ۱۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم میں کریم و رحیم، حصن و حصین بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ اے خوفزدہ اشخاص کے مجسم امن و امان! دشمن اپنے زبردست مکر و فریب سے مجھے خائف بنا رہے ہیں۔ اس لیے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائیے۔

رسول الله انت من الرجاء وفضلك واسع و جداك جود
حبیب الله من تقربه حفظاً فکل کریھة عنه بعید[3]

ترجمہ: ۱۔ یارسول اللہ! آپ ہماری امیدوں کے مرکز ہیں، اور آپ کا فضل و کرم وسیع ہے اور آپ کی سخاوت حقیقی سخاوت ہے۔

۲۔ جس شخص کی حفاظت کے لیے اللہ کے حبیب اس سے قریب ہوں تو اس سے ہر مصیبت دور ہے اور وہ عافیت میں رہے گا۔

مولانا بریلوی کی نعت گوئی کا طرۂ امتیاز توسل اور استغاثہ ہے۔ چنانچہ اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] سباتین الغفران، احمد رضا خاں، مرتب، محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، ص ۱۶۲، مطبوعہ۔ ۱۹۹۷ء رضا اکیڈمی، برطانیہ۔

[2] ایضاً، ص ۱۶۲

[3] آمال الابرار، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲۱، مطبع تحفہ حنفیہ، عظیم آباد

Marfat.com

والآل والاصحاب ھم ماویٰ عند شدائد
فالی العظیم توسّلی بکتابہ و باحمدؐ[1]

ترجمہ: اور ان کے آل و اصحاب پر جو مصائب و آلام کے وقت ہمارا ٹھکانہ ہیں۔ پس اللہ تبارک تعلی کی طرف سے میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں، ایک اس کی کتاب دوسرے آخر الزماں نبی کریم ﷺ جن کا اسم گرامی احمد (ﷺ) ہے۔

{قصیدہ}

احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا رخش قلم اس وادی فن میں بھی دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ محدث بریلوی نے دو بلند پایہ قصائد ''قصیدتان رائعتان'' اور ''آمال الابرار والآم الاشرار'' لکھ کر اس مشکل فن میں بھی اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے اس لیے آپ کی شاعری کا محور بھی رسول خدا ﷺ تھے۔ علاوہ ازیں ان شخصیات کو بھی اپنے قصائد کا موضوع بنایا جو عاشق رسول ہونے کے ساتھ۔ ساتھ دنیا کو راست گوئی اور دین حنیف کی دعوت دیتے رہے۔ مولانا بریلوی نے دیگر قصیدہ گو شعراء کی طرح کبھی بھی روساء، امراء اور بادشاہوں کی شان میں قصائد نہیں کہے۔ آپ کا مدحیہ کلام صرف اس آستانہ کے لیے تھا جو آستانہ پوری کائنات کا مرکز ہے۔ ایک مرتبہ راجا نان پارہ نے مولانا بریلوی سے اپنے لیے چند مدحیہ قصائد کہنے کی فرمائش کی اور اس کے عوض میں بے شمار مال و متاع دینے کی خواہش ظاہر کی۔ راجا نے یہ سمجھا ہوگا کہ دوسرے شعراء کی طرح یہ بھی دربار اور سلاطین سے منسلک ہونگے اور انعام و اکرام کی لالچ میں تعریف و توصیف میں قصیدے کہتے ہوں گے۔ بحرحال راجا کے اصرار پر علامہ بریلوی نے اپنے لب کو جنبش دی اور خاتم الانبیاء کی شان میں سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے:

''وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں''

اور آخر میں مقطع کے شعر میں تو آپ نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو ایک سچا عاشق رسول ہی کہہ سکتا ہے۔ مولانا موصوف نے نواب نانپارہ کے نام کو الٹ کر بہت ہی دلچسپ اور خوبصورت بات کہہ دی:

''کروں مدح اہل دول رضا! پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں''

علامہ بریلوی کے عربی قصائد کے مطالعہ سے زمانۂ جاہلیت کی شاعری کی شان و شوکت، طرز و ادا اور وہی فصاحت و بلاغت دیکھنے کو ملتی ہے۔ رضا بریلوی نے زمانۂ جاہلیت کے شعراء کے طرز پر طبع آزمائی ضرور کی لیکن ان کے رجحانات اور

---

[1] قصیدتان رائعتان، احمد رضا خاں بریلوی، ص ۳۵

Marfat.com

اغراض و مقاصد سے ہمیشہ گریز کیا جیسے امرءالقیس کے قصیدہ کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا عشق بے حیائی اور آوارگی کی حد تک بڑھا ہوا ہے جب کہ فاضل بریلوی کا عشق پاکیزہ عشق ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا قصیدہ ''قصیدتان رائعتان'' جو دو عربی قصیدوں کا مجموعہ ہے اور یہ مجموعہ اصحاب بدر کے عدد کی مناسبت سے ۳۱۳ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ قصیدہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کی مدح میں کیا گیا ہے۔ اس قصیدہ میں ہمیں زمانۂ جاہلیت کے شاعری کی تمام خصوصیات جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ اس قصیدہ میں سراپا منظر کشی، شعروں کی شاندار بندش، شان و شوکت، شجاعت، دلیری، مشکل الفاظ کی کثرت، کھنڈروں اور ہرینوں سے تشبیہ اور حقانیت اور تغزل کا احساس ہوتا ہے۔ اس قصیدہ میں قصیدہ کے چاروں جزو موجود ہے۔ یہ قصیدہ عربی ادب کا بیش بہا خزانہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں ہر جزو سے متعلق چند اشعار درج کئے جا رہے ہیں جس سے اس صنف میں آپ کی بالغ النظری، بالادستی اور تبحر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

{تشبیب}

رنّ الحمامُ علی السجون البان — یآما اُمَیلَح ذُکرَ بیض البان

تبکی دماؤ تقول فی اسجاعِھاَ — اللہ یُضحِكُ سنّ من ابکانی

ولقد دّری من ذاق زوق صبابة — ان اللّحونَ مسیرۃُ الاکنانِ[1]

ترجمہ: ۱۔ بان کے درخت کی شاخوں پر کبوتر فریاد کے انداز میں کہہ رہا تھا کس قدر ممکن ہے مقام بان کی حسیناؤں کا ذکر۔

۲۔ وہ خون کے آنسو رو رہا تھا اور اپنے نغموں میں کہہ رہا تھا، اللہ تعلی اسے خوش رکھے جو مجھے مدعو کر رہا ہے۔

۳۔ یقیناً اس نے سمجھ لیا جو ذوق عشق سے دو چار ہے کہ اچھی آوازیں دل کے چھپے ہوئے جذبات کو ابھارتی ہیں۔

مہ یارِضا ابن الکرام الاتقیا — یاغرُسَ دوح العلم والاتقان

دع عنك ھذا لستَ اھل بطالةٍ — وّانھض الی ما کنت فیہ تضانی

للہِ درّك یا نصیح ندیمِہٖ — ایقظتَنِیُ من غفلةِ الوستاَنِ[2]

ترجمہ: ۱۔ باز آ اے رضا! اے علم تقوی کے فرزند! اے درخشاں علم و اتقان کے نونہال

۲۔ چھوڑا سے کہ تو بیہودہ گو میں سے نہیں ہے اور کھڑا ہو جا اس کے لیے جسے تم برداشت کر سکو۔

۳۔ تری بھلائی اللہ تبارک تعلی کے لیے ہے، اے ناصح دوست تو نے مجھے بیدار کر دیا غفلت سے۔

---

[1] سباتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، سنہ طباعت ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۷۲

[2] ایضاً ص ۷۳، ۷۴

Marfat.com

{گرز}

مالِی و للغزَلِ المهیج فلاَ اَ کُن | غزِلاً وَّلم أرمَرلَعَ الغزالانِ
ما کان هذا دیدنِی لٰکنّہٗ | تسبیبِ شعرٍ لاَدّد الشبانِ
اذ مادر ومّنّی ولا انا من ددٍ | اذ جِئت امدح رُخلۃ لاّوانی[1]

ترجمہ:۱۔ مجھے کیا نسبت بھڑکتی غزلوں سے، نہ ہی میں عشق باز مرد ہوں اور نہ میں نے غزلوں کی چراگاہوں کو دیکھا۔

۲۔ نہیں ہے یہ میری شان لیکن یہ شعر کی تمہید ہے کہ جوانوں کا کھیل۔

۳۔ جبکہ نہیں ہے کھیل مجھ سے اور نہ ہی میں کھیل سے ہوں۔ میں تو اس کی تعریف وتوصیف میں آیا ہوں جو مرجع خلائق ہے۔

{مدح}[1]

رضع المکارم فی صباہ وُحقَّ اذ | ربّتہ ظُور المجد فی الاخُضَانِ
حتی تربّٰی زا کیا متزکّیاً | یربو علی الامثال والاقران
عبد المجیدَ فجاءَ ہٗ فضلُ الرسو | ل مُھنّئِاً بالفَضلِ والرّجحان
خَضَعت لہ الاعناق من اعناقِھِم | خلذء ت لہ الاعیانُ من أعیانِ[2]

ترجمہ:۱۔ انہوں نے عہد طفلی میں اخلاق کریمانہ کا دودھ پیا اور حقیقت ہے شرافت وبزرگی کی ہرنیوں نے اپنی گود میں ان کی پرورش کی۔

۲۔ یہاں تک کہ انہوں نے پرورش پائی نیک اور خوش عیش ہو کر اور جملہ امثال واقران پر فائق ہو گئے۔

۳۔ عبدالمجید ان کے نزدیک فضل رسول تشریف لائے فضل اور بزرگی کی مبارک باد پیش کرتے ہوئے۔

۴۔ جھک گئیں ان کے لیے اچھے لوگوں کی گردنیں اور تمام شرفاء ان کے آگے فروتن ہو گئے۔

{خاتمہ}

وَادِمُ شَاٰبِیبَ الرّضا ونَدَی العطا | لجمیع اھل الدین والاِذُغان
شرّفُتنَا تکون حماۃَ دِینٍ قیّم | بَدعِ العنود ونزفۃِ المجاَنِ

---

[1] سباتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۴۷

[2] ایضاً ص ۵۷

Marfat.com

حتّٰی نکونَ حماۃِ دینٍ قیمٍ وَّ مُحاۃَ شَرّ الزّیغِ و البطلانِ[1]

ترجمہ:۱۔ تمام برادران دینی ویقینی کو اپنے رضاوخوشنودی کے چھینٹوں اور جودوعطا کی بارش سے ہمیشہ بہرور کر۔

۲۔ تونے مجھے حق سے مشرف کیا تو ان معاندین کے افکار نو اوران گستاخوں کے فتنہ وفساد پر ہمیں فتح وکامرانی عطا فرما۔

۳۔ تاکہ ہم دین حق کے محافظ اور گمراہی و باطل پرستی کے مٹانے والے بنیں۔

صلی علیك اللہ یا ملك الورٰی ماغرّد القُمریُّ فی الافنان

صلی علیك اللہ یا فرد العلی ما اطرب الورقاءُ بالاءِ لحان

صلی علیك اللہ یا مولای ما رن الحمامُ علی شُجُوْنِ البان[2]

ترجمہ:۱۔ اے ساری مخلوق کے بادشاہ! اللہ آپ پر اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے جب تک قمری شاخوں پر نغمہ سنجی کرتی رہے۔

۲۔ اے بے مثال بلندی والے! اللہ تعلی آپ پر اس وقت تک رحمتیں نازل کرتا رہے جب تک فاختہ اپنی خوش آوازی سے لوگوں کو مست وبے خود کرتا رہے۔

۳۔ اے میرے آقا! اللہ تعلی اس وقت تک آپ پر رحمت برسائے جب تک کبوتر بان کی شاخوں پر فریاد کرتا رہے۔

ان قصائد کے علاوہ علامہ بریلوی نے ایک اور طویل قصیدہ ''آمال الابرار وآلام الاشرار'' کے نام سے ۱۳۱۸ھ میں تحریر فرمایا۔ یہ دالیہ قصیدہ ۱۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں مختلف موضوعات کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ تشبیہات واستعارات اور فصاحت وبلاغت کا شاہکار نمونہ ہے۔

اس قصیدہ کے چند ابتدائی اور آخری اشعار درج ذیل ہیں:

ھی الدنیا تبید ولا تفید فَأُفٍّ لِمَن یُّریدُ ومن یَّرود

نُفُوسُ الجھل تائفۃُ الیھاً فَمُلْتَمِسٌ و آخرِ مستزید

وَلَم أرمثل طالبھا غبیاً ولا کبشاً لَمِذ بحِہٖ اَقُوْدُ

یبارِیْ جُھدہٗ وإن استطاع تَفَلَّتْ وھو عن کلیٍ شَرُوْدُ

وذالمسکینُ یَعدُ ونحو موتہٖ بار جُلِہٖ ویحقد من یُّحِیْدُ[3]

ترجمہ:۱۔ یہ دنیا ہلاک کرتی ہے اور فائدہ نہیں پہنچاتی۔ پس اس شخص پر افسوس جو دنیا کا ارادہ کرے اور اس کو تلاش کرے۔

[1] ساتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب: محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، ص ۸۷

[2] ایضاً، ص ۸۸

[3] آمال الابرار وآلام الاشرار، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۳۱۸ھ، حنفیہ عظیم آباد، ص ۲

Marfat.com

۲۔ نادان لوگ دنیا کے شائق اور آرزومند ہوا کرتے ہیں۔ ایک اس کو ڈھونڈ رہا ہے اور دوسرا زیادتی کے فکر میں ہے۔

۳۔ میں نے نہیں دیکھا طالب دنیا کی طرح کوئی بے وقوف، یہاں تک کہ بے عقل مینڈھا بھی نہیں کہ جسے میں مذبح کی طرف کھینچوں۔

۴۔ وہ بھی امکان بھر چلتے ہیں ضد کریگا اور اسے موقع ملے تو ایسا بھاگے کہ میں اسے گھاس دکھاتا رہوں اور وہ پاس نہ آئے۔

۵۔ اور یہ بے وقوف خود اپنے پیروں سے اپنی موت کی طرف دوڑ رہا ہے اور جو شخص اسے خیر خواہی کی نیت سے روکے وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ ان مُؤ تفکات قوم — هوت لِهویً فأهُواها ثمُود
صلاۃ لاتحد ولاتعدُّ — لاتفنٰی وإن فینت أبود
سلام لا یمنّ ولا یمانی — ولا یبلیٰ متی بلیت عهوُد
رسول الله! أنت لنا الرّجاء — وفضلك واسع وجماك خُوْد
حبیب الله من تقرُبہُ حفظاً — فکل کریھۃٍ عنه بَعِیْدُ[1]

ترجمہ: ۱۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک قوم (لوط علیہ السلام) کی بستیاں الٹ دی گئیں کیونکہ قوم باطل خواہش کی طرف مائل ہوئی اور ان کے لہو ولعب نے ان کو تباہ کر دیا۔

۲۔ آپ پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو جو بے حد وحساب ہو جو احاطۂ عدد سے خارج ہو اور جو منقطع نہ ہو گرچہ طویل زمانے فنا ہو جائیں گے۔

۳۔ آپ پر ختم نہ ہونے والا اور متوخر نہ ہونے والا خدا کا سلام ہو اور جب زمانے پرانے ہوں تو اس میں کہنہ پن نہ پایا جائے۔

۴۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ آپ ہماری امیدوں کے مرکز ہیں۔ آپ کی بخشش وکرم وسیع ہے۔

۵۔ جس شخص کی حفاظت کے لیے اللہ کے حبیب اس سے نزدیک ہوں تو اس سے ہر مصیبت دور ہے اور عافیت میں ہے۔

---

[1] آمال الابرار وآلام الاشرار، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۳۱۸ھ، حنفیہ عظیم آباد، ص ۲۱۔۲۲

Marfat.com

{مرثیہ}

احمد رضا بریلوی کا رخش قلم اس فن میں بھی دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ان کے مرثیہ کے اشعار کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ نے صرف مرثیہ پر ہی طبع آزمائی کی ہے۔مولانا موصوف متوفی کے اوصاف وکمالات کو انتہائی خوبصورت پیراے میں بیان کرتے ہیں۔افسوس ہے کہ فن شاعری پر مہارت رکھنے والے شخص کو عالم دین ہونے کی وجہ سے گمنام شاعروں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔فاضل بریلوی نے مولانا محمد اسماعیل قادری کی وفات پر مرثیہ لکھا جن کے اشعار کو پڑھ کر مرثیہ نگاری میں مولانا بریلوی کے بلند درجہ کا تعین کیا جاسکتا ہے:

بلٰی لیلٰی ذی ھَمّ طویل وَسیّماً　　　ھموم علی مُھا ئمَ جلّتِ
اَلاَ کُلُّ رُزءٍ فی دناکَ مَنّتةٍ　　　وکُل محاقٍ مسفرعَن اھلّةِ
شِمالَ عبید اللہ جلّت جلیلةً　　　وشملیلِ اسماعیل بالتّلوِ صلّت
قَطٰی نُخبَةُ قومِ نُحبّ و ننتظِر　　　تُرجی و تخشٰی مِن شرورِ اضلّتِ[1]

ترجمہ:۱۔ اگر میرے خیر خواہ رفیق کے انتقال کی وجہ سے مجھ پر غم کی رات طویل ہوگئی ہے تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ سخت رنج وغم میں مبتلا شخص کی رات طویل ہوا کرتی ہے اور خاص طور سے ویرانوں اور بیابانوں کے رہنے والوں کے مصائب عظیم تر ہوا کرتے ہیں۔

۲۔ اے ممدوح! آپ کی ذات ایسی تھی کہ آپ سے نزدیک ہونے پر تکلیف ختم ہو جایا کرتی تھی۔اللہ کا یہ مقررہ قانون ہے کہ مہینے کی آخری تین راتوں میں چاند دکھائی نہیں دیتا مگر وہ پہلی تاریخ کو ہلال بن کر جلوہ گر ہوتا ہے اور ماہ تاباں بنتا ہے۔اسی طرح آپ کے پاس کوئی مغموم پہنچتا تھا تو وہ خوشی۔خوشی واپس لوٹتا تھا۔

۳۔ عبداللہ کا بایاں ہاتھ عظیم الشان تھا،دائیں ہاتھ کی عظمت کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں یعنی وہ خیر و بھلائی،ہدایت وارشاد اور علم وعمل میں بلند پایہ تھے۔مرحوم اسماعیل کا بایاں ہاتھ عبداللہ کے پیچھے دوسرے نمبر پر تھا،یعنی اسماعیل اپنی عظمت و رفعت، عادات،خصائل اور اعمال وغیرہ میں عبداللہ سے انتہائی قریب تھے۔

۴۔ دنیا سے وہ قوم رخت سفر باندھ چکی تھی کہ جس سے ہمیں محبت تھی راہ حق پر گامزن ہونے کی وجہ سے ہم مصلح جماعت کے منتظر رہتے ان سے اپنی امیدیں وابستہ کرتے اور سایہ فگن ہو جانے والے مصائب سے ہم خائف رہا کرتے۔

واذ خیر مانز نرجُوہُ ان کان وڈّنا　　　لخالص دین اللہ من دون علّہ
قضی اللہ فی خیانة جمع شَمَلِنَا　　　وبوّأنافی روضة مُخضیلَةِ

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت،مولانا ظفر الدین بہاری،جلد اول،مطبوعہ،اہل سنت بریلی،ص ۱۴۵،۱۴۶

Marfat.com

حبا اللہ اسماعیل فضلاً وّرحمةً — واکرم مثواہ بمنزلِ خُلّةِ
الٰہی الیك با الحبیبِ توسّلی — بہ فاغفِرْ اللّٰھم ذنبی وَلّتی

ترجمہ:۱۔ تمام مواقع امور میں سب سے بہتر یہی ہے کہ ہماری باہمی الفت ومودت اللہ جل جلالہ کے دین کے لیے ہو اور اس میں کسی بھی خرابی کا شائبہ نہ پایا جائے۔

۲۔ اللہ تعلیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ ہم اہل حق کے گروہ کو اپنی جنتوں میں جمع اور سرسبز باغات میں ہماری قیام گاہ بنائے گا۔

۳۔ اللہ تعلیٰ اسماعیل کو فضل ورحمت سے اور ان کی فرودگاہ کو دوستی کے اعلیٰ مرتبہ سے نوازے یعنی جوارِ رحمت میں اپنے قرب سے نوازے۔

۴۔ اے رب العالمین! تری بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ کو اپنا وسیلہ اور شفیع بناتے ہوئے استدعا ہے کہ میرے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت فرمادیجئے۔

حکیم اجمل خاں کے والد حکیم محمود خاں کے انتقال پر حضرت رضا بریلوی کا کہا ہوا درج ذیل مرثیہ آج بھی اس پتھر پر کندہ ہے جو حکیم صاحب کے قبر کے سرہانے لگا ہوا ہے:

بکتِ العُیُونِ اَمَا تُرِیْدُ جُمُوداً — البکَت شریفاً صادقاً محمودا
اَسِفَتَ لِفقدِ لِّطّبِّ عَصْرَ قوامِہٖ — فَأَسَتْ وَھَلْ باساً تُحِسُّ فقیدا
اَمْلَتْ علی مثواہُ یوم معادِہٖ — قبر الّذِیْ فی الطّبِّ مات حمیدا

ترجمہ:۱۔ آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک رواں سے ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔

حکیم شریف خاں، حکیم صادق خاں، حکیم محمود خاں کا بالترتیب ذکر اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں کیا گیا ہے۔ حکیم شریف خاں اور حکیم صادق خاں محمود خاں کے جد امجد اور والد مکرم ہیں۔

۲۔ آنکھیں غمگین ہیں کیونکہ طب نے اپنے مایۂ صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہے کیا ہم سے رحلت اختیار کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرے کا احساس ہے۔

۳۔ حکیم صاحب کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برجستہ تحریر کرایا۔ یہ اس شخص کی قبر ہے جس نے فن طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد مردن تعریف وتوصیف کا حق دار بنا ہے۔

Marfat.com

{تقاریظ}

مولانا احمد رضا بریلوی نے اپنے معاصر علماء کی علمی کتابوں پر منظوم تقاریظ بھی ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تقاریظ لکھیں۔ یہ تقریظیں نثر کے علاوہ نظم میں بھی موجود ہیں۔ مولانا موصوف نے ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری) کی شہرۂ آفاق تصنیف ''سراج العوارف فی الوصایا والمعارف'' پر گیارہ اشعار پر مشتمل تقریظ لکھی۔ اس کے علاوہ ''انوارِ ساطعہ'' پر بھی شعر کے پیرائے میں تقریظ لکھی۔ اس کے علاوہ کتاب ''العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفے'' (مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء) پر ۱۶ اشعار کا قطعہ تاریخ طباعت تحریر کیا ہے۔

''ایا سیدی یا ابن عِزّ غطارفَ — ویا احمد النور نورَ الاعارف
کلامك نور بهاء السلاسَل — وشهد مصفّی عنِ الزّیغ صارف
وتحقیق وترویج و کشفِ القلوب — دلیل الیقین سراج العوارف
ولاعَزْوَانْ جاء منكِ سراجٌ — فانك نورٌ تی نادالمعارف
ارانا سراجُك باللیل شمساً — وشمس بِلَیلٍ عجیب وّطارِف
فَهَلْ مثلُهُ فی تلیدٍ وّطارفَ — واین فَاَیْنَ تراه الطّوارف''[1]

ترجمہ: ۱۔ اے میرے سردار! اے معزز سرداروں کے بیٹے اور اے احمد جو خود بھی نور ہے اور مشہور و معروف اکابر کا نور ہے۔ یعنی نور کو وراثت میں بھی پایا ہے۔

۲۔ آپ کا کلام کتاب کی سطروں کی آب و تاب کا نور ہے۔ خالص وصاف شہد ہے اور کج روی سے حق کی طرف پھیر دینے والا ہے۔

۳۔ آپ کی تصنیف افسردہ قلوب کے رنج و غم کے سکون و آرام کا تحقیقی سرمایہ، یقین کی دلیل اور علوم کی مشعل راہ ہے۔

۴۔ اگر آپ نے ''سراج العوارف'' نامی کتاب تصنیف کر کے شمع روشن کر دی ہے تو یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ آپ علوم کی مجلس میں نور پھیلانے والے ہیں۔

۵۔ آپ کی تصنیف ''سراج العوارف'' نے ہمیں رات میں آفتاب دکھایا اور رات میں آفتاب کا وجود عجیب وغریب امر ہے۔

۶۔ کیا قدیم و جدید زمانے میں ''سراج العوارف'' جیسی کوئی تصنیف ہے اور ایسی تصنیف کہاں ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہے تو اس جیسی کتاب آنکھیں کہاں دیکھ سکتی ہیں۔

---

[1] سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری)، مطبوعہ، ۱۳۱۳ء وکٹوریہ پریس، بدایوں، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴

Marfat.com

کتاب "انوار ساطعہ" کی تقریظ کے چند اشعار:

ولا اَدْرِی وسوفَ اخال اَدْرِیْ — اقوم حدال نجدٍ ام نساءٌ؟
فمن فی کفّہٖ منھم خضاب — لمن فی کفّہٖ منھم لواءٌ
فما فیھم رشید الصدقِ الاّ — وَاِنْ تمعِن فَرُشْدُھم ھباءٌ
فما معنٰی تجاوزھم ولکن — عَسٰی الجنّانُ یھدی مَن یّشاءُ[1]

ترجمہ: ۱۔ سردست مجھے علم نہیں ہے البتہ امید ہے کہ کچھ دیر بعد مجھے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی کہ میرے مخالفین نجدیوں کی اولاد ہیں یا عورتیں۔

۲۔ لوگوں میں سے جس کے ہاتھ میں مہندی لگی ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں جنگ کا جھنڈا ہو۔

۳۔ میرے اعدا میں سے کوئی بھی حق و صداقت میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ اگر تم غور سے دیکھو تو ان کی ہدایت اس خس و خاشاک کی مانند ہے جس کے ذرات صرف آفتاب کی کرنوں میں دکھائی دیتے ہیں۔

۴۔ آپ نے راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں سے تمام مطالب پر گفتگو کر لی ہے لیکن ہدایت خدا کی مشیت میں ہے وہ بڑا مہربان ہے اور اپنی عنایت سے جسے چاہتا ہے راہ راست پر گامزن کر دیتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی محرم الحرام ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ میں طبیعت ناساز ہوئی تو آپ کی عیادت کے لیے روزانہ حافظ کتب حرم شیخ اسماعیل بن خلیل آتے تھے لیکن دو روز مسلسل خلاف معمول آپ نہیں آئے تو احمد رضا بریلوی نے ایک پرچہ پر یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

ھذا انِ یومانِ مافزنا بطلعتکم — ولو قدرتا جعلنا رأسنا قدما
قالو لقاء خلیل للعلیل شفاء — الا تحبون ان تبروالنا سقمنا
عود تمونا طلوع السمس کاضحی — وھل سمعتم کریماً یقطع الکراما[2]

ترجمہ: ۱۔ یہ دو دن ایسے گزرے کہ دیدار نصیب نہ ہوا، اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔

۲۔ لوگ کہتے ہیں کہ وصل یار بیماری کے لیے شفا ہے، کیا آپ ہماری بیماری کے لیے شفا نہیں چاہتے؟

۳۔ آپ نے ہمیں عادی بنا دیا ہے کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے اور آپ نے کہیں سنا ہے کہ کریم نے کرم کرنا چھوڑ دیا ہے۔

احمد رضا بریلوی کو شعر و سخن میں اس قدر عبور حاصل تھا کہ وہ مشکل مسائل کو بھی شاعری کی زبان میں حل کر دیتے۔ مولانا

---

[1] انوار ساطعہ، بحوالہ حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۹۰

[2] الملفوظ: احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ ۱۳۳۸ھ کراچی، ص ۱۸

Marfat.com

بریلوی کا یہ خاص وصف تھا کہ جو شخص جس لب ولہجہ میں آپ سے سوال کرتا آپ اسی انداز میں اس کا جواب دیتے۔ یہاں تک کہ آپ نے فتویٰ نویسی جیسے اہم مباحث میں بھی شعروسخن سے کام لیا۔آپ کے پاس شعر کے پیرائے میں بہت سے علمی اور فقہی سوالات آتے تھے۔[1]

اگر مستفتی نے شاعری کی زبان میں سوالات کیا تو مولانا موصوف بھی اسی انداز میں جواب دیکر سائل کو مطمئین کر دیتے۔ شعری انداز میں فتویٰ دینے کی ایسی بہت سی مثالیں آپ کے فتاویٰ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۳۰۳ھ میں شیخ عبدالجلیل پنجابی نے رضا بریلوی کو ایک استفتاء ارسال کیا کہ روسری شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو پاک اور ناپاک ہڈیوں میں کوئی تمیز واحتیاط نہیں ہوتی اور نہ ہی اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ یہ حلال جانور کی ہڈیاں ہیں یا حرام جانور کی، اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے

سمع المولیٰ وشکر — لمن حمد العلی الاکبر
شکرک ربنا الذواحلی — من کاما یلذویستحلی
والصلوٰۃ والسلام — علی سید الانام
اعظم بعسوب لنحل الاسلام — عذب الریق حلو الکلام
مبع شھدیزیل اسقام — والہ وصحبہ العظام الفخام
ما اثتفی باالعسل مریض سقیم — واحب الحلو مسلم سلیم[2]

{اصلاح اشعار}

احمد رضا بریلوی کی بے پناہ شعری صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کے پاس اصلاح کے لیے اشعار بھی آتے تھے۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کے مولانا احمد بخش نے ۱۱۴ شعروں کا طویل عربی قصیدہ برائے اصلاح فاضل بریلوی کے پاس بھیجا۔ مولانا بریلوی نے شدید علالت کے باوجود ۱۱۴ میں سے ۱۰۱ شعروں میں ترمیم وتبدیلی کی اور ۲۴ اشعار بدل کر نئے اشعار کا اضافہ کیا۔ بطور مثال یہ شعر:

"یا من شمال للیتامیٰ والمسا — کین ومن عیلے وارامل"

ترمیم: یا خیر کھف .... لاذبہ المعیّل

آپ نے وجہ ترمیم یہ لکھی:

---

[1] فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۶، ص ۱۹۳۔ ۲۱۱

[2] العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، حصہ دوم، احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۴ء

Marfat.com

حذف مبتدا اور عیلی بمعنی معیل، میرے خیال میں بنفسہ نہیں اور یہاں مفعول نامطبوع اور تاسیں بھی۔

"لکننی ابنی شخفت بہ　　　　حبا ولکن قد یتساھل"

ترمیم:　مولانی ابن قد شغفت بہ　　　　حبا ولکن اراہ یعمل

اس کی وجہ ترمیم یہ لکھا:

نبی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساھل غالباً متعدی بنفسہ نہیں ہوتا اور تاسیں تھی اور پہلا "لکن" بے محل سا تھا۔[1]

اس قصیدے کی اصلاح میں رضا بریلوی نے نحوی، لغوی اور عروضی پہلوؤں کا خاص خیال رکھا۔ اس عربی قصیدے کی اصلاح سے آپ کی اصلاحِ کلام کی صلاحیت اور تنقیدی شعور کا پتہ چلتا ہے۔

احمد رضا بریلوی کو تاریخ گوئی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

"اس میں وہ کمال اور ملکہ تھا کہ انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرمایا کرتے تھے جس کا بہت بڑا ثبوت حضور کی کتابوں میں اکثر و بیشتر کا تاریخی نام اور وہ بھی ایسا چسپاں کہ بالکل مضمون کتاب کی توضیح و تفصیل کرنے والا جس کا مفصل بیان ذکرِ تصنیفات میں ملاحظہ سے گزرے گا۔"[2]

احمد رضا بریلوی نے نہ صرف مختلف اصنافِ سخن جیسے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ وغیرہ میں اپنی جودتِ طبع دکھائی ہے بلکہ آپ نے فی البدیہہ تاریخیں اور تاریخی قطعات کہے ہیں۔ تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کا استخراج بھی شعری لب و لہجہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس انداز میں کیا ہے کہ شعری محاسن ملحوظ رہے، آپ نے مختلف صنعتوں میں تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات نکالی ہے۔

{صنعت توشیح}

مولانا بریلوی نے اس اہم صنعت میں اپنے پیر و مرشد شاہ سید آل رسول مارہروی کی تاریخ انتقال نکالی ہے

خذ التاریخ فی التوشیح نظماً　　　　یلوح کانہ البدر المنر

وخذ من کل قطرٍ مثل سطرٍ　　　　تکن میتاً ولیس لہ نظیر

سنہ ۱۲۹۶ھ

ولی طاہر بر امام　　　　وصول طیب بدر امیر

سنہ ۱۲۹۶ھ

---

[1] قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، احمد بخشش، ص ۳

[2] حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ظفر الدین بہاری، مطبوعہ، کراچی ۱۹۴۳ء، ص ۱۰

Marfat.com

وحید طائع بحر مان　　ودود طائب بدل اجیر[1]

{صنعت ترصیع}

رضا بریلوی نے صنعت ترصیع میں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات نکالی ہے۔ صنعت ترصیع وہ صنعت ہے جس میں ایک قطع یا قصیدہ، یا مرثیہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا ہر جملہ سے ایک ہی سن یا مختلف سنوں کے مادّے پیدا ہوں۔ درج ذیل تواریخ ولادت اور تواریخ وفات اسی صنعت میں ہے:

جاء ولی نقی السوب علی السان　　رضی الاحوال بھی المکان

سنہ ۱۲۴۶ھ　　سنہ ۱۲۴۶ھ

ھو اجل محقق الافاضل　　شھاب المدتقین الامائل

سنہ ۱۲۴۶ھ　　سنہ ۱۲۴۶ھ

قمر فی برج الشرف　　برئی من الخسوف والکلف

سنہ ۱۲۴۶ھ　　سنہ ۱۲۴۶ھ

فضل سباق العلما　　اقدم حذاق الکراما[2]

سنہ ۱۲۴۶ھ　　سنہ ۱۲۴۶ھ

{تواریخ انتقال}

کان نھایۃ جمع العظماء　　خاتم اجلہ الفقھا

سنہ ۱۲۹۷ھ　　سنہ ۱۲۹۷ھ

امین اللہ فی الارض ابدا　　ان فقد فتلك کلمۃ بھا یھتدیٰ

سنہ ۱۲۹۷ھ　　سنہ ۱۲۹۷ھ

ان موتۃ العالم موتۃ العالم　　وفاۃ عالم الاسلام ثلمۃ فی جمع الانام

سنہ ۱۲۹۷ھ　　سنہ ۱۲۹۷ھ

خلل فی یاب العباد لایسند الی یوم القیام　　کمل لہ ثوابك یوم النشور

سنہ ۱۲۹۷ھ　　سنہ ۱۲۹۷ھ

---

[1] امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں بریلوی، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ناشر: ادارۂ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ (بہار)، ص ۷۶

[2] حدائق بخشش، احمد رضا خاں، حصہ سوم، مرتب: مولانا محمد محبوب، مطبع: پیلی بھیت، ص ۸۷

Marfat.com

امنحه جنة اعدت للمتقين

۱۲۹۷ھ

یاغفور

۱۲۹۷ھ

وادخلی فی جنتی وعبادی

۱۲۹۷ھ

انّ الذین یبایعونك

۱۲۹۷ھ

انما یبایعون اللہ الوھاب[1]

۱۲۹۷ھ

پیر عبدالغنی امرتسری علیہ الرحمہ کی وفات (۱۴ شوال ۱۳۳۸ھ) پر احمد رضا خاں نے عربی زبان میں دس اشعار پر مشتمل قطعہ تاریخِ وفات لکھا تھا جو فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

الموت حق یالہ من جاء — متیقن ولناس فی النساء

انساء ھم الانساء فی اجالھم — مع مایرون من ایۃ بولاء

النفص من اموالھم وثمارھم — والاخذ بالباساء والضراء

عجبا لخافیۃ غدت مخفیۃ — وبدت من الحضراء والغبراء

اطفل شب وشاب وھو کمابدا — یلھو ویلعب تاسیا لقضاء

رقم الرضا تاریخہ متفائلا — عبدالغنی بجنۃ علیاء[2]

۱۳۳۸ھ

ترجمہ ۱۔ موت حق، عجب اس آنے والی سے جو یقینی اور لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔

۲۔ ان کی موت میں ڈھیل نے انہیں بھلا دیا حالانکہ پے در پے اس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔

۳۔ ان کے مالوں اور پھلوں میں کمی اور سختی اور آزادی کی گرفت۔

۴۔ عجب اس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی حالانکہ آسمان و زمین سے ظاہر ہو رہی ہے۔

۵۔ بچہ جوان ہوا، بوڑھا ہوا اور روزِ اول کی طرح کھیل کود میں ہے اور قضا کو بھولا ہوا ہے۔

۶۔ رضا نے فال کے طور پر اس کی تاریخ لکھی عبدالغنی بہشت بریں میں ہیں۔

مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری کے جدامجد مولانا عبدالکریم جبلپوری کا انتقال ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں ہوا۔ جب آپ کے انتقال کی اطلاع بریلی پہنچی تو احمد رضا خاں نے بطور تعزیت عربی میں قطعہ تاریخ تحریر کیا۔ یہ قطعہ تاریخ

---

[1] امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء، ناشر: ادارۂ تحقیقات عربی وفارسی، پٹنہ (بہار)، ص ۷۸

[2] ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذی قعدہ، ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۳

Marfat.com

عربی زبان وادب کا شاہکار ہے:

قیل مات الزکی عبدالکریم — قلت کلا بل احتظی بدوامِ

حیٌّ عن بنیه فکیف یموت — انما المیّتُ هالِكُ الاوهام

ایموت الذی خلّف؟ — سلم الله مثل عبدالسلام

جبل الدین راسخ بقیامه — فی جبلفور شامخ الاعلامِ

قلت تاریخ عَیشِهِ الأبدِیّ — دام عبد الکریم خلد کرام[1]

۱۳۱۷ھ

مولانا محمد عمر حیدرآبادی کے انتقال پر رضا بریلوی نے "قطعہ وفات" لکھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

"الاسقی الله قبراً مشوبَ عاریةٍ — وجادبالجودوجوداً وهوهمّارٔ

قبراً ثوی بثواب الله فیه عمر — معمورنور الهدیٰ للدینِ عمّارٔ

عَبدبغوثِ البَرایا سیّد سند — بالغوث مغترِف بالغیبِ مدرار

ترجمہ:۱۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو صبح کے ابر کی بارش سے سیراب فرمادے اور اپنے فیض کی تیز بارش سے خوب۔خوب شاداب فرمائے کیونکہ مرحوم بھی بہت داد و دہش کرنے والے تھے۔

۲۔ وہ قبر جس میں اللہ کے عطا کردہ اجر عظیم کے ساتھ متوفّی عمر مدفون ہیں، وہ ہدایت کے نور سے معمور و آباد ہے اور دین کے لیے صاحب وقار ہے۔

۳۔ مخلوق کی اعانت کی وجہ سے مرحوم مخلوق کے سردار اور سہارا تھے۔وہ پے در پے مدد کرنے والے اور اپنی روشن ضمیری کے باعث بکثرت غیب کی باتیں بتانے والے تھے۔

مشہور و معروف محقق و نقاد قاضی عبدالودود کے والد ماجد قاضی عبدالوحید (خلیفۂ احمد رضا) کا انتقال ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو ہوا۔احمد رضا بریلوی آپ کے جنازے میں شریک ہوئے تھے۔رسالہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) کے بقول جنازے کے ہمراہ جاتے ہوئے علامہ بریلوی نے راستے ہی میں قبرستان پہنچے سے پہلے ہی فی البدیہہ قطعۂ تاریخ کہا:

یا اکرم الخلق انت الکریم — اکرم القاضی عبدالوحید

قال الرضافی الدعا حسین ارخ — ارحم القاضی عبدالوحید[2]

وهب المتقون من جنات وعیون — ۱۳۲۶ھ

---

[1] اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، مرکزی مجلس رضا، لاہور

[2] انوار رضا، مرتب: سیّد محمد جیلانی، مطبوعہ ۱۹۷۷ء، شرکت حنفیہ لاہور، ص ۵۷۵

[3] ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ، ص ۱۴

Marfat.com

علاوہ ازیں مولانا عبدالسلام جبلپوری کی زوجہ سکینہ خاتون کی تاریخ وفات بھی استخراج فرمائی۔

احمد رضا بریلوی نے اپنے دوست محمد اسماعیل قادری نقشبندی کی تاریخِ وفات تحریر فرمائی جو جذب وکشش کا شاندار نمونہ ہے:

ینمّق فی تاریخ رحلتہٖ الرّضا سحائب مَبح السَّفح مثواك بِلّٰت ۱۳۱۷

وَقتُك مراقیُ اللطفِ کل کریھة ۱۳۱۷ سفتك سواقیُ الرّاف ارج طلةٍ

ترجمہ:۱۔ اسماعیل مرحوم کی وفات پر رضا ایک حسین تاریخ وفات کہہ رہا ہے۔ دامن کوہ میں برسنے والے پانی سے لبریز بادل آپ کی قیام گاہ کو تر کریں یعنی آپ ہر قسم کی مسرتوں سے ہم کنار ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے الطاف وعنایات اسماعیل مرحوم کو ہر ذیت سے محفوظ رکھیں اور اس کے کرم کا دریا ہلکی بارش سے ترکیے ہوئے معطر مرقد کو سیراب کرے یعنی فرحت وانبساط سے لطف اندوز ہوں۔

اس طرح دیکھا جائے تو علامہ بریلوی نے متعدد علماء کی تاریخ وفات اور تاریخ ولادت کہی ہے جس کی ایک لمبی فہرست ہے۔[1]

فاضل بریلوی جب ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج وزیادت کے لیے حرمین شریفین گئے تو وہاں علماء اور ارباب علم ودانش آپ کی علمی جلالت کے گرویدہ ہو گئے۔ علمائے حجاز نے آپ سے سندات واجازات حاصل کیا۔ حافظ صالح جمل اللیل نے ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو علامہ بریلوی سے اجازات طلب کیں۔ احمد رضا بریلوی نے سند مرحمت فرمائی اور اس کا تاریخی نام ''الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیۃ'' رکھا۔ اس سند کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ یہ صنعت توشیح میں ہے جس کے ہر مصرع کے پہلے حرف کو ملانے سے ''صالح کمال'' پڑھا جا سکتا ہے:

ص۔ صَلَحتْ قلوب العارفین فأصلَحتْ

ا۔ أعضاء ھم فی طاعةِ المِفْضَال

ل۔ لاغروانِ بحسنِ احوال الملكِ

ح۔ حسنًا لّملكِ الملكِ فی الاحوال

ک۔ کم عالم فی عالم الدنیا بدا

م۔ ماعُلمُهُ الاشقامشق قال

ا۔ العلم قلَّ وبَعْدُ فیہ تکثُر

ل۔ لکن علیك بصالح للکمال[2]

---

[1] تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ، ۱۹۷۰ء، خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور، مظفر پور، ص ۱۷۶۔۱۷۷

[2] الاجازات الرضویہ المبجل مکة البھیة، احمد رضا خاں، مشمولہ مخطوطہ، کتب خانہ، جامعہ منظر اسلام، بریلی۔
الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینة، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۰ (قلمی)

Marfat.com

ترجمہ: پہلے اہل عرفان کے دل درست ہوتے ہیں، پھر وہ دل ان کے تمام اعضاء کو سنوار کر اس ذات کی عبادت پر لگا دیتے ہیں جو کثیر الفضل ہے۔ اس پر تعجب نہیں کیونکہ سلطان کے اپنے احوال جب درست ہو جائیں تو اس کے پورے ملک کے احوال درست ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا میں کتنے علماء ایسے بھی ملتے ہیں جو اونٹ کے بلبلانے کی آوازوں کے سوا کچھ نہیں جانتے (یعنی ان کے پاس زبانی جمع خرچ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) علم کم ہو گیا ہے اور دعویٰ علم دور تک پہنچ گیا ہے تو تجھ پر ان کا دامن پکڑنا ضروری ہے جو کمال کے صالح ہیں (صالح کمال)۔

اسی طرح اسماعیل خلیل مکی کو بھی شعر کے پیرائے میں سند عطا فرمایا اور یہ بھی صنعت توشیح میں ہی ہے۔ اس میں ہر مصرع کے پہلے حرف سے سند لینے والے کا نام متخرج ہوتا ہے:

ا۔ الله ارسل للغلال خليلا

س۔ سد الخلال ولم يُخَلّ خليلاً

م۔ مُنِحِتَ بَتِوُه جلال خَيْرِ طبقة

ع۔ عن طبقةٍ وَّنِعِّم جليلاً حليلاً

ی۔ يا عزبيتٍ جاءَ فيه المصطفٰى

ل۔ للمصطفٰى العزُّ الجليلُ أنيلاً

خ۔ خلت القرون وما خَلاً دالبيتُ من

ل۔ لطف الاِله ولَن يُّرٰى تحويلاً

ی۔ يُمنُ الخليل مع الحبيبِ توافَقَا

ل۔ ليدَيمهُ الرَّبُّ الجليلُ جليلا[1]

ترجمہ: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی حاجت برآری کے لیے اپنا خلیل بھیجا انہوں نے رخنے بند کیے اور کسی ضرورت مند کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین عادتیں مرحمت ہوئیں اور وہ عادتیں ہر قبلہ تک پہونچیں۔

۳۔ کس قدر افضل اور اعلیٰ ہے وہ گھرانہ جس میں محمد ﷺ کا ظہور ہوا، اعلیٰ عزت تو محمد ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا کرم رہا اور مستقبل میں بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔

۵۔ خلیل نئی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کیے ہوئے ہے تا کہ اللہ تعلیٰ اسے ہمیشہ کے لیے بڑے مرتبے پر رکھے۔

---

[1] الاجازات المتينه لعلماء بكه والمدينه۔

Marfat.com

اس طرح دیکھا جائے تو وہ تمام اشعار جن کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے احمد رضا بریلوی کی زندگی کے صرف چند موجیں ہیں اور یہی موجیں کسی بحرِ ذخار کا پتہ دیتی ہیں۔ انھیں عربی شعر گوئی میں ملکہ حاصل تھا۔ وہ شاعری کے اسرار و موز سے پوری طرح نہ صرف واقف تھے بلکہ ان کو برتنے کا ہنر بھی جانتے تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں صنایع و بدایع کا بھی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں عربی شاعری کو فروغ دینے والوں میں احمد رضا خاں بریلوی کا حصہ بہت زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

۱۔ ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، دہلی، شمارہ ۱۲، جلد ۵، صہ ۴۷۶
۲۔ معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ءادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان، صہ ۱۱۹۔۱۲۰
۳۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین، مطبوعہ، کراچی ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، صہ ۳۱
۴۔ انوارِ رضا، مطبوعہ شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور، ۱۳۹۷ھ، صہ ۵۳۸
ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر، صہ ۴۳۵
۵۔ حدائق بخشش (حصہ سوم) احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۲
۶۔ معارف رضا، مارچ ۲۰۰۶ء، مطبوعہ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان، صہ ۱۱۹
۷۔ انتخاب حدائق بخشش، پروفیسر مسعود احمد، سرہند پبلی کیشنز، کراچی، صہ ۲۹۳
۸۔ ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، صہ ۴۳۳
۹۔ حیات امام اہلسنت، پروفیسر محمد مسعود احمد، مطبوعہ، کراچی، صہ ۳۴
معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی ۱۹۸۹ء، صہ ۷۶
۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات، ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، مطبوعہ کراچی، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء۔
ص ۲۰۲
۱۱۔ معارف رضا، کراچی ۲۰۰۶ء، صہ ۱۲۰
۱۲۔ الطاری الداری لھفوات عبدالباری، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۸۰۔ ۹۳۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷
۱۳۔ حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ
۱۴۔ ایضاً حصہ اول، صہ ۱۵۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۱۳۸۔ ۱۶۲
۱۵۔ ایضاً حصہ دوم، صہ ۳۔ ۴۔ ۲۱۔ ۲۵۔ ۶۶۔ ۶۸۔ ۹۲۔ ۱۱۴۔ ۱۳۲
۱۶۔ ایضاً حصہ سوم، صہ ۸۳۔ ۸۴
۱۷۔ رسالہ معارف رضا، کراچی ۱۹۹۶ء، صہ ۱۲۰
۱۸۔ حدائق بخشش، حصہ اول، احمد رضا بریلوی، ۱۳۲۵ھ، ناشر۔ رضا اکیڈمی ممبئی
۱۹۔ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ۱۳۲۶ھ، صہ ۴۱
۲۰۔ تذکرہ علمائے اہلسنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۲۱۔ الرضا بریلی، شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء، صہ ۳
۲۲۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۱۹۳۔ ۲۱۱

Marfat.com

۲۳۔ قصیدہ غوثیہ مع منظوم ترجمہ۔ احمد رضا خاں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء

۲۴۔ الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ، احمد رضا خاں مطبوعہ، لاہور، ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء

۲۵۔ رسائل رضویہ، جلد ۲، احمد رضا خاں (مرتبہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری مظہری)، مطبوعہ۔ لاہور، ۱۳۹۶ھ، صہ ۲۸۲۔ ۲۸۶۔ ۲۸۸۔ ۲۹۰۔ ۲۹۲

۲۶۔ بساتین الغفران، احمد رضا خاں، مرتب۔ محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ، صہ ۵۸۔ ۶۰، مطبوعہ۔ رضا اکیڈمی، برطانیہ ۱۹۹۷ء

۲۷۔ معارف رضا، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۶ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، صہ ۱۲۷

۲۸۔ معارف رضا، مطبوعہ۔ کراچی، ۱۹۹۲ء، صہ ۱۲۹

۲۹۔ الملفوظ، حصہ دوم، مرتب، مصطفیٰ رضا خاں

۳۰۔ سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدر الدین احمد، صہ ۲۸۳، طباعت، ۱۹۷۳ء، مطبوعہ بستی۔

۳۱۔ حدائق بخشش، احمد رضا خاں (حصہ سوم) صہ ۸۱۔ ۸۲، مطبوعہ، نظامی پریس، لاہور

۳۲۔ بساتین الغفران، احمد رضا خاں، مرتب، محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ، صہ ۱۶۲، مطبوعہ ۱۹۹۷ء رضا اکیڈمی، برطانیہ۔

۳۳۔ ایضاً، صہ ۱۶۲

۳۴۔ آمال الابرار، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۲۱، مطبع تحفۂ حنفیہ، عظیم آباد۔

۳۵۔ قصیدتان رائعتان، احمد رضا خاں بریلوی، صہ ۳۵

۳۶۔ بساتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب۔ محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ، سنہ طباعت ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، صہ ۷۲

۳۷۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔صہ ۷۳۔ ۷۴

۳۸۔ بساتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب۔ محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، صہ ۷۴

۳۹۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔صہ ۷۵

۴۰۔ بساتین الغفران، احمد رضا خاں بریلوی، مرتب۔ محمد احمد عبد الرحیم المحفوظ، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، رضا اکیڈمی، برطانیہ، صہ ۷۸

۴۱۔ ایضاً۔۔۔۔۔۔۔صہ ۸۸

۴۲۔ آمال الابرار و آلام الاشرار، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۳۱۸ھ، حنفیہ عظیم آباد، صہ ۲

۴۳۔ آمال الابرار و آلام الاشرار، احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۳۱۸ھ، حنفیہ عظیم آباد، صہ ۲۱۔ ۲۲

۴۴۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، جلد اول، مطبوعہ، اہلسنت بریلی، صہ ۱۴۵۔ ۱۴۶

۴۵۔ حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، جلد اول، مطبوعہ، اہلسنت بریلی، صہ ۱۴۵۔ ۱۴۶

Marfat.com

۴۶۔ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، سید نور محمد، صہ ۴۶

۴۷۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ابوالحسین احمد نوری (میاں صاحب قادری)، مطبوعہ، ۱۳۱۳ء وکٹوریہ پریس۔ بدایوں، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴

۴۸۔ انوارِ ساطعہ، بحوالہ حدائق بخشش حصہ سوم، ص ۹۰

۴۹۔ الملفوظ، احمد رضا خاں، جلد ۲، مطبوعہ۔ ۱۳۳۸ھ کراچی، ص ۱۸

۵۰۔ فتاویٰ رضویہ، احمد رضا خاں، جلد ۶، ص ۱۹۳۔ ۲۱۱

۵۱۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، حصہ دوم، احمد رضا خاں، ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء

۵۲۔ قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، احمد بخش، صہ ۳

۵۳۔ حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ظفر الدین بہاری، مطبوعہ، کراچی ۱۹۳۸ء، صہ ۱۰

۵۴۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں بریلوی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی۔ پٹنہ (بہار)، صہ ۷۶

۵۵۔ حدائق بخشش، احمد رضا خاں، حصہ سوم، مرتب۔ مولانا محمد محبوب، مطبع۔ پیلی بھیت، صہ ۸۷

۵۶۔ امام احمد رضا کی عربی شاعری، ڈاکٹر حسن رضا خاں ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ناشر۔ ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ (بہار)، صہ ۷۸

۵۷۔ ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذیقعدہ، ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء، صہ ۳

۵۸۔ اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، مرکزی مجلس رضا، لاہور

۵۹۔ انوارِ رضا، مرتب سید محمد جیلانی، مطبوعہ، ۱۹۷۷ء، شرکت حنفیہ لاہور، صہ ۵۷۵

۶۰۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الثانی، ۱۳۲۶ھ، صہ ۴۱

۶۱۔ تذکرہ علمائے اہل سنت، محمود احمد قادری، مطبوعہ ۱۹۷۰ء، خانقاہ قادریہ اشرفیہ بھوانی پور، مظفر پور، صہ ۱۷۶۔ ۱۷۷

۶۲۔ الاجازات الرضویہ المبجل مکۃ البھیۃ، احمد رضا خاں، مشمولہ، مخطوطہ، کتب خانہ، جامعہ منظر اسلام۔ بریلی۔

الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ۱۹۶۰ء، صہ ۱۳۰ (قلمی)

۶۳۔ الاجازات المتینہ لعلماء بکہ والمدینہ۔

Marfat.com

Marfat.com

— ۸ —

مولانا کی فارسی اور اُردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات

Marfat.com

Marfat.com

مولانا احمد رضا خاں بریلوی جس طرح مختلف علوم وفنون میں زبردست مہارت رکھتے تھے اسی طرح فن شاعری سے بھی انھیں گہری دلچسپی تھی۔ان کی شاعری تفنن طبع کا ذریعہ نہیں اور نہ ہی وقت گزاری کا مشغلہ ہے۔انھوں نے اپنی شاعری سے وہی کام لینے کی کوشش کی ہے جو انھوں نے اپنی دیگر تحریروں یا تقریروں سے لیا ہے۔ان کی شاعری جو درواقع خداوند بزرگ و برتر کی وحدانیت وحقانیت، قدرت کاملہ اور کریمی ورحیمی کے ساتھ اس کے جاہ وجلال وجمال جیسے صفات کی تعریف وتوصیف اور بارگاہ احدیت کی سب سے معزز ہستی پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت، آنحضرت ﷺ کی مثالی شخصیت، افضال واکرام، جود وسخا، رحم وکرم اور علم وحلم کے فضائل کا بیان ہے۔علاوہ ازیں مناجات کی شکل میں جو اظہار مدعا کیا گیا ہے وہ پوری طرح برگزیدہ شخصیت کی عظمت وجلالت اور رحمت وفضلیت کے شایان شان ہے۔اگرچہ مولانا نے تقریباً ہر صنف شاعری میں اپنی جولانی طبع کا مظاہرہ کیا ہے لیکن موضوع ایک ہی ہے اور وہ ہے شان کریمی سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار۔مدحت ومنقبت کے لیے مولانا نے جو زبان اختیار کی ہے وہ اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں کا ایسا خوبصورت امتزاج ہے اور اتنی سادگی اور صفائی سے اظہار مدعا کیا گیا ہے جس سے تینوں زبانوں پر مولانا کی یکساں قدرت اور عبور کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ مولانا کی نظر میں تینوں زبانوں کا شعری سرمایہ اور اس کی طویل تاریخ بھی تھی اسی لیے آپ نے جا بجا اردو اور فارسی کے ساتھ عربی مصرعے، اقوال، آیات اخادیث اور امثال کو بڑی خوبصورتی سے کھپایا ہے۔یہ ٹاٹ میں مخمل کا پیوند نہیں بلکہ شاعری کی خوبصورت نازک اور لطیف زمین پر لالہ زار اور زرنگار گل وبوٹے ہیں جن کو دیکھنے سے آنکھوں کو ٹھنڈک، دل کو فرحت اور دماغ کو بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

مولانا کا اسلوب شاعری دلکش ودل نشیں ہے جس میں موجود تصوف وعرفان کی آنچ دل ودماغ کو گرمانے کا کام کرتی ہے۔ہم ان کے مطالعے سے تزکیہ نفس کر سکتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن رہ کر دنیا وآخرت کو سنوار سکتے ہیں۔مولانا کے کلام میں ادبی انبساط ونشاط کی بھی کمی نہیں ہے انھوں نے خوبصورت الفاظ وتراکیب، تشبیہات واستعارات نیز امثال وحکم کے استعمال سے اپنے کلام کو مفید مطلب بنا کر پیش کیا ہے۔

مولانا فاضل بریلوی علوم عقلیہ ونقلیہ میں جس مقام پر فائز تھے اس کا ذکر گزشتہ ابواب وفصول میں متعدد مقامات پر ہو چکا ہے۔عربی زبان وادب میں ان کو جو درک حاصل تھا اور اس زبان میں ان کی جو شاہکار تخلیقات سامنے آئیں عربی زبان و ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی ان سے بخوبی واقف ہے جس کی تفصیل یہاں بے محل ہوگی۔مولانا کو اپنے عہد کے علماء کے طرح عربی زبان وادب کے ساتھ ساتھ فارسی اور اردو زبان پر بے پناہ قدرت حاصل تھے اور انہوں نے عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان میں بھی طبع آزمائی کی ہے اسی کے ساتھ۔ساتھ فارسی اور اردو نثر کی آبیاری میں بھی ان کا بڑا حصہ ہے۔فارسی اور اردو شاعری میں انہوں نے مختلف اصناف سخن مثلاً حمد، مناجات، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی وغیرہ میں لکھا۔ پروفیسر وحید اشرف (مدراس یونیورسٹی) علامہ بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

''جہاں تک فارسی شاعری کا تعلق ہے تو اس میں وہ اعلیٰ درک رکھتے تھے۔ان کی اردو فارسی شاعری حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔اس میں ہیئت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں۔ان اشعار کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہر صنف سخن پر قدرت رکھتے تھے، اور شاعرانہ ذوق سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔''[1]

احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر غیر معمولی مہارت حاصل تھی۔مولانا کی فارسی اور اردو شاعری کے مطالعہ سے اس حقیقت کا اعتراف کیا جاسکتا ہے جو مولانا نے خود کہا ہے، ''قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اولاً عربی زبان میں ہوتی ہے مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے۔''[2] یہی وجہ ہے کہ آپ کے فارسی اور اردو کلام میں ہزاروں عربی الفاظ و تراکیب، بندشیں، عربی اشعار، اقوال، آیات و احادیث کا برمحل استعمال نظر آتا ہے۔''حدائق بخشش'' کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ آپ کے اردو کلام سے وہی شخص محظوظ ہوسکتا ہے جو عربی اور فارسی زبان جانتا ہوگا۔مولانا کی فارسی اور اردو شاعری پر عربیت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔بہت سے اردو جملوں کا انداز ترتیب عربی کی طرح ہے اور عربی الفاظ کا کثرت سے استعمال بھی ملتا ہے۔اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی دینی اور علمی ماحول ملا تھا۔آپ کے دادا رضا علی خاں اور والد نقی علی خاں دونوں ہی اپنے وقت کے زبردست عالم تھے۔باپ اور دادا کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی عربی ماحول بچپن سے ہی ملا۔یہی وجہ ہے فطری طور پر عربی زبان سے آپ کو مناسبت پیدا ہوگئی۔اسی لیے مولانا کو عربی زبان پر اس قدر قدرت حاصل تھی کہ جہاں جس مضمون کو جس طرح چاہتے عربی میں بلا تکلف ادا کر دیتے۔اس طرح دیکھا جائے تو مولانا بریلوی کے فکر و شعور پر عربی زبان کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔مندرجہ ذیل فارسی اور اردو کے کلام میں عربی زبان کے اثرات بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔

نمونۂ کلام فارسی

بکارخویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ　　پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ*
رضایت سائل بے پرتوئی سلطان لاتنھر شہا بہر ازیں خوانم اغثنی یارسول اللہ[3]

یامن بسناہٗ جاء عبدالقادر　　یامن بثناہ یاء عبدالقادی

---

[1] یادگار رضا، مرتبہ محمد شہاب الدین رضوی۔ص ۹۸

[2] معارف رضا (کراچی) ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۹

ناشر۔ادارہ تحقیقات احمد احمد رضا کراچی، پاکستان

[3] حدائق بخشش، امام احمد رضا۔مطبوعہ، قادر بک ڈپو، بریلی ۱۴۰۳ھ، ص ۹۰۔۹۱

Marfat.com

إِذَا نت جعلته کما کنت تشاءُ　　فا جعلني کيف شاء عبد القادر[1]

حمداً لك يا مفضل عبد القادر　　يا ذا الافضال
يا منعم يا مجمل عبد القادر　　انت المتعال
مولائے بما مننت بالجود عليه　　من دون سوال
امن واجب سائل عبد القادر　　جد بالآمال[2]

ربي ارني الرجاء عبد القادر　　اذعودنا العطاء عبد القادر
الداي و سيعته وذو الدار کريم　　بؤنا حيث باء عبد القادر[3]

نيست پاپانش الی يوم التناد　　ختم کن واللہ اعلم بالرشاد
با محمد ہر یکے دارد سرے　　در کمالِ ظاہری و باطنے
پارہ شد قلب وجگر زیں گفتگو　　احذروا یا ایھا الناس احذرو
مستنیر از تابش یک آفتاب　　عالمے واللہ اعلم بالصواب[4]

پند یاد ادیم و حاصل شد فراغ　　ما علينا يا اخی الاّ البلاغ
در دو عالم نیست مثل آں شاہ را　　در فضیلتھا و در قرب خدا
"دفعتہ" برخاست اندر مدح او　　از زبانہا شور لا مثل لہ
حق فرستاد ایں سحاب باصفاً　　کے یُطَھرّنا و یذھب رجسنا[5]

---

[1] حدائق بخشش، حصہ دوم۔ امام احمد رضا، ص ۹۳
[2] ایضاً، حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفیٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء
[3] ایضاً، ص ۹۴
[4] ایضاً، ص ۱۲۶
[5] ایضاً، ص ۱۲۷

Marfat.com

نیست فضلش بہرِ قومِ بے ادب — یخطف ابصارھم برق الغضب
چوں ببنید آں سحاب ایناں زدور — عارض مُمطر بگویند از غرور
بل ھُوَ ما استعجلو خزی عظیم — ارسلت ریح بتعذیبٍ الیم
فیض شد با غیظ گرم اختلاط — حبّذا ابرے عجب خوش ارتباط [1]

قل کزرعٍ اخرجَ الشطأ الٰی — آزرفاستغلظ ثمّ استویٰ
یُعجبُ الزّرّاعَ کالماءِ المَعِیْن — کے یَغِیظُ الکافرین الظّالمین
قصد کارے کرد آں شاہِ جواد — ھریکے انی لہ گویاں ستاد [2]
نسگریزہ می زند دست جناب — مارمیت اِذرَمَیت آید حطاب
وصفِ اھل بیعت آمدا ے رشید — فوق ایدیھم یدُاللہ المجید
ربنا سُبحانك لیس لَناَ — علم شئیٍ غیر ما عَلّمتَنا
دردِ دل شاں گنج اسرار آے آخو — برلبِ شاں قفل امرِ اَنصِتُوا [3]
روزِ آخر گشت و باقی ایں کلام — ختم کن انی لہ طرفُ التمام
سابع سبعہ مگو ئید از عناد — انتھو اخیراً لّکم یوم التّناد
آنچنا کاندر ازل زارواح ما — اَلَستِے خاست بے پایاں بلٰے
ربّنا انّا ظَلَمْنَا رحم کن — جاھلانانہ گفتہ بودیم ایں سخن
عذرھا در حشر باشد نا پذیر — قاریا! برخواں المر یات النذیر
واحد قھّار باشد در غضب — یَجْعَلُ الولدانُ شَیْبًا فی التّعب [4]
ما خطا آریم و تو بخشش کنی — نعرہ "انی غفُوْر" می زنی
کیست مولائے بہ از رب جلیل — حَسبُنَا اللہ رَبَّنا نِعْمَ الوکیل
چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب — ختم شد واللہ اعلم بالصواب

---

[1] ایضاً ص ۱۲۸

[2] ایضاً ص ۱۲۸

[3] ایضاً ص ۱۲۹

[4] ایضاً ص ۱۳۰۔۱۳۱

Marfat.com

حبذا سر و عیاں دانائے من حبّذا ربّ من و مولائے من[1]

ماہ من لا ینبغی للسمس ادراك القمر

خاصه چو ناز عاد کالعرجون در اطمنانِ توئی[2]

☆ ازا ارُو ذُکِرَاللہ معائنه بینی! من وخدائے من آنست ادائے آل رسول

☆ خبر دھد ز تگِ لاَ الٰه الا اللہ فنائے آلِ رسول و بقائے آلِ رسول[3]

☆ من عَلَیْهَا فَان آقا آنچه برروئے زمیں ست درتو فانی در تو گم بر تو فدا امداد کن

☆ کل شیء هالك الا وجهه اے آں که خلق در تو مستهلك تو دَر ذاتِ خدا امداد کن[4]

☆ یا طلیق الوجه فی یومٍ عبوسٍ قمطریر یا بهیج القلب فی یوم حیاالا سی امداد کن

☆ اے وقاھُم ربّھُم امنت ز شبّر مستطیر مجر مم می جویم از کیفر وقا امداد کن

☆ بهر لاَ خوف علیهم نجنّا ممّا نخاف بهر لاھُم یخزنون غمها زدا امداد کن

☆ عِزّنا یا حرزنا یا کنزنا یا فوزنا لَیْثُناَ یاغَیْثُناَ یاغوثِنا امداد کن

نیست عون از غیر تو بل غیر تو خود هیچ نیست

یا اللہ الحق الیك المنتهیٰ امداد کن[5]

سقانی الحبُّ کَاَسَاتِ الوَصَالِ فقلت لخمر تی نجوے تعالِ

داد عِشقم جامِ وصل کبریا پس بگفتم بادہ امر اسویم آ

---

[1] ایضاً ص ۱۳۲، ۱۳۳

[2] ایضاً ص ۱۱۷

[3] ایضاً ص ۳۱، ۳۲

[4] ایضاً ص ۵۹

[5] ایضاً ص ۶۱، ۶۶، ۷۱

Marfat.com

الصلا اے فضلہ خورانِ حضور
شاہِ برجود دست و صہبا در وفور

بخش کردن گر نہ عزم خسروی ست
آخر ایں نوشیدہ خواندن بہر چیست

سَعَت و مشّتُ لِنَحوِی فی کئوُس
فہمتُ لسکرتی بین المَوَالِ

شددواں در جامہا سویم رواں
والہِ سکرم شدم در سروراں

شکرِ تو از ذکر وفکر اکبر بود
سکر کو چوں حکم خودبر می رود

سوئیے بر بوئے مے مرداں رواں
بادہ خود سویت بپائے سر دواں

فَقُلتُ لسآئِرِ الاَ قطابُ لُمُّو
بِحَالِی و ادخُلوُا انتم رِجالی

گفتم اے قطباں بعونِ شانِ من
حملہ در آئید تاں مردانِ من

جمع خواندی تاقوی ولہا شوند
ہم زعونِ حالِ خود دادی کمند

ورنہ تاباِمِ حضور تو صعود!
حاش للہِ تاب و یارائے کہ بود

و ھُمّو اواشربُوا انتم جُنُودِی
فَسَاقِی القومِ بالوافی مَلاَلِی

ہمت آرید و خورید ایلشکرم
ساقیم دادہ لبالب از کرم

شکرِ حق جام تو لبریز مے ست
ہر لبا لب را چکیدن در پے ست

تابما ہم آید انشاء العظیم
آں نصیب الارض من کاس الکریم

شربتم فضلتی من بعد سکری
ولا نلتُمَ عُلُوّی واِتّصالِ

من شدم سرشار وسورہ می چشید
رخت تاقرب وعلوّم کے کشید

فضلہ خورانش شہاں و من گدائے
روئے آنم کو کہ خواہم قطرہ لائے

یِلِّلے جودِ شہم گفتہ ملائے
مے طلب لا نسنوی ایں جانہ لائے

مَقَامُکم العلی جمعاً ولکن
مقامی فَوقَکم مازال عالی

جائے تاں بالاولے جایم بود
فوق تاں از روزِ اوّل تاابد

جات بالا ترزو ہم جاءہا
جاءہا خود ہست بہر پاءہا

پاءہا چہ بود کہ مرہا زیر پات
پات ہم کے چوں فرود آئی زجات

اَنافی حَضرۃِ التقریب وَحدِیٖ
یُصِرّ فنی وَحَسبِی ذوالجلال

یکہ در قربم خدا اگرداندم
حال و کافی آں جلیل واحدم

ایکہ می گرداندت آں یك نہ غیر
حال ما گرداں زشرہا سوئے خیر

Marfat.com

تاج قربش شادماں برسر بنه
شئی للہ قربِ خود ما را بده

انا البارئ السهب کُل شَیخٍ
ومن ذا فی الرِّجال اعطی مثالٍ

باز اشهب ماو شیخاں چوں حمام
کیست در مرداں که چوں من یافت کام

حبّذا شهباز طیرستانِ قدس
اے شکارِ پنجه ات مرغانِ قدس

شادماں بر قمری کو تر بزن
گه نگه بر خسته چغدے هم فگن

کَسانِی خلعةٍ بطرازِ عزمٍ
و توّجنی بتیجانِ الکمال

خلعتم باخوش نگارِ عزم داد
برسرم صد تاج دارائی نهاد

یادب ایں خلعت همایوں تا نشور
حله پوشا یک نظر بر مشت عور

تاج را از فرقِ خود معراج ده
برسرم از خاك راهت تاج نه

وَاَطْلَعَنِی علٰی سِرٍّ قدیمٍ
و قلّدنی واَعطانی سُؤَالی

آگهم فرمود بر رازِ قدیم
عهده دادو جمله کامم آں کریم

عهده از تو عهد از تو ماز تو
ما بظل نعمت وهم ناز تو

یللے وخ وخ زمانِ خرمی ست
سوئے ما شد شحنه حالا ترس کیست

وَوَلّانِی علی الاقطابِ جمعاً
فحُکمِی نافِذ فی کُلِّ حالٍ

والیم کرده بر اقطاب جهاں
پس بهر حال ست حکمِ من رواں

از ثریا تا ثرے امرت امیر
کج روئے بے حکم را در حکم گیر

پیش ازاں کافند سوئے آتشِ نیاز
نرم نرم از دست لطفت راست باز

فَلَوْ اَلْقَیتُ سرّی فی بِحارٍ
لَصارَ الکُل غوراً فی الزّوالٍ

رازِ خود گر افگنم اندر بحار
جمله گم گردو فرو رفته بغار

نفس و شیطاں نزع جاں گور و نشور
نامه خواندن بر سر خنجر عبور

ناخدا یا هفت دریا در رهم
دست گیرا اے یمِ زرازت کم زنم

ولو القیتُ سرّی فی جِبالٍ
لَدُکّت وَاختفَتْ بین الرِّمالٍ

رازم ار جلوه دهم گردد جبال
پاره پاره گشته پنهاں در مال

اے زرازت کوه و کاه کوه
کاهِ بے جاں راست سدِّ راه کوه

طاعتم کاه است جُرمم کوه دار
کوه راه کاه و بپرور کاه زار

Marfat.com

وَلَوْ اَلْقَیتُ سِرّی فوق نارٍ
لَخمدَت وانْطفَتْ مِن سِرِّ مالِی

پرتوِ راز افگنم گر بر اثر
سر دو خامش گردد از رازم سعیر

نیرّا من نار جرم افروختم
هم دلِ زارم درونش سوختم

زارِ من از زور با خود نوش کن
نارِ من از نور خود خاموش کن

ولو اَلقَیتُ سرّی فوقَ میتٍ
لقام بِقُدرَةِ المولیٰ تعالیٰ

رازِ خود بر مردہ گر افگنم
زندہ برخیزد باذنِ ذوالکرم

اے نگاهت زندہ سازِ مردها
چیست پیشت در دلِ افسردها

ایں لبانت شهد بار جلوہ کن
قم بفرما مردہ ام را زندہ کن

وما منها شُهُوْر او دُهُوْر
تمُرُّ وَتَنْقَضِی الاّ اتالی

نیست شهرے نیست دهرے را مرور
تا نیاید بر درم پیش از ظهور

اے در تو مرجع هر دهر و شهر
بندگانت را چه ترس از دست دهر

هر مه عزم کن مهرت بخیر
خیر محضا من نه بینم هیچ ضیر

و تخبرنی بما یاتی و تجری
و تُعَلِّمُنِی فَاَقْصِرْ عن جدالی

جمله گوید با من از حال و صفت
از جدالم دست کوته بایدت

اوحش الله زیبد ایں شه را جلال
عرض بیگی در او ماه و سال

جدالش کے کجا یابی اماں
خود کنیزِ او زمین بندہ زماں

مریدی هم وَطِب واشطح و غَنِّ
وافعل ماتشاء فلاسم عالِ

بندہ ام خوش می سرا بیباک و مست
هر چه خواهی کن که نسبت برتر است

ایں سخن را بندہ باید بندہ کو
بندہ کن اے بادشاہ بندہ جو

شاد و پا کوباں رود جانم زتن
بر مریدی هم و طب واشطح و غن

مریدی لا تخف الله ربّی
عَطانی رفعةً نِلتُ المَنالِ

رب من حق بندہ از ترسے منال
رفعتم آمد رسیدم تا منال

اے ترا الله رب محبوب اب
طرفه مربوبی و محبوبی عجب

رب و اب پاکت نمود از ریب و عیب
از دلم بر کش شها هر عیب و ریب

مُریدی لا تخَف واشٍ فانّی
عَزُوْمٌ قاتِل عند القِتالِ

Marfat.com

بندہ ام ترسے مدار از بد سگال
سخت عزم و قاتلم وقتِ قتال

شکر حق با بندگانِ شہ راسر ست
خانہ زادیم زابّ و مادر ست

بندہ ات را دشمناں دانند خس
یا عز و ماً قاتلاً فریادرس

طبولی فی السّماءِ والارضِ دقّت
وشائوس السّعادۃِ قد بَدَا لی

نو بتم در خضری و غبرا زدند!
شد نقیب مو کبم بختِ بلند

یارب ایں شہ را مبارک دیر باز
تخت و بخت و تاج و باج و ساز و ناز

بادشاہا شکر سلطانی خویش
یک نگاہے بر گدائے سینہ ریش

بلاد اللہِ مُلکِی تحت حُکمِی
وَوُقتی قبل قلبی قد صَفَالِیْ

ملکِ حق ملکم نہ فرمانِ من
وقت من شد صاف پیش از جانِ من

بارک اللہ و سعتِ سلطانِ تو
شرق تا غرب آنِ تو قربانِ تو

تیرہ وقتے خیرہ بختے سینہ ریش
بَر دَر آمدہِ زکوٰۃِ وقتِ خویش

نظرتُ الی بلاد اللہ جمعاً
کَخَرْ دلۃٍ علی حکم اتّصَالِ

در نگاہم جملہ ملک ذوالجلال
دانہ خردل ساں بحکم اتّصال

وہ کہ تو می بینی و مادر گناہ
آہ۔آہ از کوریِ ما آہ۔آہ!

چشم دہ تا زیں بلا ہا وا رہیم
روئے تو بینیم و بر پا جاں دہیم

وکُلّ ولّی لہ قدم وانّی
علی قَدَمِ النبی بَدْرِ الکَمَالِ

ہر ولی را یک قدم دادند و ما
بر قدمہائے نبی بدر العلےٰ

کام جانہا تو بگام مصطفٰے
حیف بر خطوات دیو آئیم ما

گام بر گام سگے مارا مبیں
دست دہ بر کش سوئے راہِ مبیں

درستُ العِلمَ حتّٰی صِرتُ قُطباً
و نِلتُ اسعَدَ من مولَی الموالِی

درس کردم علم تا قطبے شدم
کرد مولائے موالی اسعدم

اے سعید بو سعید سعدِ دیں
سعد چرخت بندہ اے سعد زمیں

نے ہمیں سعدی کہ شاہا سعد کن
سعد کن ناسعد مارا سعد کن

رِجَالِی فی ہواجِرِ ہِمُ صِیَام
وفی ظُلَمِ اللّیالی کاللآلِ

در تموز روز جیسم روزہ دار
در شب تیرہ چو گوہر نوربار

Marfat.com

کار مردانت صیام ست و قیام ‏ ‏ کام مادر خورد یام و خواب شام
مرد کن یا خاك راهت کن شتاب ‏ ‏ ایں بہا ئم را چنانگو کن تراب
انا الحسینی والمخدع مَقامی ‏ ‏ واقدامی علی عُنقِ الرِّجالِ
از حسن نسل من و مخدع مقام ‏ ‏ پائے من بر گردنِ جملہ کرام
سرورا ماهم براه افتاده ایم ‏ ‏ پائمالت را سرے بنهاده ایم
گل براهایك قدم گل کم بداں ‏ ‏ حسبةً لِلّٰہ مرد دامن کشاں
انا الجیلی مُحّی الدّینِ اِسْمِی ‏ ‏ واعلامی علی رَأسِ الجبالِ
مولدم جیلاں و نامم مُحی دیں ‏ ‏ رایتم بر قلّهائے کوه بیں
اے ز آیات خدا را ایاتِ تو ‏ ‏ معجزات مصطفٰے آیاتِ تو
جلوه ده از رایتت ایں آیتت ‏ ‏ چوں منی محشور زیر رایتت
و عبد القادرِ المسهورُ اِسمِی ‏ ‏ و جَدِّی صاحب العَین الکمالِ
نام مشهور است عبد القادرم ‏ ‏ عین هر فضل آنکه جدّا کبرم
آنِ جدّت چوں نباشد آنِ تو ‏ ‏ وارثِي اے جانِ من قربانِ تو
بر رضائے ناقصت افشاں نوال ‏ ‏ یك چشیدن آبے از بحر الکمال
خفته دلِ تا چند ننگِ زیستن ‏ ‏ بر رخش از بحر فضل آبے بزن
تشنه کامے پا بدامے کرده غش ‏ ‏ بحر سائلِ را بگو خود رو برش
رو برش او را برش بیدار ساز ‏ ‏ هوش بخش و نوش بخش و جاں نواز
جاں نوازا جاں فدائے نام تو ‏ ‏ کام جاں ده اے جهاں در کامِ تو
ایں دعا از بنده آمین از ملك ‏ ‏ پوزش از بغداد اجابت از فلك

الا یا اَیُّها السّاقی اَدِرْ کاساً وَّ ناوِلْها ‏ ‏ که بر یادِ شهِ کوثر بنا سازیم محفلها

در ایں جلوت بیا از راهِ خلوت تا خدا یابی ‏ ‏ متٰی ما تَلْقَ من تَهوٰی دَعِ الدُّنیا و اَمْهِلْها

رضامست جامِ عشق ساغر بازی خواهد ‏ ‏ اَلا یا اَیُّها السّاقِی اَدِرْ کاساً وَّناوِلْها[1]

---

[1] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ ممبئی ص ۲۴۔۳۱

Marfat.com

نمونۂ کلام اردو۔ متفرق اشعار:

☆ ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر — بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
☆ دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزدِ رجیم — الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کر طغرا تیرا[1]

☆ ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا
☆ بے ابرِ کرم کے میرے دھبے — لا تغسلھا البحار آقا
☆ اتنی رحمت رضا پہ کرلو — لا یقربہ البوار آقا[2]

☆ لاملئن جهنم تھا وعدۂ ازلی — نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا
☆ نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی — کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا
☆ انت فیہم نے عدو کو بھی لیا دامن میں — عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
☆ خطاب حق بھی ہے درباب خلق من اجلک — اگر ادھر سے دم حمد ہے صدائے فلک[3]

☆ غنچے ما اوحی کے جو چٹکے دنی کے باغ میں — بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں
☆ اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اس میں جم جم ہے کہ بیش — کثرتِ کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں[4]
☆ احسن اللہ لھم رزقاً سے دے رزقِ حسن — بندۂ رزّاق تاج الاصفیا کے واسطے
☆ لا وربِ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا — بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی[5]
☆ نبی سرورِ ہر رسول وولی ہے — نبی راز دارِ مع اللہ لی ہے
☆ وہ نامی کہ نامِ خدا نام تیرا — رئوف و رحیم و علیم و علی ہے
☆ نہ عرشِ ایمن نہ انی ذاھب میں میہمانی ہے — نہ لطف ادنُ یا احمد نصیب لن ترانی ہے

---

[1] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ، ممبئی ص ۱۳۔ ۱۴

[2] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷

[3] حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسیٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۲۳۔ ۳۳۔ ۴۲

[4] ایضاً ص ۶۴

[5] ایضاً ص ۹۳۔ ۹۵

Marfat.com

☆ ذِیاَب فی ثیابٍ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی — سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے[1]

☆ من زَارَ تُربَتِی وجبت لہ شفاعتی — ان پر درود جن سے نوید ان بُشریٰ کی ہے
☆ مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ — پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
☆ ان کی نبوّت ان کی ابوّت ہے سب کو عام — ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے[2]
☆ مومن ہوں مومنوں پہ رؤف رحیم ہو — سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانہر کی ہے
☆ ان پر کتاب اتری بیاناً لکل شیٔ — تفصیل جس میں ماعَبَر و ماغَبَر کی ہے[3]

☆ آتے رہے انبیاء کما قیل لھم — والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
☆ یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام — آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

☆ مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں — والفجر کے پہلو میں لیالٍ عشرٍ[4]

☆ ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص — کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا
☆ سوَفَ یُعطِیك ربك ترضیٰ — حق نمودت چہ پاسدار یہا
☆ الا طوبی لکم ہے وہ کہ جن کا — شبانہ روز ورد دل ہے یاغوث
☆ بجالایا وہ امر سارُعوا کو — تری جانب جو مستعجل ہے یاغوث[5]

☆ لُحتَ فلاح الفَلاحُ رُحتَ فراح اَلمرَاح — لیعودَ الھَنَا تم پہ کروڑوں درود

---

[1] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۱۷۔۱۱۹۔۱۲۰

[2] حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسیٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء، ص ۱۲۷۔۱۲۹۔۱۳۱

[3] ایضاً ص ۱۳۴۔۱۳۵

[4] ایضاً ص ۱۵۵

[5] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۲۔۱

ایضاً۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا۔ رضا آفیٹ، ممبئی ۱۳۲۵ء ص ۸۔۹۔۱۲

Marfat.com

☆ گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور — بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود
☆ خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم — تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
☆ نافع و دافع ہو تم شافع و رافع ہو تم — تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود
☆ شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم — درد کو کر دو دوا تم پہ کروڑوں درود
☆ تم ہو جواد و کریم تم ہو رؤف و رحیم — بھیک ہو داتا عطا تم پر کروڑوں درود[1]

☆ شمع بزم دنیٰ ھُوْ میں گُم کن اَنَا — شرح متن ہُویت پہ لاکھوں سلام
☆ لیلۃ القدر میں مَطلَعِ اَلفَجرِ حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
☆ معنی قد رأیٰ مقصدِ ماطغٰی — نرگس باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
☆ کعبہ دین و ایمان کے دونوں ستون — ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
☆ منزل من قَصَبْ لا نَصَبْ لا صَخَبْ — ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام
☆ اصدق الصادقین سیّد المتقین — چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام
☆ قطب وابدال وارشاد و رشد الرشاد — محیی دین وملت پہ لاکھوں سلام[2]

ایک مستزاد سے یہ بند ملاحظہ کیجیے:

فاذا فَرَغتَ فَانْصَبْ یہ ملا ہے تم کو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا — کرو قسمت عطایا
والیٰ الا لہ فَارغب کرو عرض سب کے مطلب
کہ تمہیں کو تکتے ہیں سب کرو ان پر اپنا سایا — بنو شافع خطایا[3]

---

[1] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ۔ممبئی، ص ۱۷۔۱۸۔۲۰۔۲۱

[2] حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ، مطبوعہ۔ممبئی، ص ۳۸۔۴۰۔۴۳۔۴۹۔۵۰۔۵۳

[3] ایضاً، حصہ دوم۔امام احمد رضا، رضا آفیسٹ، ممبئی ۱۳۲۵ھ، ص ۸۹

Marfat.com

۱۔ یادگار رضا، مرتب محمد شہاب الدین رضوی ص ۹۸
رضا اکیڈمی، بمبئی ۱۹۹۶ء، ص ۹۸

۲۔ معارف رضا (کراچی) ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۹
ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان۔

۳۔ حدائق بخشش، امام احمد رضا مطبوعہ، قادری بک ڈپو، بریلی ۱۴۰۳ھ، ص ۹۰۔ ۹۱

۴۔ حدائق بخشش۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا ص ۹۳

۵۔ ایضاً حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسٹ، بمبئی ۱۳۲۵ء

۶۔ ایضاً ص ۹۴

۷۔ ایضاً ص ۱۲۶

۸۔ ایضاً ص ۱۲۷

۹۔ ایضاً ص ۱۲۸

۱۰۔ ایضاً ص ۱۲۸

۱۱۔ ایضاً ص ۱۲۹

۱۲۔ ایضاً ص ۱۳۰۔ ۱۳۱

۱۳۔ ایضاً ص ۱۳۲۔ ۱۳۳

۱۴۔ ایضاً ص ۱۱۷

۱۵۔ ایضاً ص ۳۱۔ ۳۲

۱۶۔ ایضاً ص ۵۹

۱۷۔ ایضاً ص ۶۱۔ ۶۶۔ ۷۱

۱۸۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۲۴۔ ۳۱

۱۹۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۳۔ ۱۴

۲۰۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷

۲۱۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسیٹ، بمبئی ۱۳۲۵ء ص ۲۳۔ ۳۳۔ ۴۲

۲۲۔ ایضاً ص ۶۴

۲۳۔ ایضاً ص ۹۳۔ ۹۵

Marfat.com

۲۴۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۱۷۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰

۲۵۔ حصہ دوم

م۔ امام احمد رضا، رضا آفسیٹ، بمبئی ۱۳۲۵ء ص ۱۲۷۔ ۱۲۹۔ ۱۳۱

۲۶۔ ایضاً۔ ص ۱۳۴۔ ۱۳۵

۲۷۔ ایضاً۔ ص ۱۵۵

۲۸۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۔ ۲
حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسٹ، بمبئی ۱۳۲۵ء ص ۸۔ ۹۔ ۱۲

۲۹۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۱۷۔ ۱۸۔ ۲۰۔ ۲۱

۳۰۔ حدائق بخشش، (حصہ دوم)، امام احمد رضا خاں، ۱۳۲۵ھ مطبوعہ۔ ممبئی ص ۳۸۔ ۴۰۔ ۴۳۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۳۔

۳۱۔ ایضاً۔ حصہ دوم۔ امام احمد رضا، رضا آفسٹ، بمبئی ۱۳۲۵ء ص ۸۹

Marfat.com

Marfat.com

ـــ ۹ ـــ

احمد رضا اکابر علماء و دانشوروں کی نظر میں

Marfat.com

Marfat.com

امام احمد رضا خاں بریلوی عالم، فقیہ، شاعر، ادیب اور مفکر کی حیثیت سے دنیائے اسلام میں مشہور ہیں جن کی عبقری شخصیت نے اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی متوجہ کیا اور ان سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری یعنی اہل علم وفضل کی قدر علم وفضل والا ہی جانتا ہے یہی وجہ ہے علمی حلقوں میں چاہے وہ عرب کا ہو یا عجم کا، ہر جگہ احمد رضا بریلوی کے علم وفضل کی دھوم رہی ہے۔ بریلی کی سرزمین پر ایک ایسا نابغۂ روزگار فقیہ الاسلام، مبلغ اور مفکر پیدا ہوا جس کے علمی اور عرفانی فضائل کا مختلف ملک کے لوگوں نے اعتراف کیا ہے۔ واقعی وہ شخصیت بحرالعلوم اور بحر زخار تھی۔ فاضل بریلوی سے جن کے نظریاتی اختلافات تھے وہ بھی علامہ کے لیے اچھے تاثرات رکھتے تھے۔ جیسے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا احمد رضا بریلوی میں تحریکِ خلافت کے سلسلے میں نظریاتی اختلاف تھا۔ باوجود اس کے مولانا محمد علی جوہر نے ''اخبار خلافت'' (ممبئی شمارہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء صہ ۱۷) میں ان کے بارے میں اچھے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

اس باب میں میں نے احمد رضا بریلوی کے مختلف کتب مثلاً الدولة المكيه بالمادة الغيبيه، حسام الحرمين على منحر الكفر والمين اور كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم جیسے جلیل القدر رسالے پر علمائے حرمین شریفین نے جو تصدیقات وتقریظات تحریر فرمائی ہیں ان میں سے کچھ منتخب تصدیقات وتقاریظ کے اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں جس سے یہ بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ علمائے حرمین شریفین کی نظر میں احمد رضا بریلوی کی کیا قدر ومنزلت تھی اور مولانا کی علمیت، فقاہت اور روحانی عظمت سے عرب وعجم کے بیشتر علماء کس قدر متاثر تھے۔

علمائے حرمین شریفین کے تاثرات کے بعد پاک وہند اور یورپ کے کچھ نامور علماء، مفکرین اور دانشوروں کے تاثرات کو بھی یکجا کیا گیا ہے۔ قابل تعریف بات تو یہ ہے کہ ہر ملک اور فرقہ کے علماء، مفکرین اور دانشوروں نے اس بات کا کھل کر اعتراف کیا کہ واقعی مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت بحرالعلوم تھی اور فقہ حنفی میں تو ان کا جواب نہیں۔

علمائے عرب کے تاثرات

حضرت مولانا عبدالکریم مہاجر مکی:

مدینہ شریف میں احمد رضا بریلوی کو جو قدر ومنزلت اور اعزاز واکرام حاصل ہوا اس کا آنکھوں دیکھا حال مولانا عبدالکریم مہاجر مکی نے بیان کیا۔ وہ اپنے ذاتی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" انّی مقیم بالمدنية الامسيته منذ سنين وبايتها من الهند الوف من الغالمين. فيهم علماء وصلحاء واتقياء رأيتهم بدورون فى سكك البلدلا يلتفت اليهم من اهلِه احدى العلماء الكبارالعلماء اليك مهرعين

Marfat.com

وباجلالت سرعین ذالك فضل الله یوتیه من یشآء والله ذوالفضل العظیم۔"[1]

ترجمہ تلخیص: میں کئی سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، ہندوستان سے ہزاروں صاحب علم آتے ہیں ان میں علماء، صلحاء، اتقیا سب ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر کے گلی کوچوں میں مارے۔ مارے پھرتے ہیں اور کوئی بھی ان کو مڑ کر نہیں دیکھتا، لیکن فاضل بریلوی کی عجب شان ہے یہاں کے علماء اور بزرگ سب ہی ان کی طرف جوق در جوق چلے آرہے ہیں اور ان کی تعظیم میں بصد تعجیل کوشاں ہیں، یہ اللہ تعالی کا فضل خاص ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

مولانا سید مامون البری المدنی علیہ الرحمۃ:

سید مامون المدنی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں علامہ بریلوی کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بسم الله الرحمن الرحیم الحمد الله والصلوٰة علی رسول الله الی الاستاذ العلامة البارع الملاذ الفهامة اللامع، صاحب القلم السمار والکلم الفائق لطفها نعیم الاسمار، ذاالکلمات العالیة التی لاتتصور کنهها برسم واحد، فهو الحقیق بان یقال انه فی عصره احد، کیف لاو فضله اشهر من نار علی علم، والمنبر علی عالی همه عند الامم.....اعنی به حضرت الجناب المکرم والمحترم وحید الاوان الشیخ سیدی احمد رضا خان ابقی الله غرة وجلاله عن الزوال مامونا وعن آفات الدهر مصؤنا آمین بجاه سید المرسلین صلی الله علیه وسلم۔"[2]

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد اللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ بنام نامی استاذ العلامہ جو شریں بیان، خوش فکر، روشن ضمیر اور صاحب تقریر و تحریر ہیں۔ ان کی حلاوت بیان شب خیز واعظین کی تاثیر رکھتی ہے۔ ان کی تحریریں بلند کمالات کی آئینہ دار ہیں، بادی النظر میں ہم ان کے کمالات عالیہ کے حقائق کو سمجھ ہی نہیں سکتے حقیقت میں یوں کہنا چاہئے کہ موصوف اپنے زمانے میں یکتا ہیں اور ان کا علم و فضل مشہور ہے اور وہ اقوام کے نزدیک اپنی عالی ہمتی کی وجہ سے معروف ہیں۔ اس سے میرا اشارہ حضرت جناب مکرم و محترم یکتائے روزگار، سیدی احمد رضا خاں کی طرف ہے اللہ عزوجل سید المرسلین صلی اللہ

---

[1] الاجازۃ المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۷

[2] اجازاۃ المتینہ، حامد رضا خاں، ص ۱۳

Marfat.com

علیہ وسلم کے طفیل انہیں زوال ونکبت اور آفاتِ زمانہ سے بچائے رکھے (آمین)

شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی (مسجد حرام، مکہ معظّمہ)

"وان المؤلف من سلطان العلماء المحققین فی ھذا الزمان وان کلامه کله حق صراح فکانه من المعجزات نبیّنا ﷺ اظھرہ الله تعالیٰ علی ید ھذا الامام الاوحد سیدنا و مولانا خاتمة المحققین و عمدة العلماء السنّیین سیّدی احمد رضا خاں متعنا الله ببقائه و حماہ من جمیع من ارادبه سوء"[1]

ترجمہ: بے شک مؤلف (مولانا احمد رضا خاں) اس زمانہ میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں گویا وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے (یعنی) ہمارے سردار، ہمارے آقا، علماء محققین کے خاتم، علمائے اہل سنت کے پیشوا سیدی احمد رضا خان، اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی زندگی سے متمتع فرمائے اور ان سب کے خلاف اس کی حمایت فرمائے جو اس کی بدخواہی کا ارادہ رکھتے ہوں۔

شیخ علی بن حسین مالکی علیہ الرحمہ (مدرس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ):

"لمّا مَنّ الله علی باستجلاء نور شمس العرفان من سماء صفاء ملتزم الاتقان من صار محمود فعله، کشاف آیات فضله و کیف لاوھو مرکز دائرة المعارف الیوم، ومطلع کواکب سماء العلوم فی دار القوم، عضد الموحدین وعصام المھتدین، القاطع بصارم البراھین، لسان المضلین الملحدین والرافع منار الایمان حضرة المولیٰ احمد رضا خان۔"[2]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور آسمان صفاء کے آفتاب عرفان کی روشنی سے نیر قلب کو منور فرمایا وہ جس کے افعال حمیدہ اس کے آثار فضلیت کے آئینہ دار ہیں، ایسا کیوں نہ ہو آج وہ دائرۂ معارف کا مرکز ہے، (اس کا وجود مسعود) ملت اسلامیہ کے گھر میں آسمانِ علم و عرفان کے جھلملاتے تاروں کا مطلع ہے، وہ مسلمانوں کا یار و مددگار ہے، ہدایت پانے والوں کا نگہبان و نگران، گمراہوں اور ملحدوں کی زبانوں کو اپنے دلائل و براہین کی تلوار سے کاٹ پھینکتا ہے۔ ایمان کے منارے کو بلند سے بلند تر کرتا

---

[1] الفیوضات الملکیہ، احمد رضا خاں، ص ۷۲

[2] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۵۸

Marfat.com

ہے (کون) ہمارے آقا احمد رضا خان۔

شیخ احمد ابوالخیر بن عبداللہ میرداد علیہ الرحمہ (خطیب مسجد حرام، مکہ معظّمہ):

"فهو كنز الدقائق المنتخب من خزائن الذخيرة، وشمس المعارف المشرقة فى الظهيرة، كشاف مشكلات العلوم فى الباطن والظاهر، يحق لكل من وقف على فضله ان يقول كم ترك الاول للاخر

واني وان كنت الاخير زمانة
لات بمالم تستطعه الاوائل
وليس على الله بمستنكر
ان يجمع العالم فى واحد" [1]

ترجمہ: پس وہ حقائق کا خزانہ ہے اور محفوظ خزانوں کا انتخاب، معرفت کا آفتاب جو دوپہر کو چمکتا ہے، علوم کی ظاہر و باطن مشکلات کھولنے والا، جو شخص اس کے علم و فضل سے واقف ہو جائے اس کو کہنا چاہئے کہ اگلے پچھلوں کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔

دنیا میں اگرچہ میں آخری زمانہ میں آیا ہوں لیکن وہ کچھ لایا ہوں جو اگلوں کو بھی میسر نہ تھا خدا کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ شخص واحد میں عالم کی تمام خوبیاں جمع کردے۔

شیخ عبدالرحمٰن دھان مکی:

"الذى شهد له علماء البلد الحرام، بانه السيّد الفرد الامام سيدى و ملاذى الشيخ احمد رضا خان البريلوى متعنا الله بحياته والمسلمين، و منحنى هديه فان هديه هدى سيد المرسلين۔" [2]

ترجمہ: • وہ جس کے متعلق مکہ معظمہ کے علماء کرام گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سرداروں میں یکتا و یگانہ ہے، امام وقت، میرے سردار، میری جائے پناہ، حضرت احمد رضا خان بریلوی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس کی زندگی سے بہرور فرمائے اور مجھے اس کی روش نصیب کرے کہ اس کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روش ہے۔

---

[1] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۲۷۔۱۲۸

[2] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۷۶

Marfat.com

سید حسین بن علامہ سید عبد القادر طرابلسی علیہ الرحمہ (مدرس مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ)

"امّا بعد لماان منّ الله علی عبیدہ بالتشرف باعتاب العلامة النحریروالفهامة السحیرحامی الملة المحمدیة الطاهرة و مجدد المائة الحاضرة استاذی و قدولتی مولانا شیخ احمد رضا خاں۔"[1]

ترجمہ: بعد حمد و نعت کے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے چھوٹے سے بندے پر احسان فرمایا کہ میں ان کے آستانے سے شرف یاب ہوا جو علامہ ماہر کامل اور فہامہ مشہور ہیں حامی ملت محمدیہ طاہرہ مجدد مائۃ حاضر، میرے استاذ اور میرے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں۔

شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی اشعر علیہ الرحمہ (مدینہ منورہ)

"فانی قد اطلعت علی ما حررہ العالم، العلامة، الدرا کة الفهامة ذو التحقیق الباهر، جناب الشیخ احمد رضا خان فی الخلاصة الماخوذة من کتابه المسمّٰی المعتمد المستند فوجدته فی غایة التحریر فلله درمؤلفه۔"[2]

ترجمہ: جناب شیخ احمد رضا خان نے جو اپنے خلاصہ میں تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو مطالعہ کیا۔ یہ خلاصہ ان کی کتاب موسومہ المعتمد المستند سے ماخوذ ہے (مطالعہ کے بعد) میں نے محسوس کیا کہ مصنف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ مصنف کی تعریف و توصیف اللہ کے لیے ہے وہ مصنف جو خوب ہی جاننے والا ہے خوب ہی سمجھنے والا ہے اور ایسی روشن تحقیق کرنے والا جس سے تمام پہلو منور ہو جائیں۔

شیخ اسعد بن احمد دھان علیہ الرحمہ (مدرس حرم شریف۔ مکہ معظّمہ)

"فقد اطلعت علی هٰذه الرسالة الجلیلة التی الّفها نادرة الزمان، و نتیجة الاوان، العلامة الذی افتخرت به الاواخر علی الاوائل والفهامة الذی ترك تبیانه سحبان باقل، سیدی و سندی الشیخ احمد رضا خاں بریلوی۔"[3]

ترجمہ: یہ عظمت والا رسالہ میرے علم میں آیا جس کا مصنف نادر روزگار اور خلاصۂ لیل و نہار ہے وہ علامہ جس کی وجہ

[1] الفیوضات الملکیہ، احمد رضا خاں، ص ۸۲

[2] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۲۱۸

[3] حسام الحرمین، احمد رضا خاں، ص ۱۷۰

Marfat.com

سے پچھلے اگلوں پر فخر کرتے ہیں، جلیل فہم والا جس نے اپنے بیان روشن سے سحبان فصیح البیان کو بے زبان کر دیا، میرا سردار، میری سند حضرت احمد رضا خاں بریلوی۔

مفتی شافعیہ شیخ سید احمد علوی بن سید احمد بافقیہ حسینی علوی علیہ الرحمہ (مدینہ منورہ)

افضل الفضلاء، انبل النبلاء، فخر السلف، قدوۃ الخلف الشیخ احمد رضا خاں البریلوی عاملہ اللہ بلطفہ الخفی۔[۱]

ترجمہ: فاضلوں سے افضل، سب عاقلوں سے زیادہ دانشمند، اگلوں کا فخر، پچھلوں کا پیشوا، حضرت احمد رضا خاں بریلوی، اللہ تعالیٰ اپنے پوشیدہ لطف سے اس کے ساتھ معاملہ کرے۔

برصغیر پاک وہند کے علما ودانشواروں کے تاثرات

ڈاکٹر حامد علی خان (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

آپ ہی جیسے ستودہ صفات سے متصف انسان کے لیے بجا طور پر شاعرِ مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا جا سکتا ہے:

"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

آپ اپنی متنوع حیثیات سے منفرد تھے۔ آپ کی ہستی کو صفات حسنہ کی جامع شخصیت کہا جا سکتا ہے۔ لہذا آپ کے بارے میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ کوئی معمولی کام نہیں، اگر آپ کے حالات زندگی، مشاغل حیات اور عملی کارناموں وغیرہ پر کوئی اکیڈمی لگن کے ساتھ کام کرے تو تحقیق کا کچھ حق ادا ہو سکتا ہے۔[۲]

ڈاکٹر وحید اشرف (شعبۂ فارسی، مدارس یونیورسٹی):

"ایک ایسا شخص جس نے معقولات ومنقولات کی اکثر اصناف میں اپنی بلندیِ فکر، جودتِ ذہن اور ندرت وجدت کا ثبوت دیا ہو اور جن کی تصانیف سینکڑوں میں پہنچتی ہوں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ وہ شاعری کے نازک فن سے بھی پوری طرح عہدہ برا ہو سکتا ہے، عجائبات میں سے ہے۔ ایسی صرف ایک شخصیت اور نظر آتی ہے جس نے علوم معقولات میں زندگی گزارنے کے باوجود شاعری کا ایک باکمال نمونہ چھوڑا ہے۔ اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہے اور وہ ہے عمر خیام۔ جکی رباعیات فن اور فکر کا مکمل نمونہ ہیں۔ لیکن امام احمد رضا کے حالات اور ان کے علمی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان کے مقابل

---

۱ الفیوضات الملکیہ، احمد رضا خاں، ص ۹۲

۲ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۵

Marfat.com

عمر خیام کو نہیں لیا جا سکتا ہے۔''[۱]

ڈاکٹر نسیم قریشی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

مولانا کے معروف سلام ''مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے بارے میں اظہار خیال:

''طبیعت بے اختیار وجد کر اٹھی، ذہن کے دریچے، بہارِ ابدی کی جانفزا ہواؤں کے لیے کھل گئے، وجود کا ذرہ سحاب سرمدی کی سرشاریوں میں ڈوب گیا۔ کیا نغمہ! کیا نظم! کیا والہانہ سلام لفظ و بیان کے پیچ وخم میں کیا معنی ہے کہ عقیدت میں سمو کر زمزمۂ داؤدی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔ سرور کائنات کے حضور شرف باریابی حاصل ہے۔ نوائے شوق، نغمۂ ایمان بن گئی ہے۔ ذوق فدائیت شباب پر ہے شیفتگی و نیاز کشی۔ ہمہ آواز، ہمہ سرور مستانہ ہمہ ارتعاش، قلب مضطر ہوگیا۔ روحانی سرمستی کے عالم میں حضرت رضا خلد آشیانی کی زبان حقیقت ترجمان سے جو لفظ نکلا ہے، باغ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا ہے۔''[۲]

پروفیسر فیضان اللہ فاروقی (شعبۂ عربی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، دہلی)

ڈاکٹر فیضان اللہ فاروقی کا ایک تحقیقی مقالہ عربی کے معروف مجلے ''ثقافة الهند'' (آزاد بھون، نئی دہلی) میں قسط وار شائع ہوا۔ اس میں ڈاکٹر فیضان صاحب نے احمد رضا بریلوی کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے:

''میں نے مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف اور تالیفات کو غور سے پڑھا ہے اور میرے مقالے میں اس عظیم شخصیت پر کافی کام موجود ہے۔ مولانا بریلوی کا فقہی تبحر اور منقولات و معقولات میں یکساں مہارت اور اس کا حسین امتزاج جتنا ان کے یہاں ہے ان کی نظیر معاصرین میں نہیں ملتی ہے۔ میں تو خود ان کے علم و فضل کا معترف ہوں۔[۳]

سید شاہ آل رسول مارہروی

حضرت مخدوم شاہ آل رسول مارہروی کا شمار تیرھویں صدی ہجری کے اکابر اولیاء میں سے ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت جامع الکمالات تھی۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ احمد رضا بریلوی کے آپ پیر و مرشد تھے۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے مدت سے ایک فکر پریشان کیے ہوئی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ وہ آج دور ہوگئی۔ قیامت میں جب اللہ

---

[۱] المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۴۵۵۔۴۵۶

[۲] المیزان (ممبئی) امام احمد نمبر مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۵۴۹

[۳] امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۸

Marfat.com

تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آلِ رسول ہمارے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں اپنے مولوی احمد رضا کو پیش کر دونگا۔"[1]

مولانا انور شاہ کشمیری

"مولوی احمد رضا خاں صاحب ہندوستان کے بڑے عالم تھے۔ان کا اخیر وقت ایک مردہ سنت (اذان درخارج مسجد) کے احیا میں گزرا۔"[2]

مولوی اشرف علی تھانوی

"رشید احمد گنگوہی 'فقیہ النفس' تھے ایسا فقیہ النفس عالم بھی فاضل بریلوی کے پرواز فکر کے سامنے عاجز نظر آتا ہے۔"[3]

"وہ ہندوستان کا فقیہ اعظم تھا ان کی وفات سے فقہ کو نقصان پہنچا۔"[4]

صاحب نزھۃ الخواطر مولوی عبدالحئ لکھنوی

"یندرنظیر ہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقه الحنفی و جزئیاته یشهد بذالك مجموع فتاواه و کتابه کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم الذی الفه فی مکة سنة ثلاث وعشرین وثلاث ماۃ والف۔"[5]

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف 'کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم' جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی۔

مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام، مسجد فتحپوری)

مفتی صاحب نے ملک کے نامور علماء مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا حسین احمد دیوبندی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے۔آپ علامہ بریلوی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ آپ میں وہ خوبیاں پائی جاتی تھیں کہ آپ کو 'مجدد مائۃ الحاضرہ' کہا جاتا۔بیشک مولانا احمد

---

[1] امام احمد رضا اور عالمی جامعات، پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۸

[2] حیات اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری، ص ۱۰۱۲

[3] فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد

[4] حیات اعلیٰ حضرت، مولانا ظفر الدین بہاری، ص ۱۰۱۲

[5] نزھۃ الخواطر دالجزء الثامن، عبدالحئ لکھنوی، ص ۴۱

Marfat.com

رضا خان صاحب ایک جلیل القدر والمنزلت عالم باعمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر صفات عالیہ ودیعت کی تھیں جن کی اس زمانہ میں ضرورت تھی۔[۱]

شاعر مشرق علامہ اقبال

۱۹۲۳ء میں علامہ اقبال ایک دعوت کے موقع پر پروفیسر سید سلیمان اشرف کے یہاں علی گڑھ گئے۔ اس موقع پر احمد رضا کا ذکر نکلا تو انہوں نے مولانا بریلوی کو خراج عقیدت وتحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔۔۔۔ میں نے ان کے فتاوی کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔''[۲]

کالی داس گپتا رضا

''اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر کا مقام دیا جائے۔ ذرا غور وفکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر، دل ودماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو محض ایک سخنور کی حیثیت سے بھی اگر ان میں اترتا تو کسی استاد وقت سے پیچھے نہ رہتا۔ ان کے کلام سے ان کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔''[۳]

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی (سابق صدر شعبۂ اردو، کراچی یونیورسٹی)

''میں جناب رضا بریلوی کی دینی خدمات کا مداح اور معترف ہوں اور ان کو اسلام کے مجاہدین ومبلغین کی صف اول میں شامل سمجھتا ہوں۔ عشق رسول کا جذبہ ان کی نثر اور نظم میں ہر جگہ موجود ہے اور چونکہ اس کی بنیاد جذبے کی صداقت اور موضوع کی لطافت ہے اس لیے اس کا اثر آفرین ہونا قدرتی امر ہے۔''[۴]

ڈاکٹر عبادت بریلوی (صدر شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی، پرنسپل اورینٹل کالج، لاہور)

''مولانا احمد رضا خاں بہت بڑے عالم دین، مفکر اسلام اور عاشق رسول تھے ان کا نام علمائے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ

---

[۱] امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۴

[۲] امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۸

[۳] المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء، ص ۴۷۴

[۴] خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۳۷

Marfat.com

زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی تصانیف سے علوم اسلامی میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔"[1]

ڈاکٹر پیر محمد حسن (شیخ الادب، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور)

"اعلیٰ حضرت کا علم متحضر تھا۔ انہیں کتابیں ٹٹولنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، جس مسئلہ پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے بے تکلف لکھتے گئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسائل کی کتابیں ان کے سامنے پڑی ہیں، اگر کہیں انہوں نے تلخ لب ولہجہ اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ سے مخالفین کی شانِ رسالت میں گستاخی ہے۔"[2]

پروفیسر امتیاز علی (وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

"حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے عہد کے جید عالم، مقبول نعت گو اور صدہا دینی و علمی کتب و رسائل کے مصنف تھے، دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر موصوف کی نظر بڑی وسیع اور گہری تھی، فقہی مسائل میں 'فتاویٰ رضویہ' ان کا بہت اہم علمی کارنامہ ہے۔ جنگ عظیم اوّل کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں ترک موالات اور تحریک ہجرت کے خلاف حضرت مولانا بریلوی کے فتاویٰ نیز متحدہ قومیت کے بارے میں انتہائی بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں۔"[3]

پروفیسر کرار حسین (سابق وائس چانسلر، بلوچستان یونیورسٹی)

"میں ان کی شخصیت سے اس وجہ سے متاثر ہوں کہ انہوں نے علم و عمل میں عشق رسول کو وہ مرکزی مقام دیا ہے جس کے بغیر تمام دین جسد بے روح کی مانند ہے۔"[4]

ڈاکٹر خواجہ معین الدین جمیل (فاضل استاد، قائد اعظم یونیورسٹی)

"مولانا احمد رضا خان کی شخصیت سے بھلا کون واقف نہیں، انہوں نے اپنے دور میں اپنے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، وہ ہماری ملی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔"[5]

---

۱ خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۴۴۴

۲ پیغامات یوم رضا۔ محمد مقبول احمد، ص ۴۲

۳ خیابانِ رضا۔ محمد مرید احمد چشتی، ص ۴۴

۴ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۳۲

۵ خیابانِ رضا، محمد مرید احمد چشتی، ص ۱۱۵

Marfat.com

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (سابق صدر شعبۂ اُردو، سندھ یونیورسٹی)

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا ذکر کر دیا جائے، جن سے ہمارے ادباء نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے۔ حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری کو چار چاند لگا دیے ہیں۔" (مقالہ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، قلمی صہ ۹)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں 'اخبار جنگ' میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ اپنے دور کے بے مثال علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے فضل و کمال، ذہانت، طباعی و دراکی کے سامنے بڑے بڑے علماء و فضلاء، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، محققین، مستشرقین نظروں میں نہیں جچتے وہ کون سا علم ہے جو انہیں نہیں آتا اور کون سا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔ شعر و ادب میں ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے اگر صرف محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال اور بیان و بدیع سے متعلق تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یک جا کر لیے جائیں تو ایک ضخیم نعت تیار ہو سکتی ہے۔"[1]

پروفیسر ابرار حسین (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

"میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ ریاضی کے میدان میں اعلیٰ حضرت کا مقام بہت بلند ہے۔"

(مکتوب بنام پروفیسر مسعود احمد، محررہ ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

امریکہ و یورپ کے اسکالروں کے تاثرات

ڈاکٹر باربرا مٹکاف (کیلیفورنیا یونیورسٹی، امریکہ)

ڈاکٹر مٹکاف نے ۱۹۸۲ء میں 'ہندوستان میں مذہبی قیادت ۱۸۶۰ء تا ۱۹۰۰ء' کے عنوان سے انگریزی میں ایک کتاب لکھی۔ ڈاکٹر مٹکاف نے اس کتاب کے ایک باب میں احمد رضا کا ذکر کیا جس میں وہ لکھتے ہیں:

"وہ خلوت کو پسند کیا کرتے تھے اور جب وہ باہر آتے تھے تو لوگ ان کو ہاتھ لگانے کے لیے لپکتے تھے۔ کوئی ان کا ہاتھ چومتا اور کوئی پیر۔۔۔۔ احمد رضا نے ایک سرپرست کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔"[2]

---

[1] اخبار جنگ، کراچی شمارہ، ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء، ص ۱

[2] امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۴۹

Marfat.com

پروفیسر غیاث الدین قریشی (نیو کاسل یونیورسٹی، نیو کاسل، انگلستان)

انگریزی سے ترجمہ:

''شریعت اسلامیہ کے صرف حنفی مکتب فکر کے مسائل میں انہوں نے جس ذہن رسا کا ثبوت دیا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو فضل و کمال کی بلند ترین مسند پر بٹھایا جائے وہ جودت طبع اور وسعت علم کے مالک تھے ان کی نگاہ کی تیزی اور صفائی ایک عظیم ذہین کی خاص علامت ہے۔''[1]

پروفیسر جے۔ ایم۔ ایس بلیان (شعبۂ علوم اسلامیہ، لیڈن یونیورسٹی، ھالینڈ)

''احمد رضا خاں اپنے فتاویٰ میں دلائل و شواہد پیش کرتے وقت جس وسعت مطالعہ کا اظہار فرماتے ہیں اس سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔'' (مکتوب مؤرخہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء بنام محمد مسعود احمد)

''فقہیات پر احمد رضا خاں کی وسعت علم سے میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ بالعموم ان کے خیالات بہت متوازن ہوتے ہیں اور ایک اجنبی قاری کے لیے معقول ہوتے ہیں۔'' (مکتوب مورخہ ۱۱ جون ۱۹۸۷ء بنام محمد مسعود احمد)

[1] امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد، ص ۵۳

Marfat.com

۱۔ الاجازاۃ المتینہ حامد رضا خاں ص ۷

۲۔ اجازاۃ المتینہ حامد رضا خاں ص ۱۳

۳۔ الفیوضات الملکیہ احمد رضا خاں ص ۷۲

۴۔ حسام الحرمین احمد رضا خاں ص ۱۵۸

۵۔ حسام الحرمین احمد رضا خاں ص ۱۲۷۔۱۲۸

۶۔ حسام الحرمین احمد رضا خاں ص ۱۷۶

۷۔ الفیوضات الملکیہ احمد رضا خاں ص ۸۲

۸۔ حسام الحرمین احمد رضا خاں ص ۲۱۸

۹۔ حسام الحرمین احمد رضا خاں ص ۱۷۰

۱۰۔ الفیوضات الملکیہ احمد رضا خاں ص ۹۲

۱۱۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ص ۴۴۵

۱۲۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ص ۴۵۵۔۴۵۶

۱۳۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر مارچ ۱۹۷۶ء ص ۵۴۹

۱۴۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۴۸

۱۵۔ انوار رضا۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۷ء ص ۳۹۳۔۳۹۴

۱۶۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ ظفر الدین بہاری ص ۱۰۱۲

۱۷۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد

۱۸۔ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین بہاری ص ۱۰۱۲

۱۹۔ نزھۃ الخواطر د الجزء الثامن، عبد الحیٔ لکھنوی ص ۴۱

۲۰۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۴۴

۲۱۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۸

۲۲۔ المیزان (ممبئی) امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۴۷۴

۲۳۔ خیابانِ رضا۔ محمد مرید احمد چشتی ص ۳۷

۲۴۔ خیابانِ رضا۔ محمد مرید احمد چشتی ص ۴۴

۲۵۔ پیغامات یوم رضا۔ محمد مقبول احمد ص ۴۲

Marfat.com

۲۶۔ خیابانِ رضا۔محمد مرید احمد چشتی ص ۴۴

۲۷۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۳۲

۲۸۔ خیابانِ رضا۔محمد مرید احمد چشتی ص ۱۱۵

۲۹۔ اخبار جنگ، کراچی شمارہ ۱۲ فروری ۱۹۷۷ء ص ۱

۳۰۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۴۹

۳۱۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۵۳

Marfat.com

ـــ۱۰ـــ

ماحصل

Marfat.com

Marfat.com

بریلی کے سرزمین پر ایک ایسا نابغۂ روزگار فقیہ پیدا ہوا جس نے نہ صرف اپنے علمی استعداد بلکہ ۵۵ علوم وفنون میں چھوٹے بڑے تقریباً ہزار کتب ورسائل لکھ کر لوگوں کو حیرت واستعجاب کے سمندر میں غوطہ زن ہونے پر مجبور کیا۔ آپ کی شخصیت کو دائمی زندگی عطا کرنے کے لیے صرف ''فتاویٰ رضویہ'' ہی کافی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ایک جلیل القدر عالم، مایہ ناز محدث، ماہر معقولات ومنقولات شہرۂ آفاق فقیہ اور عشقِ رسول کے پیکر صادق تھے۔ آپ کے آستانہ علم وفضل پر عرب وعجم کے اکابر علماء کرام، مفتیانِ عظام کی جبین عقیدت خم ہے۔ اور سبھی آپ کے خرمن علم سے خوشہ چینی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کے علمی، تحقیقی اور ادبی شہ پاروں سے مسلمانانِ عرب وعجم نے اپنے علم کی شمع روشن کی۔ اور سبھی آپ کے خرمن علم سے فیضیاب ہونا اپنی تقدیر کا عروج سمجھتے ہیں۔

آپ بلند پایہ صاحب بصیرت اور وسیع علم کے بحر بیکراں تھے۔ آپ کی حیثیت مصلح قوم اور داعی الی الحق کی تھی۔ علامہ بریلوی نے ہندوستان کی سرزمین پر علوم اسلامیہ اور توحید کا پرچم لہرانے کے لیے قلمی جہاد شروع کیا اور یہی قلمی جہاد ہزار کتابوں کی تصنیف وتالیف کا سبب بنا۔

علامہ بریلوی کی سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کے وقت میں سیاست نشیب وفراز کی منزل سے گزر رہی تھی جہاں اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ آپ کا سیاسی شعور بہت واضح اور روشن ہے۔ ترکِ موالات کے سلسلے میں وہ صرف انگریزوں سے ہی ترکِ موالات کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ ہندوؤں سے بھی ترکِ موالات چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں علامہ بریلوی فرماتے ہیں۔

''موالات مطلقاً'' ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہے۔ اگرچہ اپنا باپ، بیٹا، بھائی یا قریب (عزیز) ہو''۔[1]

علامہ بریلوی نے ہندوستان میں مسلمانوں کے درمیان آپسی اتحاد ویگانگت کے رشتے کو مزید مستحکم کرنے۔ ان کی تعلیمی. اقتصادی اور تہذیبی کمزوریوں کو دور کرنے نیز غیروں سے ہوشیار رہنے کے سلسلے میں جو قلمی جہاد کیا وہ ان کی تحریروں کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے۔ یہاں مثال کے طور پر ان کا وہ چار نکاتی منصوبہ پیش کیا جاسکتا ہے جو آپ نے قوم کی فلاح وبہبود کے لیے بڑی دوراندیشی کے ساتھ پیش کیا تھا۔ وہ درج ذیل ہے:۔

۱۔ مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی طرف توجہ دیں۔

۲۔ فضول خرچی نہ کریں اور مقدمات پر روپیہ پیسہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔

۳۔ مسلمان صرف مسلمان تاجروں سے خرید فروخت کریں۔

---

[1] انوار رضا، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور۔ ص ۴۲۵۔

Marfat.com

۴۔ اہل ثروت مسلمان، مسلمانوں کے لیے اسلامی طرز پر بینک کاری کا نظام قائم کریں"۔[۱]

ڈاکٹر عبدالرشید (استاد شعبہ علوم اسلامی، کراچی یونیورسٹی) علامہ بریلوی کے ان چار نکاتی منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے لیے ایک بینک کاری کی تجویز پیش کی تھی وہ اس لیے کہ اس وقت صرف انگریز اور ہندو بینک کاری کرتے تھے مسلمان زمیندار بینکوں سے قرض لیتے اور پھر سود در سود کے چکر میں اپنی زمینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور اس طرح اپنے علاقہ میں اپنا سیاسی اثر بھی زائل کر دیتے۔ معاشی استحکام وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی قوم کو سیاسی قوت بخشتا ہے۔ امریکہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ یہودی معیشت پر غالب ہونے کی وجہ سے امریکہ جیسی طاقت ور حکومت سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔ اور عرب ممالک معاشی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اسرائیل کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں"۔[۲]

احمد رضا فاضل بریلوی کی سیاسی خدمات میں بہت سے مقالات اور کتابیں ہیں، جن میں قابل ذکر تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
۲۔ الطاری الداری لهفوات عبدالباری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۳۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۵۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
۶۔ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کی دینی و علمی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے جس کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ "فتاویٰ رضویہ" اور مدرسہ منظر اسلام آپ کے تمام دینی خدمات میں اولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ "فتاویٰ رضویہ" سے جہاں دینی بے راہ روی دور ہوتی ہے وہیں منظر اسلام سے لاکھوں طلباء علم دین حاصل کر کے دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچ کر دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سائنس اور علوم جدیدہ پر بھی آپ کو حیرت انگیز قدرت حاصل تھی۔ ریاضی، منطق، فلسفہ، تکسیر، ارضیات، معدنیات اور علم جبر ومقابلہ وغیرہ پر آپ کی تصانیف اور حواشی اس بات کے شاہد ہیں کہ مولانا بریلوی کو ان سائنسی علوم پر کس قدر قدرت حاصل تھی۔

علامہ بریلوی کو عربی زبان وادب پر بھی بہت عبور حاصل تھا۔ آپ کی عربی دانی کو دیکھ کر اہل عرب بھی حیرت واستعجاب

---

[۱] معارف رضا۔ ۱۹۸۳ء۔ کراچی ص ۴۶۔

[۲] معارف رضا۔ شمارہ ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔ ص ۴۶

Marfat.com

میں پڑ جاتے۔ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" "کفل الفقیہ الفاہم فی قرطاس الدراہم" جیسی کتابیں جو عربوں کے سوالات پر مبنی ہے، چند گھنٹوں میں فصیح اور بلیغ عربی زبان میں مدلل جوابات تحریر کر کے علمائے حرمین شریفین کو تعجب میں ڈال دیا۔ مولانا بریلوی کے اس زبان پر دسترس کے بارے میں علمائے حرمین نے اپنے تاثرات مذکورہ کتابوں پر تقریظ کی شکل میں پیش کیے ہیں۔ آپ کے عربی قصیدہ کو دیکھ کر علمائے مصر نے یک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی عربی النسل عالم دین کا معلوم ہوتا ہے۔ مختلف موضوع پر عربی زبان میں ۲۸۲ کتابیں مولانا بریلوی کی اس زبان پر غیر معمولی قدرت کی گواہی دے رہی ہیں۔

آج علامہ بریلوی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ عرب و عجم میں آپ کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف مختلف کتابوں کی شکل میں سامنے آ رہا ہے۔ مصر کی قدیم یونیورسٹی جامعہ ازہر میں فاضل بریلوی پر Ph.D اور M.Phil کے مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ جامعہ ازہر کے ہی استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ اور ڈاکٹر حسین مجیب مصری آپ کے عربی اور اردو شاعری پر بہت سے کام کر چکے ہیں اور آج برصغیر ہند و پاک میں مولانا احمد رضا بریلوی کے علمی کارناموں کے مختلف پہلوؤں پر تحقیقات کی جا رہی ہیں اور جس کے سبب سینکڑوں کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

احمد رضا فاضل بریلوی ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا۔ عربی، فارسی اور اردو زبان میں تقریباً ہر موضوع پر آپ کا قلم سیل رواں کے مانند چلتا گیا اور آخر کار موت ہی آپ کے قلم کو روک سکی۔ صرف عربی زبان میں مختلف موضوع پر ۲۸۲ کتب و رسائل اور حواشی ہیں جن کا ذکر مع تبصرہ میں نے اس مقالے میں کیا ہے۔ عربی کے علاوہ فارسی اور اردو کو ملا کر تقریباً ۸۰۰ کتب، رسائل، حواشی، شرح و تراجم وغیرہ ہیں جن کی فہرست اس مقالہ کے آخر میں موجود ہے۔ کثرت تصانیف کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی معیاری نہیں ہے بلکہ آپ کی تصانیف عمدہ تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کی خاص بات حوالوں کی کثرت ہے۔ علامہ بریلوی کا ایک رسالہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" ہے۔ یہ رسالہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ۱۳۰ کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔ پروفیسر محی الدین الوائی ازہر یونیورسٹی (قاہرہ) اپنے ایک مقالے میں فاضل بریلوی کی تصانیف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مولانا احمد رضا کی تصانیف تقریباً پچاس علوم و فنون میں ہیں جن فنون پر آپ کی تصانیف ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے) و جبر و مقابلہ و علم طبقات الارض ہے"

اور آخر میں لکھتے ہیں:

> "مولانا احمد رضا خاں آنے والی نسلوں کے لیے اپنی تصنیفات کے قیمتی ذخائر و علمی فکری سرگرمیوں سے بھرے چھوڑ کر ۱۳۴۰ھ میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔"

Marfat.com

عربی زبان میں آپ کی پہلی تصنیف ۱۳ سال کی عمر میں "ضوء النهايه فی اعلام الحمد والهدايه" ہے۔ جس سے اس زبان میں آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ بریلوی کو نہ صرف عربی نثر پر عبور حاصل تھا بلکہ آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی عربی شاعری کو دیکھ کر علمائے عرب نے آپ کو سحبان وقت کہا۔ محی الدین الوائی (استاد جامعہ ازہر، مصر) اپنے اس عربی مقالہ میں علامہ بریلوی کی شاعری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قديما قيل انّ التحقيق العلمی الاصيل و الخيال الذهنی الخصيب لا يجتمعان فی شخص واحد ولكن مولانا احمد رضا خاں قد برهن علی عكس هزه النظيريه التقليديه. فكان شاعراً ذا خيال خصيب و تشهد له بذالك دواوينه الشعرية باللغات الفارسية والارديتة و العربية۔"

ترجمہ: "یعنی پرانا مشہور مقولہ ہے کہ علمی تحقیق اور نازک خیالی دونوں بیک وقت شخص واحد میں یک جا نہیں ہوتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا اس روایتی نظریہ کے خلاف دلیل ہیں، آپ ایک محقق عالم ہونے کے ساتھ ایک بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے، جس پر آپ کے فارسی، اردو اور عربی دیوان گواہ ہیں۔"

علامہ بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو میں نہایت پر مغز اور شاندار اشعار کہے ہیں۔ ان تینوں زبانوں پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ جس طرح سے چاہتے ہیں اپنے مافی الضمیر کو اشعار کے قالب میں ڈھال لیتے ہیں۔

علامہ احمد رضا بریلوی کا عربی کلام 'بساتین الغفران' فارسی کلام 'ارمغانِ رضا' اور اردو کلام 'حدائق بخشش' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ (استاد جامعہ ازہر، مصر) علامہ بریلوی کا عربی دیوان 'بساتین الغفران' کے مطالعہ کے بعد اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عربی ترجمہ: "اس دیوان نے امام احمد رضا کو برصغیر کے بلند پایہ شعراء میں سر فہرست کر دیا ہے بلکہ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہ کہیں کہ امام احمد رضا، دورِ جدید میں عربی زبان کے اکابر شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور اس عربی دیوان 'بساتین الغفران' کے بعد اس کے اسلوب اور زبان کی حلاوت سے ہمیں اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو نظم کرنے والا زبان و بیان کے اعتبار سے ضرور عربی ہی ہے۔ لیکن جب ہم اس (شعری) اغراض و مقاصد اور ان موضوعات کو دیکھتے ہیں جو ان کے عہد کے ہندوستانی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسے نظم کرنے والا اسی ماحول سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم سوال کرتے ہیں کب اور کیسے عربی سیکھی اور اس میں عمدگی اور بہتری پیدا کی۔"

فاضل بریلوی کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ عربی زبان ان کے رگ و ریشے میں پیوست ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

"قلب فقیر میں علمی مضامین کی آمد اولاً عربی زبان میں ہوتی ہے، مجھے دوسری زبان میں بیان کرنے کے لیے نقل و

Marfat.com

ترجمہ کی ضرورت پڑتی ہے۔"
آپ جس برجستگی اور شگفتگی کے ساتھ فارسی اور اردو کے اشعار کہتے تھے اسی برجستگی اور روانی کے ساتھ عربی اشعار بھی کہتے تھے۔مولانا بریلوی کے اشعار کو پڑھ کر اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آپ کے یہاں آمد ہے آورد نہیں۔مولانا بریلوی خود فرماتے ہیں جب یادِ مصطفیٰ ﷺ مجھے تڑپانے لگتی ہے اور میں عشقِ رسول میں غوطہ زن ہو جاتا ہوں اور خود بخود میری زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے ہیں۔اس طرح میں نعتیہ اشعار سے اپنے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔علامہ بریلوی نے شاعری کے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔آپ کے یہاں حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، غزل، مدح، ہجو، مرثیہ ملتے ہیں لیکن آپ کا میلان نعت کی طرف زیادہ تھا۔خلاف واقع تشبیہات و استعارات، جھوٹے مبالغے شاعری میں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن احمد رضا بریلوی نے اس سے اجتناب کیا ہے۔
عربی تراکیب کی بندش اور مناسب و برمحل الفاظ کے استعمال پر آپ کو کامل قدرت حاصل تھی۔تشبیہات و استعارات، لفظی و معنوی صنائع بدائع اور ضرب الامثال کا بے تکلف اور برمحل استعمال آپ کی شاعری کا خاصہ ہے۔جس کے سبب مولانا حسرت موہانی آپ کا کلام پسند کرتے تھے۔اس کی شہادت دیتے ہوئے نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:
"مولانا حسرت موہانی مرحوم بھی مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مداح و معترف تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
قاہرہ کے ایک جید عالم علامہ عبدالمنعم خفاجی جن کو علماء قاہرہ نے سیوطی وقت اور جاحظ عصر کہا۔انہوں نے علامہ بریلوی کے قصیدہ سلامیہ "من عقائد المدیح الغوی المنظومة الاسلامیه" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:
"اشعار صرف مدح رسول ہی نہیں ہے بلکہ یہ شاہنامہ اسلام ہے"۔
آپ نے منظوم تقاریظ بھی لکھی ہیں۔تاریخ پیدائش، تاریخ وفات پر قطعات تاریخ بھی تحریر فرمائے ہیں۔فاضل بریلوی نے مرثیہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔آپ کی مرثیہ کے اشعار پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علامہ نے سارا زورِ قلم مرثیہ پر ہی صرف کیا ہے۔افسوس ہے کہ فن شاعری پر مہارت رکھنے والا شخص عالم دین ہونے کی وجہ سے گمنام شاعروں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔
احمد رضا فاضل بریلوی کو اپنے عہد کے علماء کی طرح عربی زبان و ادب کے ساتھ۔ساتھ فارسی اور اردو زبان پر بھی قدرت حاصل تھی۔انہوں نے فارسی اور اردو زبان میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔فارسی اور اردو شاعری میں علامہ بریلوی نے مختلف اصنافِ سخن مثلاً حمد، مناجات، نعت منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، رباعی وغیرہ میں ہے۔پروفیسر وحید اشرف (مدراس یونیورسٹی) علامہ بریلوی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"جہاں تک فارسی شاعری کا تعلق ہے تو اس میں وہ اعلیٰ درک رکھتے تھے۔ان کی اردو، فارسی شاعری حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔اس میں ہیئت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہیں۔ان اشعار کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ:

Marfat.com

ہر صنف سخن پر قدرت رکھتے تھے، اور شاعرانہ ذوق سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔"

مولانا بریلوی کی فارسی اور اردو شاعری پر عربیت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ بہت سے اردو جملوں کا اندازِ ترتیب عربی کی طرح ہے اور بہت سے عربی الفاظ کا کثرت سے استعمال بھی ملتا ہے، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ انہیں بچپن سے ہی دینی اور علمی ماحول ملا۔ آپ کے دادا رضا علی خاں اور والد نقی علی خاں دونوں ہی اپنے وقت کے زبردست عالم تھے۔ باپ اور دادا کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی۔ عربی ماحول بچپن سے ہی ملا یہی وجہ ہے کہ فطری طور پر عربی زبان سے آپ کو مناسبت پیدا ہو گئی۔ اور اردو شاعری میں بھی عربی الفاظ، محاورات و ضرب الامثال وغیرہ کا استعمال کرنے لگے۔

اس مقالے میں احمد رضا بریلوی کی عربی نظم و نثر اور دیگر مشہور و معروف تصنیفات کا تفصیل سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جن کو پڑھ کر آپ کی صلاحیت، استعداد اور زبان پر کامل قدرت کا احساس ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر آپ کے لیے کسی نے یہ کہا ہے کہ علامہ بریلوی کو عربی آتی ہی نہیں تھی تو یہ محض بغض و عناد کی بنا پر ہے۔ ان آثار کے پیش نظر ایسی رائے قائم کر لینا صریحاً غلط ہے۔ عربی زبان و ادب سے متعلق تصنیفات پر علمائے عرب و عجم کی تقاریظ اس بات کی شاہد ہیں کہ علامہ بریلوی کو عربی زبان پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت اپنے وقت کی نابغۂ روزگار علمی شخصیت تھی۔ جنہوں نے پوری عمر دین اسلام کی خدمت کے ساتھ علوم و فنون کی بھی خدمت کی اور بے شمار فنون میں گراں قدر تصنیفات و تالیفات کا انبار لگا دیا جس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ علامہ بریلوی ایک غیر معمولی اور مثالی شخصیت کے حامل تھے۔ دوسری طرف عربی زبان ادب کے موضوع پر بھی انہوں نے کافی کچھ علمی ادبی سرمائے کا اضافہ کیا ہے جس کا تفصیلی جائزہ اس تحقیقی مقالے میں پیش کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے مولانا بریلوی کی علمی ادبی اور دینی شخصیت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مجموعی طور پر کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی شخصیت اور علمی کارناموں کا حتی الامکان، احاطہ کیا جائے۔ اس کام میں کہاں تک کامیابی ملی ہے اس کا اندازہ مقالے کے مطالعے کے بعد ہی ممکن ہے۔

یہ بھی عرض کردوں کہ مولانا بریلوی پر ایسے بہت سے تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں جن میں ان کی شخصیت اور علمی کارناموں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ لیکن میرا موضوع "عربی خدمات" سے متعلق ہے اور میں نے حتی الا مکان معلومات کی فراہمی کی کوشش کی ہے۔ اس عمل میں کہاں تک کامیاب ہو سکی ہوں، یہ اہل نظر کے آرا سے پتا چل سکتا ہے۔ امید ہے صاحبانِ نظر میری خامیوں اور کوتاہیوں سے صرفِ نظر کریں گے اور اپنے مفید مشورے سے نوازیں گے۔

Marfat.com

قصائد رضویہ

کی مختصر شرح

از

محمد معین الدین خاں برکاتی
جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف

کتاب محل

Marfat.com

قصیدتان رائعتان

یعنی

قصیدہ مدایح فضل الرسول

و

قصیدہ حمایدفضل الرسول

درشان

سیف اللہ المسلول معین الحق مولانا شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی

قصیدہ نگار

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی

ترتیب وتقدیم

اُسید الحق قادری بدایونی

ترجمہ وتشریح

عاصم اقبال مجیدی بدایونی

کتاب محل

دربار مارکیٹ، لاہور

Marfat.com

The Seal of Discerning Jurist

RAZA'S
KIFL AL-FAQIH AL-FAHIM FI AHKAM AL-QIRTAS
AL-DARAHIM (1324)
ON ISLAMIC LAW ABOUT PAPER MONEY

translated, introduced, and annotated by

OBAID-UR-REHMAN

Securities and Exchange Commission of Pakistan

KITAB MAHAL

Marfat.com

الشيخ احمد رضا خان الهندی البریلوی

نبذة من حياته و عقايده

مولف
غلام حسين بنافی

تقديم
مفتی محمد جان نعيمی

كتاب محل

Marfat.com